ماہنامہ جہد حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - June 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 06 ...... جون 2015..... قیمت 5روپے



اور کتنا خون؟



7 مئی 2015: ایچ آر سی پی نے انسانی حقوق کے معروف کارکن راشد رحمان کی برسی پر ملک بھر میں تقریبات اور ریلیوں کا اہتمام کیا
جن میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے جان کی قربانی دینے والے انسانی حقوق کے محافظین کی خدمات کو سراہا گیا



11 مئی 2015، اسلام آباد: ایچ آر سی پی اور سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں نے الیکشن کمیشن آف پاکستان کے دفتر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا اور حلقہ KP-95 کے بعض پولنگ اسٹیشنز پر خواتین کو ووٹ ڈالنے کے حق سے محروم کیے جانے کے عمل کی مذمت کی



18 مئی 2015، حیدر آباد: ایچ آر سی پی، حیدر آباد ٹاسک فورس نے گروی مزدوروں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے طور پر پرامن احتجاج کیا



21 مئی 2015، حیدر آباد: لیگل رائٹس فورم نے ایچ آر سی پی کے تعاون سے ایک مشاورت کا اہتمام کیا جس میں ''ویمن نیٹ ورک'' کی بنیاد رکھی گئی

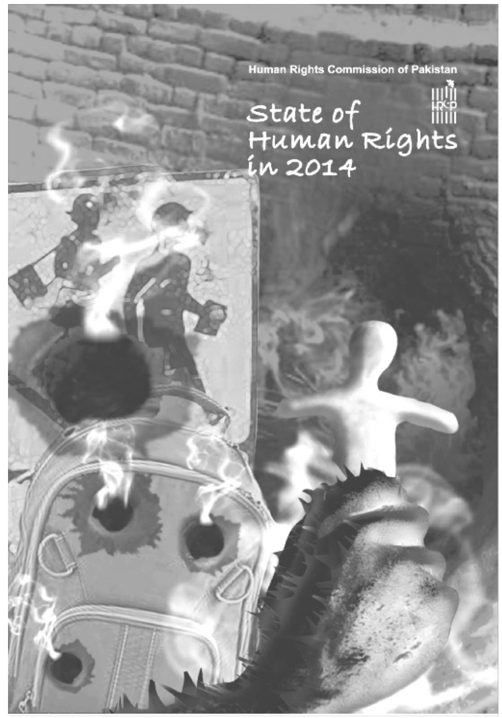


01 مئی 2015، ملتان: ایچ آر سی پی نے ''مزدوروں کے عالمی دن'' کے موقع پر سول سوسائٹی کی دیگر تنظیموں کے تعاون سے مختلف تقاریب کا اہتمام کیا

سالانہ رپورٹ انگریزی/اردو میں دستیاب ہے

رپورٹ HRCP کی ویب سائٹ پر بھی دیکھی جاسکتی ہے

www.hrcp-web.org



قیمت علاوہ ڈاک خرچ -/500 روپے (اندرون ملک)

(English Edition)

9 ڈالرز۔**6** پاؤنڈ (بیرون ملک)



قیمت علاوہ ڈاک خرچ -/400 روپے (اندرون ملک)

(اردو)

10 ڈالرز۔**5** پاؤنڈ (بیرون ملک)

انگریزی/اردو میں رپورٹ حاصل کرنے کے لیے اپنے آرڈر بک کروایئے

Human Rights Commission of Pakistan

Aiwan-i-Jamhoor, 107-Tipu Block, New Garden Town, Lahore-54600

Tel: (042) 35864994, 35838341, 35865969 Fax: (042) 35883582

Complaint cell: (042) 35845969 (0333) 2006800

E-mail: hrcp@hrcp-web.org

انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ کے لیے مطالبات پر مشتمل منشور کی منظوری

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے جمعرات کو ایک مشاورت کا اہتمام کیا۔ مشاورت کے اختتام پر 11 نکاتی منشور منظور کیا گیا جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ انسانی حقوق کے محافظین کی سلامتی وتحفظ کو یقینی بنایا جائے اور ان کے کام میں ان کی معاونت کی جائے۔

مشاورت میں سول سوسائٹی کے نمائندوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی جس کے آغاز میں پاکستان بھر میں مارے جانے والے انسانی حقوق کے محافظین (ایچ آر ڈیز) کی یاد میں ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔ مشاورت میں ایچ آر ڈیز کے کردار کا ادراک؛ محافظین کو درپیش مشکلات اور کام کار کا ماحول؛ محافظین کے کام میں رکاوٹیں ڈالنے والے اور معاونت کرنے والے عناصر؛ محافظین کے تحفظ کے لیے سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کا عزم؛ اور محافظین کو لاحق خطرات، ان کے کام میں حائل رکاوٹوں اور ان پر تشدد کرنے والے مجرموں کو سزا سے حاصل استثنیٰ جیسے مسائل سے نبٹنے کے لیے سوچ بچار کے موضوعات پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ نشستوں کی صدارت نسرین اظہر، ظفر اللہ خان، طاہرہ عبداللہ، نصیر میمن اور ڈاکٹر فرزانہ باری نے کی۔

7 جنوری 2014ء کو ملتان میں قتل ہونے والے ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر راشد رحمان کی برسی کے موقع پر ''انسانی حقوق کے محافظین کے نسبتاً بہتر تحفظ کی جانب پیش قدمی'' کے عنوان سے مشاورت کا اہتمام کیا گیا جو درج ذیل مطالبات کی منظوری کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

ہم، ایچ آر سی پی کی اہتمام کردہ مشاورت، ''انسانی حقوق کے محافظین کے نسبتاً بہتر تحفظ کی جانب پیش قدمی'' کے شرکاء مطالبہ کرتے ہیں کہ انسانی حقوق کے محافظین کی سلامتی وتحفظ، ان کے کردار کے ادراک اور ان کی جدوجہد میں معاونت کے لیے درج ذیل اقدامات کئے جائیں۔

1۔ ریاست کو چاہئے کہ وہ انسانی حقوق کے محافظین کو لاحق خطرات اور سکیورٹی سے متعلقہ مشکلات کا ادراک کرے جو انہیں ملک کے مختلف حصوں میں ریاستی وغیر ریاستی عناصر کی جانب سے درپیش ہیں۔ ریاست کو انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ وسلامتی کو یقینی بنانے کے لیے اپنے آئینی وبین الاقوامی فریضے کی رُو سے سول سوسائٹی کی مشاورت سے بامعنی اقدامات کرنا ہوں گے۔

2۔ انسانی حقوق کے تمام محافظین کی زندگیوں اور کام کے تحفظ کے لیے موثر آئینی ڈھانچہ اور حفاظتی انتظامات تشکیل دیئے جائیں۔ اس مقصد کے لیے حکومت کو ''انسانی حقوق کے محافظین کے لیے اقوام متحدہ کے اعلامیہ'' (1998) اور اُن سفارشات سے رہنمائی لینی چاہئے جو حکومت نے دیگر ممالک سے لی تھی۔ حکومتِ پاکستان نے ان سفارشات کو 2012ء میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل (یو این ایچ سی آر) کے اجلاس میں اپنی یونیورسل سلسلہ وار نظر ثانی (یو پی آر) کے دوران قبول کیا تھا۔

3۔ انسانی حقوق کے کارکنوں کے کام کی بدولت ان کے خلاف مقدمات کا اندراج خاص طور پر حالیہ مہینوں کے دوران گلگت بلتستان میں انسانی حقوق کے کارکنوں پر بغاوت کے الزامات پریشان کن پیش رفت ہے۔ اس قسم کے خوف وہراس اور تشدد نے محافظین کے کام کار کے ماحول کو مزید پُر خطر بنا دیا ہے۔ انسانی حقوق کے محافظین کے خلاف ایسے مقدمات کے اندراج کا سلسلہ فوری طور پر بند ہونا چاہئے اور پہلے سے درج شدہ مقدمات خارج کئے جانے چاہئیں۔

4۔ پاکستان کے آئین اور انسانی حقوق کے متعدد بین الاقوامی معاہدات کے تحت پاکستانی ریاست پر یہ فریضہ عائد ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کے لیے شفاف قانونی کارروائی کے نفاذ کو یقینی بنائے۔ استبدادی وغیر قانونی حراستوں، جبری گمشدگیوں اور انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش دیگر خطرات اور حملوں کے واقعات کی مکمل، فوری اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائے۔

5۔ انسانی حقوق کے محافظین پر تشدد کرنے والے تقریباً تمام مجرموں کو سزا سے استثنیٰ حاصل ہے چاہے ان کا تعلق ریاست سے ہو یا وہ غیر ریاستی عناصر ہوں۔ اس کے باعث محافظین کے خلاف خوف وہراس، تشدد اور تشدد کی دھمکیوں میں شدید اضافہ ہوا ہے۔ حکام کو چاہئے کہ وہ انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش خطرات اور تشدد کا ترجیحی بنیادوں پر مقابلہ کریں، ایسے واقعات کی تحقیقات کریں اور ان میں ملوث افراد کے خلاف قانونی کارروائی کریں۔ اس مقصد کے لیے اگر موثر عزم اور خلوص سے کام کیا جائے تو انسانی حقوق کے محافظین کو نشانہ بنائے جانے کے واقعات میں کمی آ سکتی ہے۔

فہرست

6۔ انسانی حقوق کے محافظین کو معلومات تک رسائی سے نہ روکا جائے اور انہیں ملک کے تمام حصوں میں آزادانہ نقل وحرکت اور ملک چھوڑنے اور ملک میں داخل ہونے سمیت اظہار رائے اور نقل وحرکت کی مکمل آزادی دی جائے۔ شفاف قانونی کارروائی کے بغیر استبدادی طریقہ کار سے ایگزٹ کنٹرول لسٹ (ای سی ایل) میں انسانی حقوق کے محافظین کے نام ڈالنے کا سلسلہ فوری طور پر بند کیا جائے۔

7۔ معلومات کی آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے جو نہ صرف انسانی حقوق کے کارکنوں کے لیے ضروری ہے بلکہ حکومت کو جوابدہ ٹھہرانے، شفافیت کو یقینی بنانے اور بیشتر حقوق کے حصول کے لیے اہمیت کی حامل ہے۔ معلومات اور خیالات کے حصول یا فراہمی میں حائل تمام پالیسیوں اور رجحانات کو ختم کیا جائے۔

8۔ اگرچہ سول سوسائٹی اظہار رائے کی آزادی کا تہہ دل سے احترام کرتی ہے اور اس پر مکمل یقین رکھتی ہے مگر سول سوسائٹی کا ذرائع ابلاغ کے پیشہ وارانہ اداروں سے مطالبہ ہے کہ وہ خود کو کنٹرول کرنے کا کوئی جامع نظام وضع کریں تاکہ ذرائع ابلاغ کو انسانی حقوق کے محافظین کے خلاف تشدد پر اکسانے اور نفرت پھیلانے کے لیے استعمال نہ کیا جا سکے اور نہ ہی ذرائع ابلاغ کے ذریعے سول سوسائٹی کی تنظیموں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو غیر اہم قرار دیا جائے۔ سوشل میڈیا کے ذریعے انسانی حقوق کے محافظین اور سول سوسائٹی کے خلاف پھیلائے جانے والے پراپیگنڈے پر قابو پایا جائے۔

9۔ انسانی حقوق کے محافظین معاشرے میں جو اہم کردار ادا کرتے ہیں اس سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ عوام کو یہ بھی بتایا جائے کہ انسانی حقوق کے محافظین کے کام کا تحفظ اور ان کی معاونت کیوں ضروری ہے۔ پولیس اور سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں کو انسانی حقوق کے محافظین کے ساتھ پیش آنے اور ان کی مدد کرنے کے حوالے سے تربیت دی جائے۔ انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ انسانی حقوق کے محافظین کی سلامتی کو خطرات کے وقت وہ ان کی کس طرح مدد کریں گے اور کس قسم کے ردعمل کا اظہار کریں گے۔

10۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں متحد ہو کر موثر نگران کار کا کردار ادا کریں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی سلامتی سے متعلقہ ضروریات کو اجاگر کریں اور ان کے کام میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطالبہ کریں۔ سول سوسائٹی کو متحد ہونے اور اپنے حلیفوں، حریفوں اور غیر جانبدار عناصر پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

11۔ ایک ایسے وقت میں جب ریاست انسانی حقوق کے محافظین کی زندگیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے اپنے بنیادی فریضے کی ادائیگی میں ناکام ہے، حکام کو چاہئے کہ وہ انسانی حقوق کے شہید محافظین کے اہل خانہ کی مدد کرنے کا اپنا اضافی فریضہ پورا کریں۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں کو بھی متاثرہ خاندانوں کی معاونت اور انہیں اپنے انصاف کے حصول کے لیے اپنے مقدمات کی پیروی قابل بنانے کے لیے معاونتی طرائق کار تشکیل دینے چاہئیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 07 مئی، 2015]

ناروے کے سفیر کی وفات سے پاکستان ایک اچھے دوست سے محروم ہو گیا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے ناروے کے سفیر لیف۔ ایچ۔ لارسن کی ناگہانی وفات پر گہرے دُکھ کا اظہار کیا ہے۔ ناروے کے سفیر جمعہ کو گلگت بلتستان جاتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے حادثے میں جاں بحق ہوئے تھے۔

ایک بیان میں کمیشن نے کہا ہے کہ ''پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو لیف لارسن کی ناگہانی موت پر بے حد دُکھ ہوا ہے اور ناروے کی حکومت، عوام اور پاکستان میں ناروے کے سفارتخانے میں کام کرنے والے ان کے ساتھی اور آنجہانی کے جاننے والے سینکڑوں پاکستانیوں کو ان کی موت سے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ دُکھ کی اس گھڑی میں ہم ان کے خاندان کے لوگوں، ان کے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ ہیں۔ لیف ایک انتہائی شریف النفس انسان تھے جو زندگی بھر انسانی حقوق کو فروغ دینے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔ ان کی موت میں پاکستان کی سول سوسائٹی نے نہ صرف ایک اچھے انسان کو کھو دیا ہے بلکہ ایک بہت ہی اچھے دوست سے بھی پاکستان محروم ہو گیا ہے۔''

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 08 مئی، 2015]

کراچی: بس میں ہونے والی قتل وغارت گری کی مذمت

کراچی میں ایک بس پر حملہ کے نتیجے میں ہونے والی قتل وغارت گری کی شدید مذمت کرتے ہوئے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے کہا ہے کہ ارباب اقتدار، سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کی جانب سے اس واقعے کی محض مذمت، ملامت اور اظہار ہمدردی ہی کافی نہیں۔ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ان لوگوں کا کیا جرم تھا جس کی سزا انہیں موت کی شکل میں دی گئی۔ اس ہولناک واقعہ کی مذمت تمام سیاسی جماعتوں، سول سوسائٹی اور پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق سمیت تمام انسان دوست تنظیموں نے کی ہے۔

ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ ''یہ ایک ایسا المیہ ہے جسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ قاتلوں کے جتھوں نے ایک بار پھر پاکستان کی بیٹیوں اور بیٹوں کو بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارا اور بڑی آسانی سے فرار ہو گئے۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس مرتبہ مقتولوں کا تعلق اسماعیلی فرقے سے ہے''

''سرکار کی طرف سے تسلی اور دلاسے کے بول متاثرین کو اس لیے بے معنی اور کھوکھلے لگتے ہیں کہ ریاست ایک بار پھر شہریوں کے زندہ رہنے کے حق، جس سے باقی تمام حقوق پھوٹتے ہیں، کو تحفظ دینے میں بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ جب کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مقتولین کے لواحقین کے دکھ درد کو سمجھتے ہیں تو شاید یہ بات درست نہیں اس لئے کہ یہ درد وہی لوگ محسوس کر سکتے ہیں جن کے بچے پشاور کے آرمی سکول میں شہید ہوئے یا دوسرے ایسے ہی بے شمار واقعات میں دہشت گردی کا نشانہ بنے۔ یہ حکام کی ذمہ داری ہے کہ وہ وضاحت کریں کہ تمام سکیورٹی اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کی موجودگی کے باوجود ایسے قتل عام کو روکنے کا انتظام کیوں نہیں کر سکے۔ انہیں یہ وضاحت بھی کرنی چاہئے کہ نیشنل ایکشن پلان یا کسی اور منصوبے یا طریق کار کے ذریعے ایسے واقعات کی روک تھام کیسے کی جا سکتی تھی اور مستقبل میں اس کی روک تھام کیسے ممکن ہوگی۔ وضاحت تو اس امر کی بھی کی جانی چاہئے کہ حملہ آوروں نے پولیس یونیفارم کیسے حاصل کیں اور ہتھیاروں کے بلا روک ٹوک پھیلاؤ پر قابو پانے کے لئے کیا منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ حکومتی دعوؤں کے برعکس پھانسی کی سزاؤں کی بحالی اور فوجی عدالتوں کے قیام جیسے اقدامات کے باوجود دہشت گردی کی روک تھام میں ناکامی پر عوام حکومت سے

وضاحت طلب کرنے میں حق بجانب ہیں''۔

''آج سب پر یہ بھی واضح ہوجانا چاہئے کہ جب تک انتہا پسندوں کے تمام گروہوں کو گرفت میں نہیں لیا جاتا اس وقت تک ملک میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ طالبان اور دہشت گردوں کے دوسرے گروہ پاکستان میں پُرتشدد کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔عوام کوتحفظ فراہم کرنے کے ذمہ دار اداروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنا کام دلجمعی اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ کریں''۔

''کراچی میں اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھنے والے پاکستانیوں کے قتل پر حکام کی طرف سے لفظوں اور ہمدردی سے زیادہ عملی اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ سیاسی جماعتوں، میڈیا اور سول سوسائٹی کا بھی فرض ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنا دباؤ بڑھائیں اور حکام کو عملی اقدامات کرنے پر مجبور کریں''۔

''ایچ آر سی پی جاں بحق ہونے والوں کے لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرتا ہے اور ان کے دکھ میں برابر کا شریک ہے۔اس واقعہ پر بے بسی، دکھ اور غصے کا اظہار صرف متاثرہ خاندانوں کی طرف سے ہی نہیں بلکہ معاشرے کے تمام افراد کی طرف سے ضروری ہے۔ یہ ہولناک واقعہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسے واقعات پر خاموش رہنے والے لوگ اپنی خاموشی توڑیں اور نفرت کے اظہار یئے، تشدد کے فروغ اور قاتلوں کو کسی بھی قسم کی ملنے والی حمایت کے خلاف اپنی آواز شدت کے ساتھ بلند کریں۔ سول سوسائٹی، میڈیا اور سیاسی جماعتوں کو اب خاموش تماشائی نہیں بنے رہنا چاہئے۔انہیں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے حکام کو باور کرانا چاہئے کہ وہ اپنے اُن فرائض سے اغماض نہ برتیں جو عوام کے حوالے سے ان پر عائد ہوتے ہیں۔کم ازکم کراچی میں آج جاں بحق ہونے والے شہریوں کے قاتلوں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کی ذمہ داری میں تو غفلت نہ برتیں''۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔14 مئی،2015]

بچوں کے مقدمات کا ٹرائل فوجی عدالتوں میں نہ کیا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اور بین الاقوامی کمیشن برائے انصاف (آئی سی جے) نے اس امر پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے کہ اکیسویں ترمیم کی منظوری کے بعد مبینہ طور پر دہشت گردی سے متعلق جرائم کا ارتکاب کرنے والے بچوں پر حال ہی میں قائم کی گئیں فوجی عدالتوں میں مقدمہ چلائے جانے کا خدشہ ہے۔

21 مئی کو وزیراعظم اور وزیرداخلہ کو بھیجے گئے خطوط میں ایچ آر سی پی اور جنیوا کی ایک تنظیم آئی سی جے نے کہا:'' اکیسویں آئینی ترمیم اور اس کی مطابقت میں آرمی ایکٹ 1952ء میں کی جانے والی ترامیم فوجی عدالتوں کو عام شہریوں سمیت ان تمام افراد پر مقدمہ چلانے کا اختیار دیتی ہیں جنہوں نے مبینہ طور پر دہشت گردی سے متعلق مخصوص جرائم کا ارتکاب کیا ہو۔ یہ ترامیم حکومت کو اس بات کا اختیار دیتی ہیں کہ یہ آرمی ایکٹ کے زمرے میں آنے والے جرائم سے متعلق کسی بھی مقدمے کو سماعت کے لیے کسی بھی عدالت (جس میں بظاہر بچوں کی عدالتیں شامل ہیں) سے کسی فوجی ٹرائیبونل کو منتقل کرسکتی ہے۔ترمیم شدہ قانون یہ شرط بھی عائد کرتا ہے کہ اگر آرمی ایکٹ کی شقیں دیگر قوانین سے متصادم ہوں تو آرمی ایکٹ کی شقیں ہی قابل اطلاق ہوں گی۔

ایچ آر سی پی اور آئی سی جے کا کہنا ہے کہ ان شقوں کے باعث اس بات کا امکان پیدا ہوگیا ہے کہ دہشت گردی سے متعلق مخصوص مقدمات میں بچوں کے نظام انصاف کے آرڈیننس (جے جے ایس او) 2002ء کی اس شرط کو نظرانداز کردیا جائے گا جس کے تحت بچوں کی عدالتوں کو 18 سال سے کم عمر افراد پر مقدمہ چلانے کا خصوصی اختیار حاصل ہے۔

انہوں نے کہا کہ:''ان حالات میں یہ بات اہم ہے کہ حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ اس قانون کے نفاذ کے دوران ان افراد پر فوجی عدالت میں مقدمہ نہ چلایا جائے جن کی عمر جرم کے ارتکاب کے وقت 18 سال سے کم تھی، کیونکہ ایسی عدالت میں مقدمہ چلانا بین الاقوامی قانون کے تحت پاکستان پر عائد ذمہ داریوں کی خلاف ورزی کا باعث بنے گا''۔

ایچ آر سی پی اور آئی سی نے حکومت کو باور کرایا کہ بین الاقوامی معیار، جیسے کہ شہری وسیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق، جس کی پاکستان نے 2010ء میں توثیق کی، اور بچوں کے حقوق کے میثاق جس کی منظوری پاکستان نے 1990ء میں دی، اور اقوام متحدہ کے بچوں کے انصاف کے انتظام و انصرام سے متعلق کم سے کم معیاری ضوابط (بیجنگ ضوابط) کے مطابق بچے شفاف ٹرائل کی بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ ان ضمانتوں کے حقدار ہیں جن کا اطلاق بالغوں پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بچے خصوصی نگہداشت اور تحفظ کے بھی مستحق ہیں۔

خط میں کہا گیا کہ: بچوں کے لیے خصوصی نگہداشت اور اضافی تحفظ کو یقینی بنانا تو دور کی بات، ان عدالتوں کی کارروائی ان قومی اور بین الاقوامی معیارات پر بھی پورا نہیں اترتی جو آزادانہ اور غیرجانبدار عدالتوں میں شفاف قانونی کارروائی کا تقاضہ کرتے ہیں؛ ان عدالتوں کے جج ریاست کی انتظامی شاخ کا حصہ تھے اور وہ اب بھی فوجی احکامات کے ماتحت تھے؛ جج بچوں کے حقوق کے تحفظ اور بچوں کے نظام انصاف سے متعلق اصولوں کے حوالے سے تربیت یافتہ نہیں تھے؛ سول عدالتوں میں اپیل کا حق نہیں دیا گیا؛ کھلی سماعت کے حق کی ضمانت نہیں دی گئی؛ اور ضروری حقائق، ثبوت اور قانونی جواز کے علاوہ مناسب دلائل پر مبنی تحریری فیصلے نہیں کیے گئے۔علاوہ ازیں فوجی عدالتوں کے طریق کار، انہیں منتقل کیے گئے مقدمات کے انتخاب، سماعت کے مقام اور وقت، اور مبینہ جرائم کو صیغہ راز میں رکھا گیا۔

خط میں مزید کہا گیا کہ:''اس بات کا بھی نوٹس لیا جانا چاہئے کہ بچوں کے حقوق سے متعلق کمیٹی نے یہ موقف اپنایا ہے کہ بچوں کے معاملے میں صرف سول عدالتیں ہی عدل و انصاف کے مناسب انصرام کی شرائط پر پورا اتر سکتی ہیں۔

ایچ آر سی پی اور آئی سی جے کا یہ مطالبہ ہے کہ آپ مقدمات کی بچوں کی عدالتوں سے فوجی عدالتوں کو منتقلی پر حکومتی پالیسی کو واضح کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ ترمیم شدہ قانون کا نفاذ کرتے ہوئے کسی بھی ایسے فرد کا مقدمہ سماعت کے لیے فوجی عدالت کو منتقل نہیں کیا جائے گا جس کی عمر مبینہ جرم کے ارتکاب کے وقت اٹھارہ سال سے کم ہو''

آخر میں ایچ آر سی پی اور آئی سی جے نے کہا کہ:''اس کے نتیجے میں نہ صرف پاکستان کو پاکستانی قانون اور بین الاقوامی معیارات کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں مدد ملے گی بلکہ جن بچوں پر تعزیراتی قانون کی خلاف ورزی کا الزام عائد کیا گیا ہو ان کے مقدمات کی سماعت صرف بچوں کی ان خصوصی عدالتوں میں کی جاسکے گی جن کی کارروائی بچوں کے انصاف کے شفاف انصرام کے بین الاقوامی معیارات پر پورا اترتی ہو۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔21 مئی،2015]

قلات میں سکیورٹی فورسز کے آپریشن سے متعلق ایچ آر سی پی کی تشویش

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ضلع قلات میں سکیورٹی فورسز کے ایک آپریشن میں شہریوں کی ہلاکت کی اطلاعات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ عوام کو آپریشن کی تفصیلات سے آگاہ کیا جائے۔

جمعہ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا:''ایچ آر سی پی کو قلات کے علاقہ جوہان میں فرنٹیئر کور کے آپریشن کے نتیجے میں ہونے والی شہریوں کی مبینہ ہلاکتوں پر سخت تشویش ہے''۔

''سکیورٹی فورسز کے ترجمان نے دہشت گردوں کے خلاف آپریشن میں 20 جنگجوؤں کی ہلاکت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ واضح نہیں کہ آیا اس آپریشن میں سکیورٹی فورسز کا کوئی نقصان ہوا۔ تاہم، ایچ آر سی پی کو موصول ہونے والی بعض اطلاعات کے مطابق چند دکاندار اور کسان بھی اس آپریشن میں جاں بحق ہوئے ہیں۔ لیکن اس دعوے کی تصدیق ایک مشکل امر ہے۔ چونکہ تمام علاقہ سکیورٹی فورسز کے گھیرے میں ہونے کی وجہ سے معلومات تک رسائی مشکل ہے''۔

''ضرورت اس بات کی ہے کہ تشویش پیدا کرنے والی ان اطلاعات کی فوری طور پر تحقیقات کرائی جائیں اور ان تحقیقات کے نتائج کو میڈیا کے ذریعے عوام تک پہنچایا جائے۔ خاص طور پر عوام کو اس آپریشن کے مقاصد کے حوالے سے معلومات فراہم کی جائیں اور ان افراد اور گروہوں کے بارے میں بتایا جائے جو اس آپریشن کا ہدف تھے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جن افراد کو حراست میں رکھا گیا ہے ان کے نام اور دوسری تفصیلات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور زیر حراست افراد کی عدالتوں کے سامنے پیشی اور مقدمے کے دوران حقوق کو یقینی بنایا جائے۔ سکیورٹی فورسز نے معصوم شہریوں کو آپریشن کی زد میں آنے سے محفوظ رکھنے کے لیے جو اقدامات کئے ہیں ان کی تفصیل بھی لوگوں تک پہنچنی چاہئے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔22 مئی،2015]

وکلاء کی ہلاکت پر ایچ آر سی پی کا اظہار افسوس

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ڈسکہ میں پولیس فائرنگ سے دو وکلاء کی ہلاکت پر گہرے دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایسی صورت حال میں پولیس کی طرف سے اختیار کئے جانے والے طریق کار اور رویے کو تبدیل کرنا ضروری ہے تا کہ عوام کو یقین دلایا جا سکے کہ طاقت کے استعمال کا مقصد لوگوں کو مارنے کی بجائے ان کی زندگیوں کو تحفظ دینا ہے۔

منگل کو جاری ہونے والے بیان میں کمیشن نے کہا کہ ''پیر کے روز ڈسکہ میں پولیس کے ہاتھوں دو وکلاء کی ہلاکت نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو پریشان کن صورتحال سے دوچار کر دیا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق تحصیل ڈسکہ کی میونسپل انتظامیہ (ٹی ایم اے) کے دفتر کے باہر وکلاء نے ٹی ایم اے کے عملہ کے چند افراد پر حملہ کر دیا جس پر عملہ نے اپنی حفاظت کے لیے پولیس کو طلب کر لیا۔ پولیس کی مداخلت کا جواز کچھ بھی ہو، پولیس کی طرف سے طاقت کے بے محابہ استعمال کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

حکومت نے واقعہ کی تحقیقات کروانے کا حکم دیا ہے۔ تحقیقات سے ہی معلوم ہوگا کہ طاقت کا جو استعمال کیا گیا اس کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ بہرحال یہ پہلی بار نہیں ہے کہ ریاست کی جابرانہ طاقت کو صوبے میں پولیس کے ذریعے لوگوں کو قتل کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے ذرا ذرا سی بات پر پولیس کی طرف سے بندوق چلانا ایک رسم بنتی جا رہی ہے۔ ڈسکہ کا واقعہ متقاضی ہے کہ اس بات پر تفصیل کے ساتھ غور و خوض کیا جائے کہ قتل کے ایسے واقعات ہماری زندگی کا معمول کیوں بنتے جا رہے ہیں اور انہیں کیسے روکا جا سکتا ہے۔ محکمہ پولیس کی طرف سے ایسے واقعات کا ہونا کیا ظاہر کرتا ہے۔ اس بات کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ مختلف سماجی طبقات سے اس بارے میں رائے لی جائے، ان سے مشورہ کیا جائے تا کہ اس مسئلہ کو مستقل بنیادوں پر حل کرنے کی طرف قدم اٹھایا جا سکے''۔

''دو وکلاء کے قتل میں ملوث پولیس افسر کی گرفتاری اور فائرنگ میں ملوث دوسرے ملزموں کی گرفتاری اور ان کے خلاف درج کئے جانے والے مقدمات سے ثابت ہونا چاہئے کہ تحقیقات شفاف طریقے سے ہوئی ہے اور اس واقعہ کے ذمہ داروں کو قرار واقعی سزا بھی ملنی چاہئے۔ ان المناک واقعات کا ایک اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ متعدد شہروں میں وکلاء نے متشددانہ مظاہرے کئے۔ اگر چہ شہریوں کا یہ حق ہے کہ وہ جان سکیں کہ حکومت نے المناک اموات کے بعد صورتحال پر قابو پانے کے لئے زیادہ موثر کردار کیوں ادا نہیں کیا''۔

''ایچ آر سی پی وکلاء سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ معاشرے کا باعزت اور بے حد باشعور طبقہ ہونے کے باعث اپنی صفوں کو منظم رکھیں اور اپنے احتجاجوں میں تشدد کے عنصر کو داخل ہونے سے روکیں تا کہ سرکار اور عوام کی ملکیتوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے اس لئے کہ یہ نقصان اجتماعی نقصان ہوتا ہے۔ تشدد کا راستہ اختیار کرنے سے وہ عوام کی ہمدردی کھو بیٹھیں گے۔ اس کے علاوہ ایک غلط مثال قائم کریں گے اس لئے کہ ہمارا سماج پہلے ہی کافی حد تک تشدد کا نشانہ بن چکا ہے''۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔26 مئی،2015]

مستونگ میں ہونے والی ہلاکتیں قابل مذمت ہیں

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے 29 مئی کو ضلع مستونگ میں کراچی جانے والی دو بسوں کے کم از کم 21 مسافروں کی ہلاکت کی شدید مذمت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ملزموں کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے اور شاہراؤں پر سفر کو تشدد کے ان ظالمانہ واقعات سے محفوظ بنایا جائے۔

ہفتہ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''ایچ آر سی پی 29 مئی کو مستونگ میں پیش آنے والے دہشت گردی کی خوفناک کاروائی کی شدید مذمت کرتا ہے جس میں کراچی جانے والی دو بسوں کے کم از کم 21 مسافروں کو اغوا کر کے قتل کر دیا گیا۔

ایچ آر سی پی سکیورٹی کے مجموعی فقدان اور اس عام لاقانونیت کی بھی مذمت کرتا ہے جس میں قاتلوں کو بالخصوص بسوں کے مسافروں کے خلاف غارت گری کو آسان بنانے کے لیے جدید ہتھیار اور سکیوٹی فورسز کی وردی کے حصول میں زیادہ مشکل پیش نہیں آتی۔ 29 مئی کی رات سے جس قسم کے رجعتی رد عمل کا اظہار کیا جا رہا ہے اس کی بجائے بس کے مسافروں پر حملوں کے پریشان کن رجحان، جن کا ارتکاب اکثر سکیورٹی فورسز کی وردی میں ملبوس مجرم کرتے ہیں، کا مقابلہ وقوعے میں ملوث گروہوں کی شناخت کر کے انہیں انصاف کے کٹہرے میں لا کر کرنے کی ضرورت ہے۔

بعض شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ متاثرین کو ان کی لسانی شناخت کے باعث نشانہ بنایا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے۔ ہمیں حکام کے اس موقف سے مکمل اتفاق ہے کہ یہ حملے ملک میں امن کے خلاف سازش ہیں۔ تاہم ہمارے خیال میں اس معاملے کو ترجیح دینے، اس پر توجہ دینے اور اس کے حل کے لیے مستقل عزم کے اظہار کے لیے بہتر اقدامات کی فوری ضرورت ہے تا کہ ایسے حملوں کو روکا جا سکے اور مجرموں کی نشاندہی ہو سکے اور انہیں سزا دی جا سکے۔

گزشتہ ایام کے دوران 'فرقہ وارانہ' تشدد کے متعدد واقعات میں کوئٹہ میں ہزارہ برادری کے افراد کا قتل بھی نہایت قابل مذمت ہے اور اس سے ان متعدد عناصر کے خلاف فوری کارروائی کی ضرورت اجاگر ہوئی ہے جو کہ شہریوں کو قتل کرنے پر مصر ہیں۔ ان کے خلاف وقفے وقفے سے جوابی کارروائی کی بجائے ایک باقاعدہ طے شدہ منصوبے کے تحت کارروائی عمل میں لائی جائے۔ اگر دہشت گردی کے خلاف قومی ایکشن پلان کے تحت مستونگ اور کوئٹہ میں ہونے والی ہلاکتوں میں ملوث عناصر کے خلاف کوئی کارروائی کی گئی ہے تو حکام کو اس کی وضاحت کرنی چاہئے۔ مختلف روپ دھارے دہشت گرد، جن کا مقصد اپنے مذموم مقاصد کو فروغ دینا ہے، اُنہیں لسانی فرقہ وارانہ اختلافات کے نام پر خون بہانے سے روکنے کے لیے حکام کے پاس جو ایجنڈا ہے، اُس سے بھی عوام کو آگاہ کیا جائے۔

[پریس ریلیز۔لاہور۔30 مئی،2015]

انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ پر زور

انسانی حقوق کے بہادر کارکن راشد رحمٰن کی برسی کے موقع پر تقاریب منعقد کی گئیں

گلگت بلتستان 07 مئی، 2015 کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق گلگت بلتستان چیپٹر کے زیر اہتمام گلگت میں انسانی حقوق کے معروف کارکن راشد رحمان کی پہلی برسی کے موقع پر ''انسانی حقوق کے محافظوں کو درپیش مشکلات اور ان کا تحفظ'' کے عنوان سے ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں انسانی حقوق کے کارکنوں کے علاوہ ذرائع ابلاغ، وکلاء اور سول سوسائٹی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ اجلاس کا مقصد ملک میں انسانی حقوق کے متحرک کارکنوں کے قتل کے واقعات میں اضافے کی مذمت کرنا اور انسانی حقوق کے حصول کے لئے منظّم جدوجہد کو یقینی بنانا تھا۔ مقررین نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ معاشرے میں بسنے والے ہر انسان کو دوسرے انسانوں کے حقوق کا احترام کرنا اور انسانی حقوق کے محافظ کا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے معاشرے میں انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو مختلف طریقوں سے ہراساں کیا جاتا ہے اور گزشتہ کئی سالوں سے انسانی حقوق کے کارکنوں کے قتل کے کئی واقعات رونماء ہو چکے ہیں جن میں وکلاء اور میڈیا سے منسلک افراد جو معاشرے کے محروم اور پسے ہوئے طبقوں کے لئے آواز اٹھاتے ہیں شامل ہیں۔ انسانی حقوق کے کارکن سبین محمود، ایڈووکیٹ راشد رحمان صدیق اور پروین رحمان، صدیق عیدو، زرطیف آفریدی، نعیم صاب اور ملک جرار حسین کا قتل اس ظلم و جبر کی نمایاں مثالیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ سال 2 0 1 4 میں پاکستان میں میڈیا کے شعبے سے منسلک 14افراد قتل کر دیئے گئے۔ گلگت بلتستان میں سال 2014 کے دوران صحافیوں کو ڈرانے دھمکانے اور ان پر حملوں کے 7 واقعات رونما ہوئے۔ اسی طرح گلگت بلتستان میں میڈیا سے وابستہ افراد اور اداروں پر کئی مقدمات قائم کیے گئے۔ گلگت بلتستان میں 41 سیاسی سماجی اور انسانی حقوق کے کارکنوں پر غداری اور دہشت گردی کے مقدمات قائم کئے گئے ہیں۔ اجلاس میں موجود شرکاء نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ اگر انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والے مختلف شعبوں سے وابستہ افراد پر تشدد اور قتل کرنے، ڈرانے دھمکانے اور ان کو مختلف طریقوں سے ہراساں کرنے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو سماج میں محرومی، تباہی اور انصاف کی عدم دستیابی کا عمل ختم نہیں ہو سکے گا۔ انھوں نے کہا کہ حقوق کے لئے پرامن احتجاج کرنا ہر شہری کا بنیادی حق ہے، کوئی بھی طاقت کسی بھی شہری کو اس آئینی حق سے محروم نہیں کر سکتی۔ معاشرے میں ناانصافی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف متحد ہو کر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے کہا کہ حق کے راستے پر چلنے والوں اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو ہراساں کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں خوف کی فضا قائم ہے، ہر طرف خاموشی کا ماحول ہے۔ قانون کی دھجیاں اڑانے والوں کو تحفظ ملتا ہے جبکہ مظلوم اور معاشرے کے غریب عوام کی مسلسل حق تلفی جاری ہے۔ ان

> معاشرے میں ناانصافی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف متحد ہو کر آواز اٹھانے کی ضرورت ہے۔ حق کے راستے پر چلنے والوں اور ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو ہراساں کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں خوف کی فضا قائم ہے، ہر طرف خاموشی کا ماحول ہے۔ قانون کی دھجیاں اڑانے والوں کو تحفظ ملتا ہے جبکہ مظلوم اور معاشرے کے غریب عوام کی مسلسل حق تلفی جاری ہے۔ ان مخدوش حالات میں ہر فرد اور تمام سیاسی جماعتوں پر فرض ہے کہ وہ انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کریں اور سیاسی پارٹیاں اس اہم مسئلہ کو اپنے منشور کا حصہ بنائیں۔

مخدوش حالات میں ہر فرد اور تمام سیاسی جماعتوں پر فرض ہے کہ وہ انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کریں اور سیاسی پارٹیاں اس اہم مسئلہ کو اپنے منشور کا حصہ بنائیں، انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق انسانی حقوق کے کارکنوں کی حفاظت اور ان کے کام کے لئے سازگار ماحول پیدا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اجلاس سے سپریم ایپلیٹ کورٹ بار ایسوسی ایشن گلگت بلتستان کے صدر ایڈووکیٹ احسان علی، انٹرنیشنل ہیومن رائٹس ابزرور کے صوبائی کوآرڈنیٹر محمد فاروق، ایچ آر سی پی کے گلگت بلتستان کے کوآرڈنیٹر اسرارالدین اسرار، سینئر صحافی کامریڈ اکبر شاہ، طارق حسین، یونس علی، سیاسی کارکن ابرہیم، برہان اللہ، انسانی حقوق کے کارکن اقبال علی، گلگت یوتھ فیڈریشن کے صدر فیضان میر، خواتین کے حقوق کی کارکن نازنین کے علاوہ دیگر مقررین نے خطاب کیا۔ اجلاس کے شرکاء نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

سول سوسائٹی گلگت بلتستان کا آج کا یہ اہم اجلاس اس امر پر تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ پاکستان بھر میں انسانی حقوق پر کام کرنے والے معروف کارکنوں کے قتل اور ان کو ہراساں کرنے کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور ان واقعات میں ملوث افراد کو قانون کے کٹہرے میں لانے میں حکومت ناکام نظر آتی ہے۔ حکومت انسانی حقوق کے کارکنوں کی حفاظت میں سنجیدہ نہیں دکھائی دے رہی ہے اس لئے انسانی حقوق کے کارکن پہلے کی نسبت زیادہ غیر محفوظ ہو گئے ہیں۔ گلگت بلتستان میں ایک سال سے کم عرصے میں 41 سماجی، سیاسی اور انسانی حقوق کے کارکنوں پر غداری اور دہشت گردی کے جھوٹے اور من گھڑت مقدمات بنا کر ان کی آواز دبانے کی کوشش کی گئی جو کہ علاقے میں انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والے افراد کو دیوار سے لگانے کے مترادف ہے۔ ایک سال گزرنے کے باوجود راشد رحمان کے قاتلوں کی عدم گرفتاری اور انسانی حقوق کے دیگر معروف کارکنوں جن میں سبین محمود اور پروین رحمان، ملک جرار حسین، صدیق عیدو، نعیم صابر اور زرطیف آفریدی کا نام سرفہرست ہے، کے قتل کے واقعات سے اس کی سنگینی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور ان واقعات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حکومت انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق انسانی حقوق کے کارکنوں کی حفاظت میں سنجیدہ نہیں ہے جو کہ تشویش کا باعث ہے۔ لہذا گلگت۔بلتستان کی سول سوسائٹی حکومت سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ گلگت۔بلتستان سمیت پاکستان بھر میں انسانی حقوق کے کارکنوں کی حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات بروئے کار لائے۔

۱۔ گلگت بلتستان میں سیاسی، سماجی اور انسانی حقوق کے کارکنوں پر قائم کئے گئے مقدمات ختم کیے جائیں۔

۲۔ انسانی حقوق کے کارکنوں اور صحافیوں کو معلومات تک رسائی کیلئے جامع پالیسی بنائی جائے۔

۳۔ وکلاء کے تحفظ کیلئے پالیسی بنائی جائے۔

۴۔ سیاسی جلوسوں اور مختلف طبقہ ہائے فکر کی طرف سے منعقد کئے گئے پرامن احتجاجی مظاہروں پر پولیس کی طرف سے دھاوا بولنے اور ان مظاہروں میں تقریر کرنے والوں پر مقدمات بنانے کی روایت ختم کی

جائے۔

۵۔ انسانی حقوق کی تعلیم دینے اور انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والے افراد کے لئے سازگار ماحول پیدا کیا جائے اور ان کی حفاظت یقینی بنانے کے لئے قانون سازی کی جائے۔ اس سلسلے میں بین الاقوامی قوانین کا احترام کیا جائے۔

۶۔ پاکستان میں انسانی حقوق کے علمبردار سبین محمود، راشد رحمان اور پروین رحمان، محمد صدیق عیدو، زرطیف آفریدی، ملک جرار حسین اور نعیم صابر کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے۔

> ضرورت اس امر کی ہے کہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں متحد اور انسانی حقوق کے کارکنوں / محافظین کے تحفظ کے لیے آواز بلند کریں کیونکہ ریاست انسانی حقوق کے کارکنوں / محافظین کو تحفظ دینے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔

۷۔ گلگت بلتستان کے انتخابات میں حصہ لینے والی تمام سیاسی جماعتوں پر لازم ہے کہ وہ صحافیوں، سیاسی، سماجی اور انسانی حقوق کے کارکنوں، بچوں، خواتین اور محروم طبقوں کے تحفظ کیلئے اقدامات سے متعلق نقاط اپنے منشور میں شامل کریں۔

آخر میں آج کا اجلاس عہد کرتا ہے کہ آئندہ گلگت بلتستان میں موجود سول سوسائٹی کی تنظیمیں انسانی حقوق کے کارکنوں کی حفاظت کے لئے مل کر کام کریں گی۔

(اسرارالدین اسرار)

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سپیشل ٹاسک فورس ملتان کی جانب سے 7 مئی 2015ء کو انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ اور ان کے درپیش مسائل کے حوالے سے ملتان پریس کلب میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ملتان کی سول سوسائٹی کے عہدیدران، وکلاء، صحافیوں اور شہریوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ سیمینار میں ایچ آر سی پی، سپیشل ٹاسک فورس کے سابق کوآرڈینیٹر اور عظیم رہنماء راشد رحمان خان کی پہلی برسی پر انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا۔ سیمینار میں کراچی سے آئے معروف کالم نگار ڈاکٹر پروفیسر توصیف احمد خان نے شرکت کی جبکہ دیگر مقررنین میں نفیس احمد انصاری ایڈووکیٹ، اطہر رحمان خان ایڈووکیٹ، اکرم خرم ایڈووکیٹ، حسن ارشد خان، جمشید رضوانی، ضیاء الرحمان، ہائی سینٹ پیٹر، زہرہ سجاد زیدی، عمرانہ کومل، کامریڈ ندیم پاشا، عمانوایل عاصی، سہیل جاوید اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے راشد رحمان خان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ جنوبی پنجاب کے مزدوروں، کسانوں، خواتین، اقلیتوں اور دیگر محروم طبقات کے لئے آواز اٹھانے والے راشد رحمان کو صرف اس جرم میں ناحق قتل کر دیا گیا کہ وہ شخص معاشرے کے ان مظلوم اور کمزور لوگوں کے لیے آواز بلند کرتے تھے۔ معاشرے کے بظاہر بڑے مگر دراصل ظالم اور جابر جاگیرداروں کے سامنے آہنی دیوار بن جاتے تھے اور جنوبی پنجاب میں ہونے والے مظالم کے خلاف مظلوموں کی دادرسی کرتے تھے۔ جبری مشقت کے خاتمے اور خواتین کے حقوق کی بات کرتے تھے۔ یہی وہ جرم تھے راشد رحمان کے جس پر اس عظیم رہنماء کو اتنی بڑی سزاء دی گئی۔ شرکاء نے مزید کہا کہ اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ جرائم ہیں تو ہم سب یہ جرائم بار بار کرتے رہیں گے۔ راشد رحمان کا خون رائیگاں نہیں جائے گا اور انکی بحیثیت انسانی حقوق کے کارکن کی جو خدمات ہیں وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ شرکاء نے انسانی حقوق کے دیگر محافظین جن میں سبین محمود، پروین رحمان، زرطیف آفریدی، ملک جرار حسین، صدیق عیدو اور نعیم صابر کو بھی سراہا اور کہا کہ ان تمام رہنماؤں نے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک قربان کر دی۔ حکومت ان تمام رہنماؤں کے قاتلوں کو جلد بے نقاب کر کے قانون کے مطابق سخت سے سخت سزا دے۔ شرکاء نے اس بات پر بھی زور دیا کہ ریاست تمام انسانی حقوق کے محافظین کی سلامتی و تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر آئینی طریقہ سے بہتر سے بہتر اقدامات کرے۔ انسانی حقوق کے محافظین کے خلاف درج جعلی اور بے بنیاد مقدمات کو فوری خارج کیا جائے اور ان محافظین کے خلاف خوف و ہراس کے سلسلے کو بھی بند کیا جائے۔ انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش خطرات اور تشدد جیسے واقعات کو فی الفور روکا جائے اور ایسے واقعات کی آزادانہ تحقیقات کرائی جائیں۔ انسانی حقوق کے محافظین کو معلومات تک رسائی سے بھی نہ روکا جائے کیونکہ معلومات کی آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے جو حکومت کو جوابدہ ٹھہرانے، شفافیت کو یقینی بنانے اور بیشتر حقوق کے حصول کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔ شرکاء نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ انسانی حقوق کے محافظین کے تحفظ، سلامتی اور تحفظ کے لئے 1998 میں منظور ہونے والے اقوام متحدہ کے اعلامیہ اور ان سفارشات پر عمل کرنا چاہیے جو حکومت نے دیگر ممالک سے لی تھیں۔ حکومت پاکستان نے ان شفارشات کو 2012 میں انسانی حقوق کونسل کے اجلاس کے دوران قبول کیا تھا۔ شرکاء نے مزید کہا کہ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ سول سوسائٹی کی تنظیمیں متحد ہو جائیں اور انسانی حقوق کے کارکنوں / محافظین کے تحفظ کے لیے آواز بلند کریں کیونکہ ریاست انسانی حقوق کے کارکنوں / محافظین کو تحفظ دینے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے۔ شرکاء کی جانب سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ حکومت انسانی حقوق کے شہید محافظین کے اہل خانہ کو تحفظ فراہم کرے اور ان کی معاشی مدد بھی کرے۔ سیمینار کے آخر میں سٹیج سیکرٹری اور HRCP ملتان کے کوآرڈینیٹر فیصل تنگوانی نے تمام شرکاء سیمینار کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ HRCP انسانی حقوق کی جدوجہد میں سول سوسائٹی کے ساتھ مل کر کام کرتا رہے گا۔ کیونکہ ہم انسانی حقوق پر یقین رکھتے ہیں۔ سیمینار کے اختتام پر تمام شرکاء کی جانب سے پریس کلب ملتان کے سامنے مرحوم جناب راشد رحمان خان کی یاد میں اور انسانی حقوق کے لیے ان کی بے لوث خدمات کے اعتراف میں شمعیں روشن کی گئیں۔

(ایم اکمل، ایچ آر سی پی، ملتان ٹاسک فورس)

تربت 7 مئی کو ایچ آر سی پی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کے زیر اہتمام ''انسانی حقوق کے بچھڑے ہوئے محافظ ساتھیوں کی یاد میں مظاہرہ'' کے موضوع پر پریس کلب کے سامنے ایک پر امن مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین اپنے

> انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش خطرات اور تشدد جیسے واقعات کو فی الفور روکا جائے اور ایسے واقعات کی آزادانہ تحقیقات کرائی جائیں۔ انسانی حقوق کے محافظین کو معلومات تک رسائی سے بھی نہ روکا جائے کیونکہ معلومات کی آزادی ایک بنیادی انسانی حق ہے جو حکومت کو جوابدہ ٹھہرانے، شفافیت کو یقینی بنانے اور بیشتر حقوق کے حصول کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔

ہاتھوں میں مختلف نعروں سے مزین پلے کارڈز اُٹھائے ہوئے تھے۔ محمد کریم گچکی، خان محمد جان اور غنی پرواز نے مظاہرین سے خطاب کیا۔ اور سبین محمود، راشد رحمان، زرطیف آفریدی، نعیم صابر، محمد صدیق عیدو اور ملک جرار حسین کو یاد کر کے ان کی خدمات کا ذکر کیا اور اُنہیں خراج عقیدت اور خراج تحسین پیش کیا۔ وش نیوز چینل کے نمائندوں ماجد صمد، اور ایاز اسلم نے وش نیوز چینل اور آج نیوز چینل کے نمائندہ لعل بخش قومی نے اور ایکسپریس کراچی کے نمائندہ طارق مسعود نے بھی مظاہرے میں شرکت کر کے مذکورہ صحافتی اداروں کی نمائندگی کی۔ نظامت کے فرائض کلیم بلوچ نے سرانجام دیئے تھے۔

(غنی پرواز)

بس پرحملہ، اسماعیلی کمیونٹی کے 43افراد ہلاک

کراچی 13 مئی کوسندھ کے دارالحکومت کراچی میں بس پر مسلح افراد کے حملے کے نتیجے 43افراد ہلاک اور 20 سے زائد زخمی ہوئے۔صفوراچورنگی کےقریب سنسان مقام پر بس کوروکا گیا۔بس میں 50 سے 60افرادسوار تھےجن میں خواتین کی بھی بڑی تعدادشامل تھی۔حملہ آوربس میں داخل ہوئے اور ڈرائیورکوگولی ماری بعدازاں دیگرافرادکونشانہ بنایا گیا۔اکثرافرادکوسر پرگولیاں ماری گئیں۔بس میں اسماعیلی کمیونٹی کےافرادسوار تھے-آئی جی سندھ غلام حیدجمالی نے بتایا کہ بس میں 60افرادسوار تھےجن میں سے 43افرادکی ہلاکت ہوئی ہے جبکہ زخمیوں میں خواتین بھی شامل ہیں۔واقعہ کے حوالے سےانہوں نے مزید بتایا کہ 3 موٹرسائیکلوں پرسوار 6دہشت گردوں نے بس میں گھس کرفائرنگ کی۔ان کا کہنا تھا کہ ہلاک ہونے والوں میں 16 خواتین اور 27 مرد شامل ہیں۔ریسکیو ذرائع نے ایک عینی شاہد کے حوالے سے بتایا کہ 'حملہ آوروں نے پولیس کی وردیاں پہن رکھی تھیں'۔عینی شاہد کا کہنا تھا کہ حملہ آوروں میں سے 3 نے وردیاں پہنی ہوئی تھیں جبکہ 3 سادہ لباس میں تھے۔فائرنگ کے واقعہ میں استعمال ہونے والے اسلحے کےحوالے سےانہوں نے بتایا کہ فائرنگ کی جگہ سے نائن ایم ایم گولیوں کے خول ملے ہیں۔ایک سینیئر پولیس افسر نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ بس میں اسماعیلی کمیونٹی کےافرادسوار تھے۔ذرائع کے مطابق 3 موٹرسائیکلوں پر 6 مسلح افرادسوار تھے جنھوں نے بس کو پہلے روکا اور پھر بس میں داخل ہوکر پہلے ڈرائیور پرفائرنگ کی بعدازاں سوارافرادکونشانہ بنایا۔فائرنگ شروع ہوتے ہی علاقے میں بھگدڑ مچ گئی اور مارکیٹ مکمل طور پر بند ہوگئی۔بس معمول کے مطابق مسافروں کولے کرالاظہرگارڈن سے عائشہ منزل کےقریب فیڈرل-بی ایریا جارہی تھی۔سیکریٹری الاظہرگارڈن کا کہنا ہے کہ بس صبح 9 بجے روانہ ہوئی،جس پرساڑھے 9 بجے حملہ کیا گیا۔اطلاع ملنے پر پولیس اوررینجرز کے ساتھ ساتھ امدادی رضا کارمتاثرہ مقام پر پہنچے اور امدادی سرگرمیاں شروع کیں۔پولیس کا کہنا تھا کہ بس میں سوارافرادکراچی کے علاقے اسکیم 33 سے عائشہ منزل جارہے تھے،ان کوصفوراچورنگی کےقریب غازی گوٹھ کے مقام پرسنسان مقام پرروکا گیا۔حکام کے مطابق بس میں سوارافرادروزانہ اس مقام سے گزرتے تھے جبکہ معمول کے مطابق یہ افرادآج بھی عائشہ منزل جارہے تھے۔ذرائع کا کہنا تھا کہ حملہ آوربس میں داخل ہوئے اور فائرنگ کی تاکہ زیادہ سے زیادہ افرادکونشانہ بنایا جاسکے۔بس پر باہرکی جانب گولیوں کے نشانات موجودنہیں تھے،جس سے ظاہرہوتا ہے کہ مسلح ملزمان نے بس کے اندر سے ہی فائرنگ کی۔ذرائع کے مطابق ڈرائیورنے انتہائی بہادری کا مظاہرہ کیااورگولی لگنے کے باوجوداسی حالت میں بس چلاکرقریب واقع نجی اسپتال پہنچائی،جہاں زخمیوں کوفوری طبی امداددیناشروع کی گئی۔کئی زخمیوں کی حالت تشویشناک ہونے پرمیمن میڈیکل سینٹر،سول اسپتال اورعباسی شہیداسپتال سمیت دیگرسرکاری اسپتالوں میں منتقل کیا گیا۔پولیس اوردیگرسیکیورٹی اداروں نے متاثرہ مقام سےشواہدجمع کرنا شروع کردیئے۔خبررساں ادارے رائٹرز کے مطابق پاکستانی طالبان سے علیحدگی اختیارکرنے والے شدت پسندگروپ جنداللہ نے واقعے کی ذمہ داری قبول کرلی۔جنداللہ کے ترجمان احمدمروت نے رائٹرز سے بات کرتے ہوئے کراچی میں بس پرفائرنگ کی ذمہ داری قبول کی۔پاکستان میں مقیم اسماعیلی برادری اورکالاش قبائل کوکالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کی جانب سے اکثروبیشتردھمکیاں دی جاتی رہی ہیں۔گزشتہ برس فروری میں 50 منٹ کی ایک وڈیو میں ٹی ٹی پی میڈیاونگ نے اپنی ویب سائٹ پراسماعیلی مسلمانوں اورکالاش برادری کے خلاف 'مسلح جدوجہد' کا اعلان کیا تھا۔وڈیو میں ایک دہشت گردنے کالاش برادری کےافرادکودھمکاتے ہوئے کہا کہ وہ یاتواسلام قبول کرلیں یا پھرمرنے کے لیے تیارہوجائیں۔کراچی میں فائرنگ کے واقعے کے بعدآرمی چیف جنرل راحیل شریف نے اپنادورہ سری لنکامنسوخ کیا۔اس بات کااعلان انٹرسروسز پبلک ریلیشنز (آئی ایس پی آر) کےترجمان میجرجنرل عاصم سلیم باجوہ نے ٹوئٹر پراپنے پیغام میں کیا۔کراچی میں بس پرفائرنگ کے نتیجے میں بےگناہ افرادکی ہلاکت پروزیراعظم نوازشریف، پاکستان پیپلزپارٹی (پی پی پی) کےشریک چیئرمین آصف علی زرداری،امیر جماعت اسلامی سینیٹرسراج الحق،متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیوایم) کے قائد الطاف حسین اور پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کےچیئرمین عمران خان سمیت دیگر نے شدیدمذمت کی ہے۔ (نامہ نگار)

فکری آزادی کے تحفظ اور جبری گمشدہ افراد کی بازیابی کا مطالبہ

تربت ایچ آرسی پی اسپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کے مئی 2015 کاماہانہ اجلاس 10 مئی کوبروزاتوارصبح گیارہ تادوپہرڈیڑھ بجےاپنے دفترواقع تربت میں منعقدرہا۔جس میں خواتین اورمردوں نے کثیر تعدادمیں شرکت کی۔جن میں شہنازشبیر،گل نازشبیر،غنی پرواز،جمال پیرمحمد،کریم بخش دشتی،مراداسماعیل،مرادجان دیدگ،علی چراگ،خان محمدجان،محمدکریم گچکی،فضل کریم،شگراللہ یوسف،مہراللہ گچکی،سفرخان،ظہیرشفیق شاداوردیگرشامل تھے۔اجلاس کےآغاز میں انسانی حقوق کےکارکن شوکت علی کے ناگہانی انتقال پرایک منٹ کی خاموشی اختیارکی گئی۔بعض ساتھیوں نے مختلف موضوعات ومسائل پرر پورٹیں پیش کیں،جن میں شہنازشبیر،کریم بخش دشتی،خان محمدجان،مراداسماعیل اورفضل کریم شامل تھے۔اس کے بعد’’فکری آزادی کی اہمیت اوراس کی راہ میں حائل رکاوٹیں‘‘ کےخصوصی موضوع پرگفتگوشروع ہوگئی۔سب سے پہلےغنی پروازنے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اسےایک سوال کی شکل میں تمام شرکاء سے پوچھا کہ اگرکسی ملک اورمعاشرے میں لوگوں کی روزگار،رہائش،تعلیم اورصحت سمیت تمام ضروریات پوری ہوں توکیا ایسی صورت میں فکری آزادی کی ضرورت ہوگی یانہیں؟اوراگرضرورت ہوگی توکس حدتک؟کم،زیادہ،یالامحدود؟اوراس کے سامنےکون کونسی رکاوٹیں حائل ہیں؟شہنازشبیر،شگراللہ یوسف،علی چراگ،کریم بخش دشتی،محمدکریم گچکی،ظہیرشفیق شاد،مراداسماعیل،خان محمدجان اورفضل کریم نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ زندگی کی دیگرمادی اورروحانی ضروریات کی طرح فکری آزادی بھی ہرجگہ،ہروقت اورہرصورت میں ضروری ہوتی ہے۔اول اس لئے کہ یہ بھی زندگی کی دیگرضروریات کی مانندایک ضرورت ہےاوردوئم اس لئے کہ اس کے بغیرباقی ضروریات کاحصول بےحدمشکل ہوگا۔سوئم اس لئے کہ اس کے بغیرکسی قسم کی تبدیلی،ترقی،تخلیق،اورایجادناممکن ہے۔اسی طرح اکثرنے بتایا کہ ہمارے ملک اورمعاشرے میں اس کے سامنے کئی رکاوٹیں حائل ہیں،جن میں مذہبی انتہاپسندی،آمریت،غیرجمہوری سوچ،جہالت،غربت محتاجی اور بعض ریاستی ادارے شامل ہیں۔بعض شرکاءکا یہ کہنا تھا کہ فکری آزادی اُس وقت ہوگی جب جمہوریت ہو،لیکن نہ ہماری سوسائٹی جمہوری ہے،نہ ریاست صحیح معنوں میں جمہوری ہےاورنہ ہی لوگوں کی سوچ جمہوری ہے۔بعض نے یہ بھی بتایا کہ فکری آزادی کاتحفظ فلاحی جمہوری مملکت میں ہی ممکن ہے۔چونکہ ہماراملک ابھی تک نہ صحیح معنوں میں جمہوری بن سکاہےاورنہ ہی فلاحی مملکت،اس لئے یہاں فکری آزادی محض ایک سنہرےخواب کےسوااورکچھ نہیں ہے۔اجلاس کےآخرمیں جمال پیرمحمدنے اجلاس کی طرف سے پانچ قراردادیں پیش کیں جنہیں اتفاق رائے سے منظورکرلیا گیا۔قراردادوں کاخلاصہ اس طرح تھا۔پہلی قرارداد میں واضح کیا گیا تھا کہ اقوام متحدہ کے چارٹراورانسانی حقوق کے عالمی منشور کے مطابق فکری آزادی ہرفرد،گروہ اورقوم کابنیادی انسانی حق ہے۔مگرہمارے ہاں حالت یہ ہے کہ اگرکسی گروہ،تنظیم یاادارے کوکسی کی فکر پسندنہ ہو،تواس کےاظہار پراس کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔اس کی تازہ ترین مثال محترمہ سبین محمودجیسی انسانی حقوق کی عظیم کارکن کاقتل ہے۔چونکہ اس اجلاس کے نزدیک اس عمل سے تمام قومی،جمہوری اورانسانی اقدارکوبےحدنقصان پہنچاہے۔اس لئے اس عمل کویہ اجلاس بہت ہی برا،گھناؤنااوروحشیانہ عمل قراردے کراس کی مذمت کرتا ہے۔ (غنی پرواز)

غیرت کے تصور نے ایک اور چراغ گُل کر دیا

مظفرگڑھ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سپیشل ٹاسک فورس ملتان کو اطلاع موصول ہوئی کہ 24اپریل کوملتان سےتقریبا 40/50 کلومیٹر دور ضلع مظفرگڑھ کے علاقہ گوہرٹاؤن میں لیڈی ڈاکٹرثمینہ منظورکواس کے والدمنظور حسین اور بھائی کاشف منظور نے غیرت کے نام پر کلہاڑیوں کے وارکر کے قتل کر دیا تھا۔واقعہ کی جانچ پڑتال کے لیے ٹاسک فورس نے ایک ٹیم تشکیل دی اور واقعے کے متعلق حقائق کی چھان بین کی اور درج ذیل معلومات حاصل کیں۔

ڈی پی او مظفرگڑھ:

ایچ آر سی پی ملتان کی ٹیم مظفرگڑھ میں جائے وقوعہ پر پہنچی تو معلوم ہوا کہ اس مقدمہ کی مدعی پولیس ہے کیونکہ وارثان میں سے کوئی مدعی بننے کو تیارنہیں تھا۔چنانچہ ٹیم سب سے پہلے DPO مظفرگڑھ رائے ضمیرالحق کے پاس پہنچی اور وقوعہ بارے دریافت کیا۔DPO مظفرگڑھ نے ٹیم کو بتایا کہ 24اپریل کوصبح 10 بجے دن مقتولہ کے والد منظور حسین اور بھائی کاشف منظور نے مقتولہ لیڈی ڈاکٹرثمینہ منظورکواس وقت قتل کر دیا جب وہ ٹیلی فون پر معظم نامی شخص (جس سے وہ پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی) سے بات کر رہی تھی۔لیڈی ڈاکٹر ثمینہ بی بی اپنی والدین کی مرضی کے خلاف اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی۔مگر مقتولہ کا والد اور بھائی اس بات کے شدید خلاف تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مقتولہ ان کی مرضی کے مطابق شادی کرے۔DPO مظفرگڑھ نے کیس کے متعلق مزید بتایا کہ ملزمان منظور حسین اور کاشف گرفتار ہو چکے ہیں اور خون آلود کلہاڑا بھی برآمد کر لیا گیا ہے۔جس سے مقتولہ کو قتل کیا گیا تھا۔مزید بتایا کہ DSP سٹی احسان اللہ شاد اس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔ ان سے مقدمے کے بارے مزید معلومات مل سکتی ہیں۔

ڈی ایس پی سٹی کا موقف:

HRCP کی ٹیم نے DSP سٹی سے ان کے دفتر میں جا کر مقدمے بارے معلومات حاصل کیں۔جنھوں نے بتایا کہ جب ملزمان نے مقتولہ لیڈی ڈاکٹرثمینہ بی بی کو قتل کر دیا تو اسی وقت 1122 کوفون کر کے ملزمان نے اس واقعے سے آگاہ کیا۔پولیس کو 1122 نے تقریبا3 گھنٹے بعد اطلاع دی۔جب ہم جائے وقوعہ پر پہنچے تو انھوں نے نعش کو دفن کر دیا تھا۔ہم نے ملزمان کو گرفتار کر لیا اور ان سے کلہاڑی بھی برآمد کر لی۔مقتولہ کے خاندان میں سے کوئی بھی فرد مقدمہ کا مدعی بننے کو تیار نہیں تھا۔جس کی وجہ سے پولیس کو خود مدعی مقدمہ بننا پڑا۔ مقدمہ کا مدعی تھانہ سول لائن کا سب انسپکٹر لیاقت علی ہے۔علاقہ مجسٹریٹ مظفرگڑھ کو قبر کشائی کی درخواست دی ہوئی ہے جو کہ زیر سماعت ہے۔

لیاقت علی، مدعی مقدمہ کا بیان:

مدعی مقدمہ لیاقت علی SI تھانہ سول لائن نے HRCP کی ٹیم کو بتایا کہ ڈاکٹرثمینہ منظور ولد منظور حسین چھینہ سکنہ گوہرٹاؤن لیڈی ڈاکٹر تھی اور جن پور،ضلع رحیم یارخان میں ملازمت کرتی تھی اور معظم نامی شخص جو لاہور کا رہائشی ہے سے پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی جبکہ اس کا والد چاہتا تھا کہ ثمینہ بی بی اسکی مرضی کے مطابق اپنے چچازاد بھائی جو کہ پولیس کانسٹیبل ہے سے شادی کرے۔جس سے ثمینہ بی بی انکاری تھی۔ 24اپریل کوڈاکٹرثمینہ جب ڈیوٹی پر جانے لگی تو اسی وقت معظم کا فون آ گیا۔جس سے دونوں ملزمان طیش میں آ گئے اور گھر میں پڑی کلہاڑیوں کے وار کر کے ڈاکٹرثمینہ بی بی کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔تفتیشی افسر لیاقت نے مزید بتایا کہ مقتولہ کا ایک بھائی جو اس وقت سہالہ میں پولیس ٹریننگ لے رہا ہے اس نے بھی اپنے والد کے اس اقدام کو درست قرار دیتے ہوئے مقدمہ کا مدعی بننے سے انکار کر دیا ہے۔جبکہ مقتولہ ثمینہ بی بی کی والدہ بھی اپنا گھر چھوڑ کر بھائیوں کے گھر چلی گئی ہے جس کی وجہ سے پولیس کو مدعی مقدمہ بننا پڑا۔پولیس تھانہ سول لائن نے مقدمہ نمبر 230/15 مورخہ 30/4/15 بجرم 302/201/34 ت پ درج کر کے ملزمان کو گرفتار کر لیا ہے۔

> ایک تعلیم یافتہ لیڈی ڈاکٹر کو محض اس وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کہ وہ اپنی آزادانہ مرضی سے پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی جو کہ اس کا بنیادی حق تھا۔

ملزمان کا موقف:

HRCP کی تحقیقاتی ٹیم نے تھانہ سول لائن کی حوالات میں بند مقدمہ کے ملزمان سے موقف جاننے کے لئے بات کی تو ملزم منظور حسین والد مقتولہ ڈاکٹرثمینہ بی بی نے بتایا کہ اس نے اپنی بیٹی کو قتل کیا ہے اور اسے کوئی افسوس نہیں ہے جبکہ اس کا بیٹا کاشف بے گناہ ہے۔جبکہ ملزم کاشف منظور نے بتایا کہ وہ لکڑیاں کاٹ رہا تھا کہ اسی دوران اس کے ہاتھ سے کلہاڑا چھوٹ کر ثمینہ بی بی کو جا لگا جس کی وجہ سے اس کی ہلاکت ہوئی۔انہوں نے ثمینہ بی بی کو جان بوجھ کر قتل نہیں کیا۔

ملزمان کا موقف جاننے کے بعد تحقیقاتی ٹیم پولیس کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچی تو ملزمان کے گھر تالا لگا ہوا تھا اور کوئی بھی موجود نہ تھا جبکہ اہل علاقہ نے تحقیقاتی ٹیم کو معلومات دینے سے انکار کر دیا۔

مشاہدات:

☆ لڑکی کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا تھا۔تعلیم یافتہ لیڈی ڈاکٹر کو اس وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کہ وہ اپنی آزادانہ مرضی سے پسند کی شادی کرنا چاہتی تھی جو کہ اس کا بنیادی حق تھا۔

☆ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مقتولہ لیڈی ڈاکٹرثمینہ کے والد نے قتل کرتے ہی 1122 ایمرجنسی سروس کوفون کیا جس پر 1122 موقع پر پہنچی جس نے مطلقہ تھانہ کو اطلاع دی مگر پولیس اتنی دیر سے کیوں پہنچی کہ اس دوران ملزمان نے نعش کو دفن کر دیا۔

☆ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مقتولہ کی والدہ کو مدعی مقدمہ کیوں نہیں بنایا گیا۔پولیس کا یہ موقف تھا کہ مدعی بننے کو کوئی تیار نہ تھا جبکہ مقتولہ ثمینہ بی بی کی والدہ نے موقعہ پر بیان دیا کہ مقتولہ کے والد اور بھائی نے غیرت کے نام پر اس کی بیٹی کو قتل کیا ہے۔

سفارشات:

☆ مقدمہ کی تفتیش کسی غیر جانبدار اعلی افسر سے کرائی جائے۔

☆ تمام حقائق کو مدنظر رکھ کر تفتیش کرائی جائے۔

☆ موقعہ واردات کے تمام ثبوت اور شہادتوں کو فی الفور مقدمہ کا حصہ بنایا جائے۔

☆ مقتولہ لیڈی ڈاکٹرثمینہ بی بی کی والدہ کو بھی تفتیش کا حصہ بنایا جائے اور اسے تحفظ فراہم کیا جائے۔

☆ گرفتار ملزمان سے فوری تفتیش کر کے مقدمہ کا چالان عدالت بھجوایا جائے۔

☆ ریاست فوری طور پر غیرت کے نام پر قتل کے واقعات کی روک تھام کے لئے ٹھوس اقدام کرے۔

ایچ آر سی پی کی تحقیقاتی ٹیم میں راقم کے علاوہ آصفہ ناز ایڈووکیٹ، حمیرا مقبول اور شاہد علی شامل تھے۔

(فیصل تنگوانی)

سینئر ماہرِ تعلیم موت کی دھمکیوں پر ملک چھوڑ گئیں

کراچی ایک سینئر ماہرِ تعلیم اور نصاب اور درسی کتابوں کی اصلاحات کے متعلق حکومت کی مقرر کردہ ایک مشاورتی کمیٹی کی رکن' جان کے خطرے' کے پیش نظر ملک چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق انہیں دھمکی آمیز کالیں موصول ہو رہی تھیں اور ان کے خلاف 'نفرت آمیز پروپیگنڈا مہم' چلائی جا رہی تھی۔ وی ایم انسٹیٹیوٹ برائے ایجوکیشن کی ڈائریکٹر، سینٹ جوزف کالج برائے خواتین اور کنیئرڈ کالج کی سابق پرنسپل ڈاکٹر برنیڈٹ ایل ڈین نے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو ایک ای میل بھیجی۔ اس ای میل میں سب سے پہلے تو انہوں اس بات پر معذرت چاہی ہے کہ وہ حالیہ دنوں میں ان سے رابطہ نہیں کر سکی تھیں، اس کے بعد انہوں نے اس کی وجوہات بیان کیں۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے خاندان، دوستوں، ساتھیوں اور پولیس کے مشورے پر اپنی جان کے خطرے کے پیش نظر پاکستان سے چلی گئی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اس مشاورتی کمیٹی کی ایک رکن کے طور پر درسی کتابیں لکھنے پر ایک سیاسی جماعت نے ان کے خلاف 'نفرت انگیز مہم' چلانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ ''یہ مہم چند مہینے پہلے شروع ہوئی جب نصاب اور درسی کتابوں کی اصلاحات سے متعلق مشاورتی کمیٹی اور سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کے اراکین کو دھمکی آمیز فون کالز موصول ہونے لگیں۔ پنجاب اور سندھ سے تعلق رکھنے والے مذہبی رہنماؤں نے سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کا دورہ کیا اور میرے اور درسی کتابوں کی تحریر سے متعلق میرے کام کے بارے میں شکایت کی۔ اس کے بعد ایک بے ہودہ خط موصول ہوا، جس میں مجھ پر الزام عائد کیا گیا تھا کہ میں ایک غیر ملکی خاتون ہونے کی وجہ سے تن تنہا درسی کتابوں اور نصاب میں تبدیلیاں کر کے اسے سیکولر بنا دیا ہے، اور مجھے اسلام کا دشمن قرار دیا۔'' اپنی ای میل کے ساتھ انہوں نے کئی فائلیں بھی منسلک کی ہیں۔ ان میں سے ایک میں سول سوسائٹی کی ایک تنظیم کی طرف سے کراچی پولیس کے سربراہ کو لکھا گیا ایک خط شامل ہے، جس میں ان کے خلاف سیاسی جماعت کی جانب سے لگائے گئے بینروں کو ہٹانے کی درخواست کی گئی تھی۔ انہوں نے کراچی پریس کلب پر منعقدہ ایک 'کل جماعتی کانفرنس' کا بھی حوالہ دیا ہے، جہاں انہیں نصاب میں اس طرح کی تبدیلیوں کا ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔ ای میل کے مطابق انہوں نے متعلقہ حکام کے سامنے اس معاملے کو اُٹھایا تھا، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹر برنیڈٹ ایل ڈین کے اس بیان سے محض چند ہفتے پہلے ہی شہید ملت روڈ پر ایک امریکی شہری ڈیبرا لوبو کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ ڈیبرا لوبو جناح میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج کی وائس پرنسپل برائے امورِ طلباء تھیں، وہ نامعلوم افراد کے حملہ میں شدید زخمی ہو گئی تھیں۔ اپنی ای میل میں ڈاکٹر برنیڈٹ ایل ڈین نے واضح کیا ہے کہ مشاورتی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے ان کا کردار مسلم مصنفین کے ساتھ محض شریک مصنف کا تھا، اور ان تمام کتابوں کی منظوری سے قبل متعدد مرتبہ جائزہ لیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا ''وفاقی حکومت کی جانب سے منظور کیے جانے والے 2006 کے نئے قومی درسی نصاب میں پہلی اور دوسری کلاس کی اسلامیات کو معلومات عامہ کے ایک حصے کے طور پر اور تیسری کلاس میں اسلامیات کو ایک علیحدہ مضمون کے طور پر شامل کیا گیا تھا۔'' انہوں نے وضاحت کی ''اس وقت یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اسلامیات سے متعلق مواد کو دیگر مضامین سے خارج کر دیا جائے گا، اس لیے کہ تیسری کلاس سے اسلامیات ایک لازمی مضمون ہے۔'' ڈاکٹر برنیڈٹ ایل ڈین نے کہا کہ تعلیم کے شعبے کا اختیار صوبوں کو منتقل ہونے کے بعد 2006 کے نئے قومی درسی نصاب کا حکومتِ سندھ کی جانب سے مقرر کردہ کمیٹی نے جائزہ لیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بعض معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اس کو 2011ء میں منظور کر لیا گیا، اور اس کی بنیاد پر درسی کتابوں کو تحریر کرنے کا آغاز 2012ء میں ہوا۔ ای میل میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ ''پہلی کلاس کی کتابوں کو تحریر کیا گیا، ان کا جائزہ لیا گیا اور 2013ء کے دوران یہ کتابیں اسکولوں میں تقسیم کر دی گئیں۔ اسی طرح دوسری سے چوتھی کلاسوں کی کتابیں 2014ء میں جبکہ پانچویں کلاس کی کتابیں 2015ء میں تقسیم کی گئیں۔'' انہوں نے واضح کیا کہ ''پہلی سے تیسری کلاس کی معلوماتِ عامہ اور چوتھی سے پانچویں کلاس کی معاشرتی علوم کی کتابوں کی میں شریک مصنف ہوں۔ تمام شریک مصنف مسلمان ہیں، اور وہی اسلامیات کے حصے تحریر کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اس کے علاوہ ان تمام کتابوں کا اندرونی طور پر اور صوبائی سطح پر مکمل جائزہ لیا گیا تھا۔'' ڈاکٹر برنیڈٹ ایل ڈین نے کراچی میں سینٹ جوزف کالج برائے خواتین کی پرنسپل، کنیئرڈ کالج برائے خواتین لاہور کی پرنسپل اور آغا خان یونیورسٹی میں پروفیسر کے طور پر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے کینیڈا کی البرٹا یونیورسٹی سے ایجوکیشن میں پی ایچ ڈی کیا تھا۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

تین اور ہزارہ افراد کو مار ڈالا گیا

کوئٹہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں 26 مئی کو فائرنگ کے تین مختلف واقعات میں ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے 3 افراد سمیت چار ہلاک جبکہ دو خواتین سمیت 8 افراد زخمی ہو گئے۔ واقعے کے بعد شہر بھر کی تمام اہم مارکیٹیں اور بازار بند ہو گئے جبکہ شہر کی سڑکوں پر ٹریفک معمول سے کم ہو گئی۔ ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے افراد نے واقعے پر احتجاج کرتے ہوئے تینوں لاشوں کے ساتھ کوئٹہ میں قائم آئی جی بلوچستان کے دفتر اور کوئٹہ پریس کلب کے باہر احتجاج کیا۔ دوسری جانب مشتعل مظاہرین نے مسجد روڈ اور لیاقت روڈ پر زبردستی دکانیں بھی بند کروا دیں۔ پولیس کے مطابق فائرنگ کا پہلا واقعہ کوئٹہ کے علاقے اقبال روڈ پر پیش آیا، جہاں نامعلوم افراد نے ایک چائے کے ہوٹل پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں انور علی ہزارہ نامی شخص ہلاک ہو گیا جبکہ ایک راہ گیر محمد اعظم یوسفزئی زخمی ہو گیا۔ پولیس نے لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے سول ہسپتال کوئٹہ منتقل کیا، ہسپتال ذرائع کے مطابق مقتول کو 8 گولیاں لگی ہیں۔ دوسرا واقعہ سلیم میڈیکل کے باہر پیش آیا جہاں نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے ڈاکٹر کا انتظار کرنے والے افراد پر فائرنگ کر دی۔ گولیاں لگنے سے دو افراد عبدالحکیم ہزارہ اور محمد ہاشم ہزارہ موقع پر ہی ہلاک جبکہ 2 خواتین سمیت چار افراد شدید زخمی ہو گئے۔ واقعے کے بعد پولیس اور ایف سی کی بھاری نفری نے علاقے کو گھیرے میں لے لیا اور لاشوں اور زخمیوں کو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال منتقل کیا گیا۔ تیسرا واقعہ کوئٹہ میں جناح روڈ پر پیش آیا، جہاں نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے ظہری مسجد پر فائرنگ کی جس میں 4 افراد زخمی ہو گئے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ مقتول کو وضوء کے دوران کمر میں گولیاں لگی ہیں۔ صوبائی حکومت نے واقعے کے بعد موٹر سائیکل کی ڈبل سواری پر پابندی عائد کر دی ہے۔ (انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

فائرنگ سے دو افراد جاں بحق

چارسدہ 5 مئی کو تھانہ مندانی کی حدود میں نامعلوم مسلح افراد کی فائرنگ کے نتیجے میں لڑکی سمیت دو افراد جاں بحق ہو گئے۔ سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ مندانی بازار میں نامعلوم افراد نے اکرام اللہ نامی شخص پر فائرنگ کر دی جس سے وہ موقع پر جاں بحق ہو گیا۔ فائرنگ سے دو لڑکیاں آمنہ بی بی اور عائشہ بی بی بھی زخمی ہوئیں جنہیں ڈی ایچ کیو ہسپتال چارسدہ منتقل کیا گیا جہاں آمنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئی، جبکہ دوسری لڑکی کی حالت خطرے سے باہر بتائی جاتی ہے۔ وقوعے کا سبب دیرینہ دشمنی بتایا گیا ہے۔ پولیس نے وقوعے کا مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

خواتین کے حقِ رائے دہی پر عملدرآمد

آئی۔اے۔رحمٰن

امیر جماعتِ اسلامی کی طرف سے خواتین کو حقِ رائے دہی سے محروم کرنے کی حمایت ہماری انتخابی تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے۔

لوئر دیر کے حالیہ ضمنی انتخاب میں خواتین کو جس رسوا کن طریقے سے ووٹ کا حق استعمال کرنے سے روکا گیا اور انہیں ان کے حقِ رائے دہی پر عمل نہیں کرنے دیا گیا تو ایسی صورتحال میں اس کے سوا اور کیا سوچا جاسکتا ہے کہ ہم اس معاملے میں طویل عرصے سے زیرِ التواء اصلاح کے استدلال سے رجوع کریں۔

خواتین کو پی۔کے 95 کے ضمنی انتخاب میں ووٹ ڈالنے کے حق سے ایک زبانی معاہدے کے تحت محروم کیا گیا جو اس انتخاب میں حصہ لینے والی بڑی مدمقابل سیاسی جماعتوں یعنی جماعت اسلامی اور عوامی نیشنل پارٹی سمیت تمام امیدواروں نے باہم رضامندی کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ علاقے کے سیاسی رہنماؤں نے اپنی خواتین کو ووٹ ڈالنے کے بنیادی حق سے زبردستی محروم رکھنے کا ریکارڈ برقرار رکھا۔ یاد رہے کہ 2013ء میں ایک خاتون نے اسی قسم کی پابندی کو ماننے سے انکار کیا تھا تو اسے برادری سے نکال دیا گیا تھا۔

اس حالیہ توہین اور تذلیل کے تین عوامل ہیں جنہیں کسی طور نظرانداز اور نہ ہی معاف کیا جاسکتا ہے۔ پہلا یہ کہ خواتین کو ہراساں کرنے والوں نے اپنے ناقدین کو خاموشی یا مکروفریب سے جواب دینے کی روایت کو توڑ دیا ہے اور اپنے عمل کا ڈھٹائی کے ساتھ اعتراف کیا ہے۔ ملک کی انتخابی تاریخ میں ایسے بیان کی مثال نہیں ملتی جو سراج الحق نے خواتین اور جمہوریت کے خلاف اقدام کی حمایت میں دیا ہے۔ انہوں نے انتخابی عمل سے خواتین کے جبری اخراج کو برحق قرار دے کر اس اقدام کو بعض مردوں کے ووٹ ڈالنے کے عمل میں ناکام ہونے کے برابر قرار دیا ہے۔ سراج الحق مزید کہتے ہیں کہ خواتین کو ووٹ ڈالنے کے عمل میں شریک ہونے کی بجائے دوسرے اہم فرائض کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ جنہیں ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔ مثال کے طور پر پدری نظام میں گھر کے سربراہ کے لئے کھانا پکانا وغیرہ۔

ایسے جمہوریت مخالف احتجاجوں کو یونہی نظرانداز نہیں کردینا چاہئے۔ حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ امیر جماعت اسلامی کو یہ ادراک شاید نہیں تھا کہ وہ خواتین کو باورچی کے طور پر بیگار بھگتنے والی کہہ کر ان کی تحقیر کرنے کے علاوہ غیرمحسوس طور پر جمہوری سیاست میں اپنی جماعت کی شرکت کے استحقاق کو مجروح کررہے ہیں۔ دوسرا یہ کہ لوئر دیر میں خواتین کے خلاف قائم ہونے والے اس غیرمقدس اتحاد نے خواتین کے حق رائے دہی کے چلن کے خلاف تحریک چلائی جس کا واضح مطلب گھڑی کی سوئیوں کو الٹا چلانا تھا۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ فاٹا میں 1996ء تک خواتین (اور زیادہ تر مردوں کو بھی) کو ووٹ ڈالنے کا حق حاصل نہیں تھا۔ جب بالغ رائے دہی کے حق کی توسیع قبائلی علاقے تک کی گئی تو اس کے ایک ماہ کے اندر اندر ایک لاکھ خواتین کا اندراج بطور ووٹر کیا گیا۔ اور 1996ء کے انتخابات میں ان خواتین میں سے ایک بہت بڑی تعداد نے ووٹ کا حق استعمال کیا۔ جب لوئر دیر کے قبائلی سردار خواتین مخالف فیصلہ منظور کررہے تھے تو اس وقت گلگت بلتستان میں ایک جرگہ خواتین کے ووٹ ڈالنے پر لگائی گئی پابندی کو ختم کرنے کا فیصلہ کررہا تھا۔ اس جرگہ نے قریب آتے انتخابات میں خواتین کے ووٹ ڈالنے کے حق میں فیصلے کا اعلان کیا تھا۔ جب گلگت بلتستان میں یہ فیصلہ ہورہا تھا، اس وقت برطانیہ میں لوگ پانچ پاکستانی نژاد خواتین کو دارالعوام کے لئے رکن منتخب کررہے تھے۔ اب اس پر اور بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ لوئر دیر کے سیاسی بزرجمہر اپنے زمانے کی طرز فکر واحساس کی نفی کرنے کے گنہگار ہیں۔

تیسرا یہ کہ الیکشن حکام روشن خیالی کے مخالف عناصر کے ساتھ اس ساز باز میں برابر کے شریک ہیں۔ انہیں انتخابی عمل سے خواتین کو دور رکھنے کی مجرمانہ ساز باز اور سودے بازی کا علم ہوچکا تھا لیکن انہوں نے خواتین ووٹروں کی مدد کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا۔ انہوں نے یہ بھی نہ کیا کہ مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے "بڑوں" کو بلاکر پوچھ گچھ ہی کرلیتے۔ جرم میں ان کے گٹھ جوڑ کا بھانڈا "فری اینڈ فیئر الیکشن نیٹ ورک" نے پھوڑ دیا تھا۔

> یہ انتہائی ضروری ہے کہ خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کو واضح طور پر جرم قرار دیا جائے۔ اس جرم کو ان وجوہات کا حصہ بنایا جائے جن کی بنیاد پر الیکشن کمیشن آف پاکستان یا کوئی الیکشن ٹربیونل انتخاب کو منسوخ کرتا ہے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ پورے انتخابی حلقے میں خواتین کا صرف ایک پولنگ سٹیشن بنایا گیا تھا۔ حالانکہ مردانہ پولیس سٹیشنوں پر خواتین کے لئے 83 پولنگ بوتھ قائم کئے گئے تھے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ پختون روایت کے مطابق مردوں کی محافظت کے بغیر عورتوں کو گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بہرحال صوبہ خیبرپختونخوا میں عمومی طور پر خواتین کے لئے علیحدہ پولنگ سٹیشن قائم کئے جاتے ہیں۔

پی۔کے۔95 میں ظاہراً خواتین کو ان کی نقل وحرکت کی آزادی کے حق سے محروم کیا گیا تھا۔ پختون خواتین اپنے مردوں کے بغیر ہوائی جہاز اور لگژری کوچز کے ذریعے سفر کرتی ہیں تو پھر دیہی خواتین کی نقل وحرکت پر پابندی عائد کرنے کا کیا مطلب ہے۔ دراصل یہ وہ امتیازی رویہ ہے جو کسی بھی صورت قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ اس سے بھی کہیں زیادہ رسوا کن الزام یہ ہے کہ خواتین کے پولنگ بوتھوں کے عملہ میں کوئی بھی پولنگ میٹریل تقسیم نہیں کیا گیا تھا۔ اس سے تصدیق ہوجاتی ہے کہ انتخابی عملہ نے اپنے اعلیٰ افسروں کے غیرقانونی حکم کو قانونی سمجھتے ہوئے اس پر پوری طرح عمل درآمد کیا۔ قانون کی اس سے زیادہ بے حرمتی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ قانون سے عیارانہ طریقے سے انحراف اور بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟ اب الیکشن کمیشن امیدواروں سے کہہ رہا ہے کہ وہ ووٹ ڈالنے کے عمل میں خواتین کی جبری عدم شرکت کے حوالے سے شائع ہونے والی اخباری رپورٹوں کا جائزہ لیں اور ان پر ناقدانہ اظہار خیال کریں حالانکہ اس کا پہلا کام انتخابی عملہ کی سرزنش ہونا چاہئے تھا۔

خواتین کے حقِ رائے دہی کی حمایت میں برسوں کی مہم کے باوجود پولنگ بوتھوں تک انہیں رسائی دینے سے ڈھٹائی کے ساتھ انکار کرنے کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس حوالے سے کوئی قانونی ڈھانچہ موجود ہی نہیں ہے۔ پاکستان پینل کوڈ کی دو دفعات ایسی ہیں جن کے تحت خواتین کے حقِ رائے دہی میں مداخلت پر سزا دی جاسکتی ہے۔ دفعہ 171۔سی۔ میں کہا گیا ہے کہ انتخابی حق کے آزادانہ استعمال میں مداخلت "انتخاب پر غیرموزوں اور غیرمتناسب اثر اندازی کا عمل" تصور ہوگا۔ جبکہ دفعہ 171۔جے کے تحت کسی بھی شخص کو انتخاب کے بائیکاٹ کرنے پر اکسانا یا اس کو راغب کرنا ایسا جرم ہے جس پر متعلقہ شخص کو تین برس تک قید کی سزا ہوسکتی ہے۔

ان دفعات کے تحت انفرادی سطح پر جرم کرنے والوں کو سزائیں ہوسکتی ہیں لیکن پشاور ہائی کورٹ کے فیصلے کے باوجود ان دفعات کو کسی حلقہء نیابت کے انتخاب کو کالعدم قرار دینے کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ الیکشن ٹربیونل جن بنیادوں پر کسی انتخاب کو کالعدم قرار دے سکتا ہے ان میں خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کا عمل شامل نہیں ہے۔ 2013ء کے عام انتخابات سے قبل خواتین کو ووٹ کا حق استعمال کرنے سے جبری طور پر روکنے کی بنیاد پر انتخاب کو منسوخ کرنے پر کافی بحث مباحثہ ہوا۔ ان مباحثوں میں زور دیا گیا کہ جن حلقوں میں خواتین کے بیس فیصد یا دس فیصد ووٹ نکلیں، ان حلقوں کے انتخابات کو منسوخ کردیا جائے۔ تاہم اس وقت اس حوالے سے قانون سازی ممکن نہیں تھی۔

چنانچہ یہ انتہائی ضروری ہے کہ خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکنے کو واضح طور پر جرم قرار دیا جائے۔ اس جرم کو ان وجوہات کا حصہ بنایا جائے جن کی بنیاد پر الیکشن کمیشن آف پاکستان یا کوئی الیکشن ٹربیونل انتخاب کو منسوخ کرتا ہے۔ مزید برآں اگر کوئی سیاسی تنظیم خواتین کے حقِ رائے دہی کے خلاف مہم کا حصہ بنتی ہے تو اس کو انتخابی عمل سے نکال باہر کردیا جائے۔

یہ استدلال پیش کیا جاسکتا ہے کہ انتخابی عمل میں شرکت رضا کارانہ ہونی چاہئے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر شخص ضمیر کی بنیاد پر جمہوریت کو مسترد کرتے ہوئے انتخابات کا بائیکاٹ کرنے میں آزاد ہے لیکن اس کا مطلب یہ قطعی نہیں کہ اس شخص کو یہ حق حاصل ہوگیا ہے کہ وہ دوسروں کو ووٹ دینے سے روکے۔ قانون کی اطاعت اختیاری نہیں ہے۔

اس سب کچھ سے اس حقیقت کی نفی نہیں ہوتی کہ خواتین کے سیاسی حقوق کا تحفظ محض قانون کے ذریعے نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک سماج صنفی امتیاز کے مرض سے نجات حاصل نہیں کرتا اور صنفی مساوات ہمارے معاشرے کا حصہ نہیں بنتی اس وقت تک خواتین اس عذاب میں مبتلا رہیں گی۔ اس وقت ریاست قدامت پسندوں کو خوش کرنے میں مصروف ہے۔ ریاست کی اس کیفیت کے پیشِ نظر اس حقیقت سے آنکھیں نہیں چرائی جاسکتیں کہ پاکستانی خواتین کو انتہائی مشکل حالات کا سامنا کرنا ہوگا اور انہیں بھرپور جدوجہد کرنا ہوگی۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ روزنامہ ڈان)

کیا ہمارے درمیان کوئی کیول رام نہیں رہا؟

آئی۔اے۔رحمٰن

کراچی کے مٹھارام ہوسٹل کو بلا سوچے سمجھے جیل میں تبدیل کرنے کے عمل کو حکمرانوں اور لاغرقسم کے دانشوروں نے جس تحقیر کے ساتھ نظرانداز کیا ہے اُس نے ایک ایسی دراڑ کو واضح کردیا ہے جس کی پاکستان کو بھاری قیمت چکانا پڑے گی۔

بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی کے دوران برصغیر سمیت دنیا کے بہت سے علاقوں کے مسلمان اس الزام کی تردید ہی میں مصروف رہے کہ مصر پر قبضہ کرنے کے بعد عربوں نے اسکندریہ کی مشہور لائبریری کو جلایا تھا۔اس کا تو کوئی فیصلہ نہ ہوسکا اور الزام تراشی کرنے والے اور وہ جن پر الزام لگایا گیا تھا، دونوں ہی مشرق ومغرب کے درمیان تصادم کے حوالے سے پیدا ہونے والے مسائل میں الجھ کر رہ گئے۔ یہ سوچ کر حیرت ہوتی ہے کہ علم کے ساتھ مسلمانوں کی محبت کا دفاع کرنے والے علم کی حفاظت کے حوالے سے پاکستان کے ریکارڈ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

آیئے! آزادی کے ابتدائی سالوں میں ہونے والے واقعہ کی یاد تازہ کریں۔

چند دہائیاں قبل کیول رام شاہانی نام کے ایک راست باز سندھی پاکستانی کو ایک انتہائی تکلیف دہ صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔تقسیم ملک کے فسادات کے بعد وہ ایک دورے پر حیدرآباد گئے ۔شہر کے ایک فٹ پاتھ پر انہوں نے ہندو دیویوں کے بُت فروخت ہوتے ہوئے دیکھے، یہ وہ بُت تھے جو کیول رام کی حویلی سے لوٹے گئے تھے۔ یہ دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسوامڈ آئے جنہیں وہ پی گئے۔ یہ حویلی انہیں ہمیشہ ان دنوں کی یاد دلاتی تھی جب غلام محمد بھرگری نے نوجوانوں کی سیاسی تربیت وآگہی کے لئے یہاں مرکز قائم کیا تھا۔اس مرکز کی سرگرمیوں میں حصہ لینے والوں میں مذہب،عقیدے، ثقافت، زبان اور نسل کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کی جاتی تھی۔ کیول رام نے خاموشی سے وہ تمام مورتیاں خرید لیں۔ تاہم انہیں ان لوگوں پر افسوس ہوا جنہوں نے یہ مورتیاں ان کی حویلی سے اٹھا کر بازار میں فروخت کے لئے رکھ دی تھیں۔

یہ وہ خاندان تھا جس نے کراچی کے ڈی جے کالج سمیت سندھ میں کئی تعلیمی ادارے قائم کئے تھے۔اس خاندان کے ایک نوجوان چشم و چراغ نے اس وقت اپنے آنسوؤں پر بمشکل قابو پایا جب اس کو پرانے کلفٹن میں اس کے اپنے گھر کو صرف اس لئے خالی کرنے کو کہا گیا کہ حکومت کو ایک سفارتی مشن کے لئے رہائش گاہ کی تلاش تھی اور حکومت کو یہ کوٹھی پسند آ گئی تھی۔ لیکن کیول رام اس وقت اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے جب انہیں معلوم ہوا کہ پاکستانی چوک پر قائم ان کی عوامی لائبریری سے کتابیں اٹھا اٹھا کر باہر پھینک دی گئیں صرف اس لئے کہ حکومت کو یہ جگہ تھانہ قائم کرنے کے لیے چاہئے تھی۔ یہ اشارہ تھا اس سوچ کی طرف جس کا اظہار بہت جلد ہونا ہی تھا اور وہ یہ تھا کہ پاکستان میں طاقت کے نگہبانوں کے لئے عظیم قوم کی تعمیر وترقی کا راز پولیس والے کے ڈنڈے میں تھا اور نوجوان نسل کو علم کے ہتھیار سے مسلح کرنا حکمرانوں کے لئے ایک بے معنی عمل تھا۔

کراچی کے خالق دینا ہال سمیت پاکستان کے شہروں اور قصبوں میں موجود لائبریریوں کے بارے میں ایسا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہوسکے کہ ان لائبریریوں میں موجود پرانی کتابوں کو نیلامی کے ذریعے برباد کیا گیا یا نجی ذخیرہ اندوزوں کے ہاتھوں لوٹا گیا۔ ذمہ دار کوئی بھی ہو لیکن تکلیف دہ حقیقت یہی ہے کہ یہ بہت ہی بڑا نقصان تھا۔کتابیں نکلتی گئیں اور ان کی جگہ دوسری اشیاء لیتی گئیں۔مثال کے طور پر لاہور کا ایک کتاب گھر کباب گھر بن گیا۔ پھر ہم نے ضیاءالحق کے زمانے میں دیکھا کہ علم پر جو حملے کئے گئے انہوں نے انسانی عقل کو چکرا کر رکھ دیا۔ ضیاء کے زمانے میں طلبہ کو ہدایت کی گئی کہ وہ متعدد کلاسیکی

کراچی کے پرانے ہوسٹلوں کی مرمت کروا کر انہیں ان کے بنیادی ڈیزائن کے مطابق بحال کیا جانا چاہئے۔ ان ہوسٹلوں کو تعمیر کروانے والوں کو اس سے بہتر خراج عقیدت اور کیا پیش کیا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ ان کی دیکھ ریکھ سے ان کی کمیونٹی کے اس عزم کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ وہ ماضی کی طرح آج بھی ایک بہتر نسل کی پرورش کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہے۔

ادیبوں کا مطالعہ کرنے سے گریز کریں اور جے۔ایس ملز کی تحریر ''آن لبرٹی'' ان کتابوں میں شامل تھی جنہیں لاہور کی پنجاب یونیورسٹی میں جلا دیا گیا تھا۔فیصل آباد کی زرعی یونیورسٹی اس سے ایک قدم آگے گئی۔ اور اس نے یونیورسٹی کے احاطہ میں نیوٹن، ڈارون، مارکس، فرائڈ اور آئن سٹائن کو پڑھنا ہی نہیں ممنوع قرار دیا گیا بلکہ ان کا حوالہ دینے پر بھی پابندی عائد کردی گئی۔

مٹھارام ہوسٹل کی جیل میں منتقلی دراصل اس ذہنیت کا مظہر ہے جس سے حکام کو قائل کیا جاتا ہے کہ وہ لائبریریوں اور دستاویزات کو تباہ کرنے کے عمل کا جواز مہیا کریں۔ان کے پاس این ای ڈی یونیورسٹی کے شعبہ فن تعمیرات کے استاد ڈاکٹر نعمان احمد کی بات سننے کا وقت نہیں ہے جن کا کہنا ہے کہ مٹھارام ہوسٹل ہمارا تعمیراتی ورثہ ہے۔ اور نہ ہی یہ لوگ ورثہ سے پیار کرنے والوں کی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ کراچی کے اسی پرانے ہوسٹل کلچر کو دوبارہ زندہ کیا جائے جو اس وقت بھی مٹھارام اور سیوا کنج ہوسٹلوں اور جناح کورٹس کی شکل میں موجود ہیں۔

بنیادی طور پر یہ ہوسٹل کمیونٹی کے اس عزم کا مظہر ہیں کہ نوجوانوں خصوصاً دیہی علاقوں سے آنے والے اور مالی لحاظ سے کمزور طبقات سے تعلق رکھنے والوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں مدد مل سکے۔اپنے عروج کے دنوں میں جناح کورٹس نمودونمائش سے عاری ہوسٹل تھا جہاں آس پاس کے کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طالب علم رہائش رکھتے تھے اور اپنی زندگیوں کو بہتر بنانے کی جدوجہد میں مصروف رہتے تھے۔ یہ ہوسٹل سندھ کے ان مختلف دیہی علاقوں سے آنے والے طالب علموں کی خدمت کرتے تھے جہاں ان کے گھروں کے قریب کالج نہیں تھے اور بہت سے ایسے طالب علم بھی یہاں رہتے تھے جن کا تعلق بلوچستان سے تھا اور جو اس ہوسٹل میں رہائش اختیار کرکے اپنی زندگیوں کو سنوار رہے تھے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ مٹھارام جیسے ہوسٹلوں کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اب پورے سندھ میں کالج موجود ہیں۔ اندرونِ سندھ کے طلبہ کی طرف سے کہی گئی یہ بات تو درست ہوسکتی ہے لیکن اب بھی طلبہ کی ایک بڑی تعداد اپنے رہائشی ضلع سے دور خصوصی مضامین میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے کراچی اور دوسرے بڑے شہروں کا رُخ کرتی ہے۔

اطلاعات یہ ہیں کہ ہوسٹل رینجرز کے حوالے کردیئے گئے تھے اس لئے کہ یہ مجرموں کے اڈوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔اس کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ حکومت کی ناکامی کی سزا طلبہ کو بھگتنا پڑ رہی ہے۔ مجرم تو ملک بھر کے تمام تعلیمی اداروں کے ہوسٹلوں میں موجود ہیں۔تو کیا یہ تمام ہوسٹل پولیس یا رینجرز کے حوالے کردیئے گئے ہیں؟ پولیس کے برعکس رینجرز محروم یا مجبور لوگ تو ہیں نہیں۔ پولیس بیچاری تو تنگ دست ہے جس نے زبردستی قبضہ کئے گئے گھروں اور دکانوں میں تھانے کھول رکھے ہیں۔ رینجرز کو تو پورے ملک میں آزادی ہے۔لاہور، حیدرآباد، اور کراچی جیسے متعدد بڑے شہروں میں ان کے لئے رہائشی کالونیاں ہیں۔ یہ کالونیاں ان کی حیثیت کے مطابق ضروری سمجھی جاتی ہیں۔

کراچی کے پرانے ہوسٹلوں کی مرمت کروا کر انہیں ان کے بنیادی ڈیزائن کے مطابق بحال کیا جانا چاہئے۔ان ہوسٹلوں کو تعمیر کروانے والوں کو اس سے بہتر خراج عقیدت اور کیا پیش کیا جاسکتا ہے؟ اس کے علاوہ ان کی دیکھ ریکھ سے ان کی کمیونٹی کے اس عزم کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ وہ ماضی کی طرح آج بھی ایک بہتر نسل کی پرورش کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہے۔

شاید ہمیں خود کو یہ یاد دلاتے رہنے کے لئے چند کیول راموں کی ضرورت ہے کہ اگر ہم اپنے نوجوان طلبہ کا خیال نہیں رکھیں گے تو پھر رینجرز یا کوئی اور ادارہ کس کا تحفظ کریں گے اس لئے کہ جب کوئی ہوگا ہی نہیں تو پھر حفاظت کس کی؟

اختتامیہ: لاہور کی ایک سڑک کنارے قائم طعام خانے کے باہر لگے ایک بینر پر لکھا ہے ''دال کی پلیٹ پچاس روپے، روٹی مفت۔'' 49-1948ء میں فٹ پاتھ پر قائم ایسے ڈھابوں پر یہ نوٹس لکھا ملتا تھا'' آنہ روٹی (روپے کا سولھواں حصہ) دال مفت''۔ یہ ان تمام لوگوں کے لئے تبدیلی کا اہم اشارہ ہے جن کی خواہش دال اور روٹی تک محدود ہے''۔

(انگریزی سے ترجمہ،بشکریہ ڈان)

زوار کو انصاف چاہئے!

زوار پچھلے 25 سال سے صحافت سے وابستہ ہیں، میرے دوست ہیں اور محبت کرنے والے آدمی ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی ان کے ساتھ 25 سال سے زائد عرصہ سے صحافت کے ساتھ وابستہ رہیں۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آیا جب خبر ملی کہ ان کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ جنازہ رات 9 بجے رکھا گیا، ایک دوست سے درخواست کی جب جنازہ اٹھے تو مجھے بتا دینا۔ شام چار سے رات نو بجے تک دوست بتاتا رہا کہ نماز جنازہ چھ بجے ہوگی پھر اس نے کہا کہ سات بجے تک ہوگی، پھر کہا آٹھ بجے، میں حیران تھا کہ یہ انہیں ہو کیا رہا ہے۔ زوار کی حالت بہت خراب تھی، پچھلی کئی دہائیوں کا ساتھ تھا۔ میں اگلے روز گھر تعزیت کے لیے گیا، بھائی جو اللہ کو منظور انسان راضی بہ رضا ہے۔ زوار نے میری طرف غور سے دیکھا، کہنے لگے رانا صاحب میرے دکھ کا آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے، میں نے کہا بھائی جس پر گزرے وہی جانتا ہے، بے شک بھابھی کے ساتھ آپ کا سفر بہت طویل تھا۔ زوار بولے نہیں رانا صاحب آپ میرے دکھ سے واقف نہیں پھر خود ہی کہنے لگے آپ کو معلوم ہے میرے ساتھ میرے اپنوں نے میرے محلے داروں نے کیا کیا؟ ہم نے اپنے محلے کی مسجد میں نماز جنازہ کا اہتمام کیا۔ پریس کلب نے اپنے تمام ارکان کو نماز جنازہ کے وقت سے بھی آگاہ کر دیا۔

زوار خاموش ہوئے، ہونٹ کانپ رہے تھے، آنکھوں میں دور دور تک ایسی ویرانی تھی جیسے کوئی اپنا سب کچھ گنوا بیٹھا ہو۔ بولے میں اس صدمے سے نڈھال، نیم بے ہوش پڑا تھا کہ ایک صحافی دوست نے جو میرے ہمسائے ہی میں ہے، بتایا کہ مسجد والوں نے نہلانے کے لئے تختہ اور جنازے کے لیے چارپائی دینے سے انکار کیا ہے۔ صحافی نے بتایا کہ مولانا کا کہنا ہے کہ آپ کسی اور فرقے سے تعلق رکھتے ہیں لہذا وہ چارپائی دیں گے اور نہ نماز پڑھائیں گے۔ زوار یہ بات سن کر سنبھل نہیں پائے تھے کہ اس کے دوست نے بتایا کہ اس نے مولانا صاحب کو یقین دلایا کہ زوار آپ کے ہم مسلک ہیں تو مولانا بولے یہ میرے اکیلے کا نہیں مسجد کمیٹی کا فیصلہ ہے۔

جنونیت صرف بم باندھ کر خود کو پھاڑ دینے کا نام نہیں، جنونیت فقط انسانوں کے سروں سے فٹ بال کھیلنے کا ہی نام نہیں، جنونیت فقط بس میں گھس کر انسانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قتل کرنے کا ہی نام نہیں۔ مجھے پتہ نہیں لاش کو غسل کے لیے تختہ اور میت کے لیے چارپائی نہ دینا کیا ہے؟ نماز پڑھانے سے انکار کرنا کیا ہے، کس سے سوال کروں؟

صحافی دوست کے مزید اصرار پر وہ بولے علاقے کا سابق کونسلر بھی نہیں چاہتا کہ میں نماز پڑھاؤں۔ پھر وہ بولے آپ فلاں جامعہ سے فتویٰ لے آئیں اور سٹیفکیٹ کہ یہ ہمارے مسلک کے ہیں تو نماز پڑھا دیں گے۔ میں نے بمشکل کہا، پھر؟ زوار بولے میں نے پریس کلب کے صدر ارشد انصاری سے درخواست کی کہ وہ مجھے فتویٰ اور سٹیفکیٹ کا بندوبست کرا دیں جس پر ارشد انصاری نے کہا کہ نہیں اب نماز جنازہ اسی جامعہ میں ہوگی۔ زوار کے صحافی دوست کے مطابق جامعہ میں ایک بڑی نماز جنازہ ہوئی جس میں سینکڑوں افراد کے علاوہ جامعہ کے درجنوں حفاظ قرآن طالب علموں نے شرکت کی۔

میں تعزیت کرکے واپس آ چکا ہوں لیکن میرے اندر دکھ کی ایک لہر ہے، ساتھ ساتھ خوف بھی ہے۔ جیسے میں اچانک جنگل میں آ گیا ہوں، میں چاروں طرف انسان تلاش کر رہا ہوں جن کے دلوں میں خوف خدا ہو اور انسانیت کا احترام بھی۔ یہ واقعہ لاہور میں ہوا ہے اور سینکڑوں صحافیوں کی موجودگی میں۔ گھٹن سی ہے، خوف سا ہے، جیسے سب نے اپنے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ لی ہوں، جیسے سب ایک دوسرے کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں، خاموش، آواز نہ نکلے۔ ہم نے کچھ نہیں دیکھا، ہم نے کچھ نہیں سنا۔ زوار کہتے ہیں انہیں انصاف چاہئے۔

جنونیت صرف بم باندھ کر خود کو پھاڑ دینے کا نام نہیں، جنونیت فقط انسانوں کے سروں سے فٹ بال کھیلنے کا ہی نام نہیں، جنونیت فقط بس میں گھس کر انسانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قتل کرنے کا ہی نام نہیں۔ مجھے پتہ نہیں لاش کو غسل کے لیے تختہ اور میت کے لیے چارپائی نہ دینا کیا ہے؟ نماز پڑھانے سے انکار کرنا کیا ہے، کس سے سوال کروں؟

صحافی ایثار رانا کے کالم سے اقتباس

(بشکریہ روزنامہ خبریں)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کرکے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

اقوام متحدہ کے 70 سال: غیر معمولی کامیابیاں اور بڑی ناکامیاں

اقوام متحدہ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ آنے والی نسلوں کو جنگ کے خطرے سے محفوظ رکھا جائے، انسانی حقوق کا تحفظ کیا جائے، بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھا جائے، اور بین الاقوامی قانون کو بحال رکھا جائے۔ اس کی 70 سالہ تاریخ میں بہت سی کامیابیوں کے علاوہ ناکامیاں بھی دیکھنے میں آئیں۔ ہمیں دونوں پہلوؤں کو دیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم مستقبل میں اقوام متحدہ کو زیادہ موثر بنا سکیں۔

اقوام متحدہ نے کئی بین الاقوامی تنازعات کے حل کے لیے موثر کردار ادا کیا ہے۔ اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں نے 1945ء سے لے کر اب تک 60 سے زائد فیلڈ مشن میں حصہ لیا اور 172 سے زائد امن معاہدے کروائے جن کی مدد سے علاقائی تنازعات کا خاتمہ ہوا۔ اس وقت امن فوجی دستے دنیا بھر کے 20 شورش زدہ علاقوں میں زندگیاں بچانے اور جنگوں کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

اقوام متحدہ کو دنیا کے پیچیدہ مسائل کا مقابلہ کرنے اور انہیں حل کرنے کے قابل بنانے کے لیے سلامتی کونسل میں اصلاحات متعارف کروائی جائیں اور اسے مزید مستحکم بنایا جائے۔

اقوام متحدہ نے ان ممالک کی آزادی کے لیے بھی جدوجہد کی جو 450 سال سے زائد عرصے تک نوآبادیاتی حکومت کے ماتحت رہے۔ اقوام متحدہ کے قیام سے لے کر اب تک 80 ممالک اور 75 کروڑ لوگوں نے استعماریت سے آزادی حاصل کی ہے۔ 1948ء کے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے نے اقوام متحدہ کو انسانی حقوق کے تحفظ، خواتین کے خلاف امتیازی سلوک، بچوں کے حقوق، ایذا رسانی، لاپتہ افراد اور من مانی حراست کی نگرانی کرنے کا مجاز بنایا جس کا ارتکاب بہت سے ممالک میں کیا جا رہا تھا۔

علاوہ ازیں، اقوام متحدہ اور اس کی خصوصی مہارت کی حامل ایجنسیاں تعلیم، صحت، غربت کے خاتمے، خواتین اور بچوں کے حقوق، اور موسمی تبدیلی سمیت انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں۔ نتیجتاً اقوام متحدہ، اس کی خصوصی مہارت کی حامل ایجنسیوں، پروگراموں اور عملے کو بارہ مرتبہ نوبل انعام دیا گیا۔ ان میں سے ایک نوبل انعام 1988ء میں اقوام متحدہ کے امن دستوں کو اور ایک 2001ء میں اقوام متحدہ اور اس کے سیکریٹری جنرل کوفی عنان کو دیا گیا۔

اقوام متحدہ نے بین الاقوامی قانون کی نہ صرف تشریح اور تدوین کی بلکہ اس کے دائرہ اثر میں بھی اضافہ کیا۔ یہ قانون ریاستوں کے ایک دوسرے سے برتاؤ اور ان کے اپنے شہریوں سے سلوک کے حوالے سے ان پر قانونی ذمہ داریاں عائد کرتا ہے۔ اقوام متحدہ نے انسانی حقوق، مہاجرین، تخفیف اسلحہ، تجارت، سمندروں، خلاء وغیرہ سے متعلق 560 سے زائد کثیر فریقی معاہدوں کی منظوری دی جو بین الاقوامی تعلقات کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ نے آٹھ ہزار سالہ ترقیاتی اہداف کے حوالے سے کامیابی حاصل کی ہے اور اس کا اگلا ہدف 17 مستحکم ترقیاتی اہداف کا حصول ہے جن کا مقصد 2030ء تک سماجی، ماحولیاتی اور معاشی ترقی میں اضافہ کرنا ہے۔ لیکن یہ امریکہ کو کیوٹو معاہدے سے دستبردار ہونے، وسیع جوہری معاہدوں پر پابندی کے معاہدے کو نظرانداز کرنے، حیاتیاتی ہتھیاروں کے معاہدے سے انحراف کرنے، اور بیلسٹک میزائل کے خلاف معاہدے کی تنسیخ سے نہیں روک سکا۔

اقوام متحدہ میں بہت سی خامیاں ہیں۔ جب 1970ء میں 190 ممالک نے جوہری ہتھیاروں کے عدم پھیلاؤ کے معاہدے (این پی ٹی) کی منظوری دی تو اس وقت تمام پانچ بڑی طاقتوں کے پاس جوہری ہتھیار موجود تھے۔ بعدازاں این پی ٹی اور جزوی ایٹمی تجربے کے معاہدے کے باوجود کئی ممالک جیسے کہ شمالی کوریا، اسرائیل، پاکستان اور انڈیا نے جوہری ہتھیار بنا لیے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اقوام متحدہ ان معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے والی ریاستوں پر ضوابط کے نفاذ کی اہلیت نہیں رکھتی تھی۔

> ڈاگ ہیمر شولڈ جو **1953**ء سے **1961**ء تک اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل رہے، نے کہا تھا کہ: ''اقوام متحدہ بنی نوع انسان کو جنت لے جانے کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کو جہنم سے بچانے کے لیے بنائی گئی تھی۔'' اقوام متحدہ نے کئی پرتشدد تنازعات کو حل کیا، جنگوں کی روک تھام کی، اور لاکھوں زندگیوں کو بچایا لیکن اسے ناکامیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔

اقوام متحدہ کے امن فوجی مشن (1991-95) نے کمبوڈیا میں تشدد کا خاتمہ کر کے ایک جمہوری حکومت قائم کی لیکن اس سے پہلے پول پاٹ کی خمیر روج حکومت 25 لاکھ سے زائد لوگوں کو قتل کر چکی تھی۔ روانڈا میں 100 دنوں کے دوران آٹھ لاکھ افراد کا قتل عام کیا گیا۔ 1995ء میں بوسنیا سرب افواج نے سربیرینیکا کے ''محفوظ علاقے'' پر چڑھائی کر دی اور آٹھ ہزار مردوں اور لڑکوں کو قتل کر دیا۔ ڈارفر میں تقریباً تین لاکھ سوڈانی شہریوں کو قتل کر دیا گیا۔ نائجیریا میں بوکوحرام تیرہ ہزار سے زائد افراد کو قتل کر چکی ہے۔

ایک حالیہ رپورٹ ''لاشوں کی گنتی'' نے انکشاف کیا کہ امریکی خارجہ پالیسی کے نتیجے میں عراق میں دس لاکھ ہلاکتوں کے علاوہ افغانستان میں دو لاکھ بیس ہزار اور پاکستان میں اسّی ہزار افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ گزشتہ سال اسرائیل نے غزہ میں گھروں، اسکولوں، اسپتالوں، اور اقوام متحدہ کی جانب سے قائم کیے گئے کیمپوں کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں 2200 فلسطینی جاں بحق ہو گئے۔ اقوام متحدہ کی ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق ناوی پلے نے اس کارروائی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ: ''اسرائیل غزہ میں فوجی کارروائی کرتے ہوئے دانستہ طور پر بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کر رہا تھا اور یہ کہ عالمی طاقتوں کو ممکنہ جنگی جرائم کا ارتکاب کرنے پر اس کی باز پرس کرنی چاہیے۔'' اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل ناکام ہو چکی ہے کیونکہ امریکہ اسرائیل کے خلاف کسی بھی کارروائی کو ویٹو کر دیتا ہے۔

مشرق وسطیٰ میں عرب بہار تیونس، مصر، لیبیا اور یمن میں ہزاروں ہلاکتوں اور حکومتوں کی تبدیلی کا سبب بنی۔ لیبیا میں چالیس ہزار اموات ہوئیں اور شام میں سول جنگ کے نتیجے میں دو لاکھ بیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ ان جنگوں کے باعث پانچ کروڑ سے زائد افراد بے گھر ہو چکے ہیں۔ اب آئی ایس آئی ایس بھی ان ممالک میں سرائیت کر چکی ہے جس کا نتیجہ خوفناک ہلاکتوں، انسانی حقوق کی پامالیوں، اور جنگی جرائم کی صورت میں نکلا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اگر اقوام متحدہ کی رکن ریاستوں میں بروقت جرأت مندانہ فیصلے کرنے کی قابلیت ہوتی تو ان تباہ کن واقعات سے بچا جا سکتا تھا۔ لیکن اقوام متحدہ کوئی عالمی حکومت نہیں، اور اس کے باعث ایسی مستقل امن فوج نہیں جسے فوری طور پر تعینات کیا جا سکے۔ اور اقوام متحدہ میں فیصلے رکن ریاستیں کرتی ہیں۔

یہ سانحات اقوام متحدہ کی کمزوریوں اور اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اس کی ویٹو طاقتیں چند رکن ریاستوں کو شدید نوعیت کے تنازعات کے خاتمے کی ضرورت پر ذاتی مفاد کو ترجیح دینے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ ناوی پلے نے سلامتی کونسل سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''قلیل المدتی جغرافیائی وسیاسی سوچ اور قومی مفاد، جس کی تعریف محدود طور پر کی جاتی ہے، انہیں ناقابل برداشت انسانی مصائب اور عالمی امن اور سلامتی کی خلاف ورزی اور انہیں لاحق خطرات پر ترجیح دی جاتی رہی ہے۔'' گزشتہ ستّر برس کے دوران جغرافیائی سیاست اس حد تک تبدیل ہو چکی ہے کہ اب اقوام متحدہ میں اصلاح ضروری ہے جس کی مدد سے اکیسویں صدی کی عالمی ضروریات اور چیلنجوں پر پورا اترا جا سکے۔

رکن ریاستیں سلامتی کونسل پر مغرور، رازدار اور غیر جمہوری ہونے کا الزام عائد کرتی ہیں لیکن ویٹو طاقتیں تبدیلی کی مزاحمت کرتی ہیں۔ دریں اثنا، طاقتور ممالک کی جانب سے اقوام متحدہ کے منشور کی خلاف ورزیوں کے باعث اقوام متحدہ کا موثر پن ختم ہوتا جا رہا ہے۔

تاہم اقوام متحدہ نے ایک اور عالمی جنگ کو روکا ہے جس کا اختیار اسے اس کے منشور نے دیا ہے۔ اقوام متحدہ نے انسانی ترقی کے تمام پہلوؤں کے حوالے سے نمایاں اور بے مثال پیش رفت کی ہے جس سے دنیا بھر کے لاکھوں افراد نے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ ہماری پیچیدہ دنیا کو اقوام متحدہ کی ضرورت ہے۔ سلامتی کونسل میں اصلاح کرنے اور اسے مضبوط بنانے کی ضرورت ہے تاکہ اقوام متحدہ کو بحیثیت مجموعی ہماری دنیا کے پیچیدہ چیلنجوں کا مقابلہ کرنے اور انہیں حل کرنے کے قابل بنایا جا سکے۔ جیسا کہ صدر اوباما نے کہا، اقوام متحدہ نامکمل ہے، لیکن یہ ناگزیر بھی ہے''۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ انٹر پریس سروس)

2014ء میں بچوں پر تشدد کے کئی ہزار واقعات

کراچی: ملک میں بچوں کے حقوق پر جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں تعلیم وصحت سے لے کر مزدوری، اغوا، جنسی تشدد اور قتل سمیت ہر پہلو سے ان کی حالت کے بارے میں مایوس کن حقائق پیش کیے گئے ہیں۔

''پاکستان کے بچوں کی حالت 2014ء'' کے زیرعنوان اس رپورٹ کو بچوں کے حقوق کے تحفظ کی سوسائٹی (اسپارک) نے تیار کیا ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق گزشتہ سال بچوں کے خلاف تشدد کے کئی ہزار کیسز رپورٹ کیے گئے، تاہم اندازہ لگایا گیا ہے کہ رپورٹ نہ کیے جانے والے کیسز کی تعداد کہیں زیادہ ہوسکتی ہے۔

ایک سماجی تنظیم ساحل کی ''ظالمانہ نمبرز'' کے عنوان سے شائع ہونے والی رپورٹ میں 2014ء کے اعداد وشمار کا حوالہ دیتے ہوئے اسپارک نے بیان کیا کہ بچوں کے خلاف جنسی تشدد کے 1786 کیسز، جن میں سے لڑکیوں کے خلاف 1172 کیسز اور باقی 616 لڑکوں کے خلاف تھے، پچھلے سال جنوری سے جون کے دوران رپورٹ کیے گئے۔ گزشتہ سال اس طرح کے کیسز کی کل تعداد 3508 رہی، جس سے یہ نشاندہی ہوتی ہے کہ ایسے کیسز میں گزشتہ سال کی نسبت 17 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔

اسپارک کی رپورٹ کا کہنا ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 1225 کیسز سامنے آئے، جن میں اجتماعی زیادتی بھی شامل ہے، جبکہ 258 کیسز میں لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زیادتی کا ارتکاب کیا گیا۔

رپورٹ کا مزید کہنا ہے کہ کم ازکم 142 متاثرہ بچوں کو جنسی حملے کے بعد قتل کردیا گیا۔

اس مسئلے پر ایک گہری تحقیق سے انکشاف ہوا ہے کہ جنسی استحصال کے 8 فیصد متاثرین کی عمریں چھ سے دس سال کے درمیان تھیں، 26 فیصد گیارہ سے پندرہ برس کی عمر کے تھے، جبکہ گیارہ فیصد سولہ سے اٹھارہ برس کے عمروں کے درمیان تھے۔ یہاں تک کہ ان میں جنسی استحصال کے متاثرین میں چند ایک سال تک کی عمر کے بچے بھی شامل تھے۔

جنسی استحصال کی مختلف شکلوں کے بارے میں اس رپورٹ کا کہنا ہے کہ 775 متاثرہ بچوں کو اغوا کرنے کے بعد ان کا جنسی استحصال کیا گیا، 313 لڑکیوں اور 147 لڑکوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی گئی، 100 بچوں کو اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا، 94 لڑکیاں جنسی زیادتی سے بچنے میں کامیاب ہوگئیں، 63 لڑکوں کے ساتھ اجتماعی زیادتی کی گئی اور 53 کی بچپن میں شادیاں کردی گئیں۔

ملک میں ان کیسز کی شرح شہری و دیہی علاقوں میں 33 سے 67 فیصد تھی، بچوں کے استحصال کے اکثر کیسز پنجاب

کم سن لڑکیوں کی شادیوں کے بعد ان کا حاملہ ہونے سے ان کے پیدائشی پیچیدگیوں میں مبتلا ہونے کا ہی خطرہ نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی صحت بھی خطرے سے دوچار ہوجاتی ہے۔

میں رپورٹ کیے گئے، جن کی تعداد 2054 تھی۔ اس کے بعد 875 کیسز سندھ، 297 بلوچستان، 152 خیبر پختونخوا، 90 اسلام آباد، 38 آزاد جموں وکشمیر اور ایک ایک کیس گلگت بلتستان اور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقے میں رپورٹ ہوئے۔

اس رپورٹ کے مطابق اغوا کے کیسز میں 7 فیصد تک اضافہ ہوا، 2013ء میں اس طرح کے کیسز کی تعداد 1706 تھی اور 2014ء میں یہ بڑھ کر 1831 ہوگئی۔ جس سے اشارہ ملتا ہے کہ گزشتہ سال روزانہ اوسطاً پانچ بچوں کو اغوا کیا گیا۔

ایسڈ سروائیورز کا حوالہ دیتے ہوئے اسپارک کی رپورٹ کا کہنا تھا کہ پچھلے سال ملک میں تیزاب کے حملوں کے چالیس متاثر بچے تھے۔ ان میں گیارہ لڑکے اور 29 لڑکیاں تھیں۔

اس جانب اشارہ کرتے ہوئے کہ سندھ میں بچوں کی شادی پر پابندی کا بل 2014ء کے مطابق لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے شادی کی عمر 18 برس سے زیادہ مقرر کردی گئی ہے، اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو دو سال کی قید اور پچاس ہزار روپے کا جرمانہ کیا جائے گا، اسپارک کی رپورٹ کا کہنا ہے کہ ملک میں سات فیصد لڑکیوں کی شادیاں پندرہ برس کی عمر سے پہلے کردی گئی، جبکہ 24 فیصد کی شادیاں 18 برس سے قبل کی گئیں۔

کم سن لڑکیوں کی شادیوں کے بعد ان کا حاملہ ہونے سے ان کے پیدائشی پیچیدگیوں میں مبتلا ہونے کا ہی خطرہ نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی صحت بھی خطرے سے دوچار ہوجاتی ہے۔

رپورٹ کا کہنا ہے کہ پانچ سے نو سال کی عمر کے اڑھائی کروڑ پاکستانی بچے اسکول سے باہر تھے، اور ان میں سے تقریباً ایک کروڑ تیس لاکھ پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔

اسکول سے باہر بچوں کی سب سے زیادہ تعداد کے ساتھ پاکستان اس لحاظ سے دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔

رپورٹ کے مطابق پاکستان میں پیدائشی بچوں کی اموات کی شرح 2013ء میں 1086 تھی، لیکن یہ شرح ملینیم ڈیویلپمنٹ گولز کے تحت ایک ہزار پیدائش میں 52 بچوں کے ہدف سے کافی دور ہے۔

2014ء کے اختتام تک چاروں صوبوں کے حراستی مراکز میں نابالغ مجرموں کی کل تعداد 1456 تھی، ان میں سے بڑی اکثریت مقدمات کا سامنا کررہے تھے۔ قیدی بچوں کی سب سے زیادہ تعداد پنجاب میں 757 تھی، اس کے بعد خیبر پختونخوا میں 301، سندھ میں 291، اور بلوچستان میں 107 تھی۔

آئی ایل او کے اعداد وشمار کا حوالہ دیتے ہوئے رپورٹ کا کہنا ہے کہ پاکستان میں ایک کروڑ پچیس لاکھ بچے کسی نہ کسی صورت میں مزدوری کرنے پر مجبور ہیں۔ جبکہ یونیسیف کا تخمینہ ہے کہ ایک کروڑ بچے 2012ء میں مزدوری کرنے پر مجبور تھے۔

رپورٹ کے مطابق اسکول سے باہر بچوں اور غلام مزدوری پر مجبور خاندانوں کی بڑی تعداد کی وجہ سے بہت سے بچے افرادی قوت میں متحرک کردار ادا کررہے ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق ان میں سے دو لاکھ 64 ہزار بچے گھریلو ملازم کے طور پر غیر محفوظ ماحول میں کام کررہے ہیں۔

گھریلو ملازمین پر تشدد کے حوالے سے اس رپورٹ میں گزشتہ سال کے اعداد وشمار پیش نہیں کیے گئے، جبکہ 2013ء میں گھریلو ملازم بچوں پر تشدد کے 21 کیسز رپورٹ کیے گئے تھے، جن میں سے 8 بچوں کی موت واقع ہوگئی تھی۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

ایچ آر سی پی کا دیگر سماجی تنظیموں کے تعاون سے مزدوروں کے عالمی دن پر تقاریب کا اہتمام

ملتان پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی سپیشل ٹاسک فورس ملتان اور پیراماؤنٹ ڈویلپمنٹ آرگنائزیشن ملتان نے مشترکہ طور پر مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر ایک مقامی بھٹہ پر ایک سمینار کا انعقاد کیا۔ سمینار کا مقصد بھٹہ مزدوروں کو ان کے حقوق کے بارے میں آگاہی دلانا تھا۔ سمینار میں سول سوسائٹی کے کارکنوں، مزدور یونین کے عہدیداروں اور بھٹہ مزدوروں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ سمینار کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے انسانی حقوق کمیشن ٹاسک فورس ملتان کے کوآرڈینیٹر فیصل تنگوانی نے تمام ساتھیوں اور خصوصا بھٹہ مزدور مرد و خواتین کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یکم مئی مزدوروں کا عالمی دن ہے۔ پاکستان کے آئین میں بھٹہ مزدور سمیت تمام مزدوروں کو مساوی حقوق کا درجہ حاصل ہے۔ مگر ملک میں آج بھی بھٹہ مزدور اور اس کا خاندان اپنے بنیادی حقوق کے بارے میں ناواقف ہے۔ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم مزدور متحد ہو کر ریاست سے مطالبہ کریں کہ ریاست ہمارے حقوق کا تحفظ کرے اور موجودہ مزدور قوانین پر سختی سے عمل درآمد کرائے۔ بھٹہ مزدوروں کی اجرت ان کی محنت سے بہت کم ہے اور اس پر بھی قانون موجود ہے اور آج کے اس دن کے حوالے سے ہم ریاست سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری اجرت میں اضافہ موجودہ حالات کے مطابق کیا جائے۔ انسان دوست تنظیم کے رکن عمانوایل عاصی نے کہا کہ شکاگو کے مزدوروں کی جدوجہد کو آج 129 سال گزر گئے ہیں اور ان کا دیا ہوا شعور مزدوروں میں ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اُس واقعہ کی بدولت آج دنیا بھر کے مزدور اپنے حق کی آواز کے لئے ہر سال یکم مئی کو سڑکوں پر نکل آتے ہیں۔ حکومت کو مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے جامع پالیسیاں اپنانی چاہئیں ۔ عاصمہ خان ایڈووکیٹ نے بات چیت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا قانون کم سن بچوں کی مزدوری کرنے کی شدید ممانعت کرتا ہے لیکن بدقسمتی سے مزدوروں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھٹوں اور فیکٹریوں میں سرعام کام کرتے ہیں مگر بدقسمتی سے کبھی بھی کسی سرکاری ادارے یا لیبر ڈیپارٹمنٹ نے بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ سماجی کارکن حمیرا مقبول نے کہا کہ ہم شکاگو کے شہید مزدوروں کو سرخ سلام پیش کرتے ہیں کہ جن کی عظیم جدوجہد سے آج دنیا بھر کے مزدور متحد نظر آتے ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ وہ مزدوروں کی اجرت، صحت اور علاج معالجہ جیسی بنیادی سہولتوں کی فراہمی میں کوئی کسر نہ چھوڑے اور ان کو برابری کی بنیاد پر حقوق دے کر معاشی و سماجی استحصال کا خاتمہ کرے۔ مزدور رہنما ندیم پاشا نے اپنی بات چیت کا آغاز ''اٹھو دنیا بھر کے مزدور و متحد ہو جاؤ'' کے نعرے سے کرتے ہوئے کہا کہ شکاگو کے مزدوروں کی جدوجہد کی بدولت آج ہر طبقہ کے مزدوروں کو کسی نہ کسی طور اپنے حقوق بارے آگاہی حاصل ہے اور اس میں ہماری سول سوسائٹی کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ بھٹہ مزدور دن بھر تپتی گرمی میں اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے محنت کرتا

آج اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم مزدور متحد ہو کر ریاست سے مطالبہ کریں کہ ریاست ہمارے حقوق کا تحفظ کرے اور موجودہ مزدور قوانین پر سختی سے عمل درآمد کرائے۔ بھٹہ مزدوروں کی اجرت ان کی محنت سے بہت کم ہے اور اس پر بھی قانون موجود ہے اور آج کے اس دن کے حوالے سے ہم ریاست سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری اجرت میں اضافہ موجودہ حالات کے مطابق کیا جائے۔

ہے۔ لیکن افسوس کہ اس مزدور کو اس کی محنت کے برابر معاوضہ نہیں ملتا بلکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے وہ روز بروز بھٹہ مالکان کے قرضوں تلے سالوں سال دبا رہتا ہے۔ محمد حسین کھوکھر نے کہا کہ ضلع ملتان میں قائم 480 سے زائد بھٹوں پر 70/80 ہزار بھٹہ مزدور جن میں بچے، مرد اور خواتین شامل ہیں بنیادی تعلیم، صحت، لباس، خوراک اور حکومت کی طرف سے مقرر کردہ اجرت سے محروم ہیں۔ شناختی کارڈ اور سوشل سکیورٹی کارڈ کی مراعات سے محروم ہیں۔ اس سلسلہ میں مزدوروں کو آگاہی دینے کی ضرورت ہے۔ بھٹہ مزدور خاتون جنت مائی نے بھٹہ مزدوروں کی نمائندگی کرتے ہوئے بتایا کہ بھٹہ مالکان ہمیں سوشل سکیورٹی کارڈ نہیں بنا کر دیتے۔ اگر بھٹہ مالکان ہمیں سوشل سکیورٹی کارڈ بنوا کر دیں تو اس سے ہم ڈیتھ گرانٹ اور میریج گرانٹ جیسی سہولتوں سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ بھٹوں پر سرکاری ڈسپنسری تک کا وجود نہیں ہے۔ علاج معالجہ کے لئے ہمیں دور دور تک جانا پڑتا ہے۔ ہمارے بھٹہ پر 15/20 خاندان رہائش پذیر ہیں جن کے استعمال کے لئے صرف پانی کا ایک نلکا ہے جو ناکافی ہے۔ ہمارے کچے مکانوں کی حالت انتہائی خطرناک ہے۔ بھٹہ مالکان ان کی مرمت کرا کر نہیں دیتے جو کسی بھی وقت بڑے حادثہ کا سبب بن سکتے ہیں۔ ذکیہ صدیقہ نے شرکاء کو بتایا کہ سماجی تنظیمیں مزدوروں کے ساتھ ہیں۔ ہمارا حکومت سے مطالبہ ہے کہ مزدوروں کو ان کی پوری اجرت فراہم کرنے کے اس اہم مسئلہ کو فوری طور پر حل کیا جائے۔ سوشل سکیورٹی کے حصول کے لئے متعلقہ اداروں کو متحرک کیا جائے اور مزدوروں کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تاکہ ہر مزدور خوشحال ہو۔

(ایم اکمل، ایچ آر سی پی سپیشل ٹاسک فورس، ملتان)

ٹوبہ ٹیک سنگھ یکم مئی کو مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر عوامی ورکر پارٹی کے زیر اہتمام کمال چوک میں جلسہ عام منعقد کیا گیا جس میں سینکڑوں مزدوروں، کسانوں اور پارٹی کارکنان سمیت خواتین نے شرکت کی۔ جلسہ کے مہمان خصوصی پاکستان عوامی ورکر پارٹی کے جنرل سیکرٹری فاروق طارق اور کسان رہنما چوہدری فتح محمد تھے عوامی ورکر پارٹی کے مرکزی جنرل سیکرٹری فاروق طارق نے کہا کہ پاکستان میں جاگیردار اور سرمایہ دار مزدوروں کا استحصال کر رہے ہیں، مزدور ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، موجودہ حکمرانوں کی ناقص پالیسیوں کے باعث روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی کے باعث مزدور دو وقت کی روٹی سے بھی محروم ہو گیا ہے، انہوں نے شکاگو کے مزدوروں کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ جلسہ عام میں دیگر مقررین نے کہا کہ کسانوں میں ذہنی امراض کے ساتھ ساتھ خودکشی جیسے رجحانات بڑھ رہے ہیں۔ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ جس کی وجہ سے صوبوں کے درمیان تضادات موجود ہیں۔ جلسہ میں شریک مزدوروں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ جاگیرداری کا فوری خاتمہ کیا جائے اور کھیت مزدور کو صنعتی مزدور کے مساوی حقوق و مراعات کی ضمانت دی جائے، ملک میں جبری مشقت کا خاتمہ کیا جائے اور کھیت مزدوروں کو صنعتی مزدوروں کے برابر اجرت، سوشل سکیورٹی اور بڑھاپا الاؤنس کے لئے قانون سازی کی جائے۔

(اعجاز اقبال)

حیدرآباد ملک کے دیگر شہروں کی طرح حیدرآباد میں

بھی مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر مختلف مزدور اور سماجی تنظیموں نے ریلیاں نکالیں،اجلاس اور سیمینارز منعقد کیئے۔شرکاء نے شکاگو کے شہدا کی جدوجہد کوخراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مزدوروں کے حقوق کے لئے پرعزم جدوجہد کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ ملکی اداروں کی نجکاری کے خلاف اور محنت کشوں کے حقوق کی جدوجہد جاری رکھیں

> اگر ہم آج کے دور کا جائزہ لیں تو آج بھی مزدوروں پر بے شمار مظالم ڈھائے جارہے ہیں، آج بھی مزدوراپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے اور مسلسل بے بسی،غربت اور ناانصافی کی تصویر ہے۔ضیاء دور میں کالونی ٹیکسٹائل ملتان میں فائرنگ کر کے بے بس اورغریب مزدوروں کوشہید کر دیا گیا اور ظلم کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

گے۔واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین سی بی اے نے مرکزی صدر عبدالطیف نظامانی، اقبال قائم خان، مہر خان بلوچ ودیگر کی قیادت میں پریس کلب تک ریلی نکالی جس میں حیسکو کے محنت کشوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مقررین نے شکاگو کےمزدوروں کوخراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ملک کا محنت کش آج بھی ظلم وانصافی کی چکی میں پس رہا ہے۔انہیں روزگار کے مواقع میسر نہیں جس کی وجہ سے محنت کش کم اجرت پر کام کرنے پر مجبور ہیں جبکہ واپڈا سمیت مفاد عامہ کے اداروں کی نجکاری کی جارہی ہے۔وہ حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ذاتی مفادات کی بجائے محنت کشوں کے مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے اداروں کی نجکاری کا فیصلہ فوری واپس لے۔سندھ شوگر ملز ورکرز فیڈریشن، آل سندھ سیمنٹ ایمپلائز فیڈریشن اور سندھ مائز ورکرز یونین نے مشترکہ طور پر پاکستان ورکرز فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے ریلی نکالی۔ گل خٹک، محمد اشرف راجپوت، حاجی شہر زمان، آصف خٹک، حاجی پیرزادہ ودیگر نے کہا کہ سیاسی جماعتیں اقتدار کے لیے محنت کشوں، ہاریوں اورغریبوں کا سہارا لیتی ہیں لیکن افسوس یہی رہنما اقتدار ملنے کے بعد محنت کشوں سے کئے گئے اپنے وعدے بھول جاتے ہیں۔موجودہ حکمران بھی اسی پالیسی پر گامزن ہیں۔حکمران ذاتی مفادات کو ترجیح دے رہے ہیں۔محنت کشوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ورکرز ویلفیئر بورڈ اور سوشل سکیورٹی کے فنڈز پر محنت کشوں، بیواؤں اوران کے بچوں کا حق ہے۔اسی طرح دیگر سماجی تنظیموں نے بھی یکم مئی کو مختلف تقاریب کا اہتمام کیا اور مزدوروں کے حقوق کے تحفظ پر زور دیا۔

(لالہ عبدالحلیم)

ملتان یکم مئی کو جسٹس اینڈ پیس کمیشن ملتان کے زیر اہتمام مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر ریلی نکالی گئی۔ جس کا مرکزی نعرہ ''مزدور خوشحال ملک خوشحال'' تھا۔ریلی میں 300 سے زائد بھٹہ مزدوروں کے علاوہ سول سوسائٹی اور میڈیا کے نمائندوں اور لیبر ڈیپارٹمنٹ سے نصرت کمال(ڈسٹرکٹ لیبر آفیسر)،ایڈووکیٹ بابونفیس انصاری ،عمانوائیل عاصی،محمد حسین،ایوب جاذب،عظمت ہدایت ، رضیہ ایرک ، حفصیاہ افتخار، فیاض امین نے شرکت کی۔ہائی سینٹ پیٹر(ایگزیکٹوسیکرٹری جے پی سی)نے ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ کام کے حالات کار بہتر بنانے اور مناسب اوقاتِ کار اور اجرت کیلئے کی جانے والی کوششوں اوراپنی جانوں کی قربانی پیش کرنے پر شکاگو کے مزدوروں کو سلام پیش کرتے ہیں۔انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم آج کے دور کا جائزہ لیں تو آج بھی مزدوروں پر بے شمار مظالم ڈھائے جارہے ہیں،آج بھی مزدوراپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے اور مسلسل بے بسی،غربت اور ناانصافی کی تصویر ہے۔ضیاء دور میں کالونی ٹیکسٹائل ملتان میں فائرنگ کر کے بے بس اور غریب مزدوروں کو شہید کر دیا گیا اور ظلم کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔آج بھی 2012 میں پاکستان کی تاریخ میں ہونے والا سب سے دردناک واقعہ ہم کیسے بھول سکتے ہیں جسمیں بلدیہ ٹاؤن کراچی میں گارمنٹس کی فیکٹری میں 258 بے بس مزدور آگ کی وجہ سے موت کا شکار ہوگئے ۔اسی سال لاہور کی جوتوں کی فیکٹری میں بھی مزدور غیرمحفوظ حالات کی بدولت بے بسی سے موت کا شکار ہوئے مگر آج تک ان کے لواحقین انصاف کو انصاف نہیں مل سکا۔انہوں نے گذشتہ برس کے ظالمانہ واقعے کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ بے بس اور لاچار غریب بھٹہ مزدور میاں بیوی شمع اور شہزاد بھی ظلم کی منہ بولتی تصویر بن گئے ۔آج کے جدید دور میں بھٹہ مزدوروں کی پیشگی کے عوض خرید و فروخت کی جارہی ہے جس کو روکنے کیلئے ہماری حکومت اور ریاستی ادارے بُری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ ہمارے ملک میں 5 کروڑ سے زائد مزدور کم سے کم اجرت پر عملدرآمد کیلئے بے انتہا کوششیں کررہے ہیں جبکہ ترقی یافتہ ممالک کے مزدورزندگی گزارنے کیلئے مناسب اجرت کیلئے جدوجہد کررہے ہیں اس کے برعکس ہمارے مزدور کو کم سے کم اجرت بھی میسر نہیں ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ وہ بھٹہ مزدوروں کے بہتر حالاتِ زندگی کے پیش نظر پنجاب حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ جبری مشقت کے خاتمہ کے قانون 2012 کے اطلاق کو ممکن بنائے اور مزدوروں کو باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنانے کیلئے مراعات فراہم کرے تاکہ آج کا مزدور بہتر زندگی بسر کر سکے۔آخر میں انہوں نے ملکی معیشت میں مزدوروں کی اہمیت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی ملک میں مزدور ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔اس لیے اگر ہمارا مزدور توانا اور خوشحال ہوگا تو زیادہ جانفشانی سے کام کرے گا جس سے

> ہمارے ملک میں **5** کروڑ سے زائد مزدور کم سے کم اجرت پر عملدرآمد کیلئے کوششیں کررہے ہیں جبکہ ترقی یافتہ ممالک کے مزدورزندگی گزارنے کیلئے مناسب اجرت کیلئے جدوجہد کررہے ہیں اس کے برعکس ہمارے مزدور کو کم سے کم اجرت بھی میسر نہیں ہے۔ بھٹہ مزدوروں کے بہتر حالاتِ زندگی کے پیش نظر پنجاب حکومت جبری مشقت کے خاتمہ کے قانون **2012** کے اطلاق کو ممکن بنائے اور مزدوروں کو باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنانے کیلئے مراعات فراہم کرے تاکہ آج کا مزدور بہتر زندگی بسر کر سکے۔

ادارہ اور ملک ترقی کرے گا۔کیونکہ اگر مزدور خوشحال ہوگا تو ملک خوشحال ہوگا۔ ایڈووکیٹ بابونفیس انصاری ، عمانوائیل عاصی اور نصرت کمال نے شکاگو کے مزدوروں کی اپنے حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد کو سراہتے ہوئے کہا کہ امریکہ میں ان مزدوروں کی جدو جہد اور کوششیں آج کے مزدوروں کیلئے مشعل راہ ہیں۔صنعتی انقلاب کے بعد ان مزدوروں نے نامساعد حالات اور کم اجرت کے خلاف احتجاج اور ہڑتالیں کرنی شروع کر دیں۔اپنے مطالبات کو منوانے کیلئے ان مزدوروں کو اپنی جانوں کی قیمت بھی چکانی پڑی۔انہوں نے مزید کہا کہ آج جب کہ مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے تو مزدور کی کم سے کم تنخواہ 30000 روپے ہونی چاہیے، تاکہ وہ اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرسکیں ۔ ریلی کی قیادت ہائی سینٹ پیٹر،)ایگزیکٹوسیکرٹری جے پی سی) نے کی تھی۔

(حفصیاہ افتخار)

نصابی کتب میں مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر امتیاز

2013ء اور 2014ء میں پہلی سے بارہویں جماعت کے لیے شائع کی گئیں کتب پاکستان کے آئین کے آرٹیکل (1) 22، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کے آرٹیکل (2)26، بچوں کے حقوق کے میثاق کے آرٹیکل 2 اور آرٹیکل (1) 14، عدم رواداری کی تمام اقسام اور مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر امتیاز کے خاتمے سے متعلق اعلامیے کے آرٹیکل 5، شہری و سیاسی حقوق سے متعلق میثاق کے آرٹیکل 18 اور قومی نصاب 2006-2007 کے رہنما اصولوں کے منافی ہیں کیونکہ ان میں پاکستان کی مذہبی اقلیتوں کے خلاف متنازعہ مواد موجود ہے۔

آئین پاکستان کا آرٹیکل 22(1)

"کسی بھی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم کوئی بھی فرد ایسی مذہبی ہدایات وصول کرنے، یا کسی مذہبی تقریب میں شرکت کرنے، یا مذہبی عبادت میں حصہ لینے کا پابند نہیں ہوگا جس کا تعلق اس کے مذہب کی بجائے کسی دوسرے مذہب سے ہو۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور کا آرٹیکل 26(2)

تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی مکمل نشو ونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو فروغ دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

بچوں کے حقوق سے متعلق میثاق کا آرٹیکل 2

تمام رکن ممالک اس بات کو یقینی بنانے کے لئے ممکنہ اقدامات اٹھائیں گے کہ اُن کی حدود میں کسی بچے کو اُس کی حیثیت، سرگرمیوں، اظہار رائے، اعتقاد یا بچے کے والدین یا وارث یا خاندان کے فرد کے عقیدے کی بنیاد پر امتیاز کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔

بچوں کے حقوق سے متعلق میثاق کا آرٹیکل 14

(1) رکن ریاستیں بچے کے فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق کا احترام کریں گی۔

عدم رواداری کی تمام اقسام اور مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر امتیاز کے خاتمے کا میثاق

آرٹیکل 5

1۔ والدین یا بچے کے قانونی ورثا کو خاندان کے اندر اپنے مذہب یا عقیدے کے مطابق زندگی ترتیب دینے اور ایسی اخلاقی تعلیم دینے کا حق حاصل ہے جسے وہ بچے کے حق میں بہتر سمجھتے ہوں۔

2۔ ہر بچے کو مذہب یا عقیدے کے معاملے میں ایسی تعلیم تک رسائی کا حق حاصل ہوگا جو اس کے والدین یا اس کے قانونی ورثا کی خواہشات کے مطابق ہو، اور اسے ایسی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جو اس کے والدین یا قانونی ورثا کی خواہشات کے خلاف ہو، اس حوالے سے رہنما اصول بچے کا بہترین مفاد ہوگا۔

3۔ بچے کو مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر ہر قسم کے امتیاز سے تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ اس کی پرورش مفاہمت، رواداری، لوگوں کے مابین دوستی، امن اور عالمی بھائی چارے، دیگر لوگوں کے مذہب یا عقیدے کی آزادی کے احترام کے جذبے کے تحت کی جائے گی، اور اسے اس بات کا شعور دیا جائے گا کہ اس کی توانائی اور صلاحیتیں دیگر افراد کی خدمت کے لیے وقف ہونی چاہئیں۔

> بچے کو مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر ہر قسم کے امتیاز سے تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ اس کی پرورش مفاہمت، رواداری، لوگوں کے مابین دوستی، امن اور عالمی بھائی چارے، دیگر لوگوں کے مذہب یا عقیدے کی آزادی کے احترام کے جذبے کے تحت کی جائے گی، اور اسے اس بات کا شعور دیا جائے گا کہ اس کی توانائی اور صلاحیتیں دیگر افراد کی خدمت کے لیے وقف ہونی چاہئیں۔

4۔ اگر کوئی بچہ نہ تو اپنے والدین اور نہ ہی قانونی ورثا کی زیر نگہداشت ہو تو اس صورت میں بچے کے بہترین مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے مذہب یا عقیدے کے معاملے میں بچے کی جانب سے ظاہر کی گئیں خواہشات یا ایسی دیگر خواہشات کا خیال رکھا جائے گا جن کا کوئی ثبوت موجود ہو۔

5۔ اس اعلامیے کے آرٹیکل 1 کے پیراگراف 3 کے پیش نظر کسی مذہب یا عقیدے سے متعلق ایسی سرگرمیاں جن کے تحت بچے کی پرورش کی جاتی ہے، اس کی جسمانی یا ذہنی صحت یا اس کی مکمل نشو ونما کے لیے نقصان دہ نہیں ہونی چاہئیں۔

شہری و سیاسی حقوق کا بین الاقوامی میثاق

1۔ ہر فرد کو سوچ، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوگا۔ اس حق میں اپنی پسند کا مذہب یا عقیدہ اختیار کرنے، اور عبادت، مشاہدے، عمل اور تعلیم کے ذریعے انفرادی طور پر یا کمیونٹی کے اندر دیگر افراد کے ساتھ اپنے مذہب یا عقیدے کے اظہار کی آزادی شامل ہوگی۔

2۔ کسی بھی فرد پر ایسا کوئی دباؤ نہیں ڈالا جائے گا جس سے اس کی اپنی پسند کا مذہب یا عقیدہ اختیار کرنے کی آزادی کو نقصان پہنچے۔

3۔ فرد کے مذہب اور عقیدے کے اظہار پر صرف ایسی پابندیاں لگائی جا سکتی ہیں جو قانون نے مقرر کی ہوں اور جو عوام کی سلامتی، امن و امان، صحت، یا لوگوں کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کے تحفظ کے لیے ضروری ہوں۔

4۔ اس میثاق کی فریق ریاستیں والدین اور قانونی ورثا کی اس آزادی کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہیں کہ وہ اپنے عقائد کے مطابق اپنے بچوں کی مذہبی اور اخلاقی تعلیم کو یقینی بنا سکیں۔

وزارت تعلیم، پاکستان کے رہنما اصول برائے قومی نصاب 2006-2007ء

پاکستان کی وزارت تعلیم کے قومی نصاب برائے 2006-2007ء کے اصولوں کے مطابق نصابی کتاب تعلیم اور سیکھنے کا اہم ذریعہ ہے۔ یہ بڑے پیمانے پر استعمال ہونے والے ذرائع میں سے ایک ہے اور یہ تعلیم کے ایک فریم کا کردار ادا کرتی ہے۔ اس ذریعے کو موثر بنانے کے لیے نصابی کتب کے مصنفین سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ مندرجہ ذیل رہنما اصولوں کی پیروی کریں۔

☆ نصابی کتاب کو نصاب میں متعین کردہ اصولوں کے مطابق ہونا چاہئے۔

☆ نصابی مواد ایسا ہونا چاہئے کہ اس سے طلباء کو ایسی معلومات مل سکیں جن کی مدد سے وہ تصورات کو سمجھ سکیں، اپنی مہارت میں اضافہ کرسکیں اور اچھی سوچ کو پروان چڑھا سکیں۔

☆ مواد ایسا ہونا چاہئے کہ اس کی مدد سے طلباء کو امتحانات کی تیاری کرنے، عملی زندگی بسر کرنے، اپنے معیار میں اضافہ کرنے، آزادانہ سوچ کو فروغ دینے اور اس دنیا کو سمجھنے میں مدد ملے جہاں وہ رہتے ہیں۔

☆تحریر کی زبان سادہ، واضح اور منطقی ہونی چاہیے۔اس میں غیر ضروری تفصیلات شامل نہ کی جائیں اور ایک بات کو بار بار نہ دہرایا جائے۔

☆مواد غیر جانبدارانہ اور غیر متنازعہ ہونا چاہیے۔

☆نصابی کتب مناسب طور پر باتصویر ہونی چاہئیں۔

☆نصابی کتب میں مختلف سرگرمیاں تجویز کی جائیں۔

☆باب کے آخر میں دی گئیں مشقیں ایسی ہونی چاہئیں کہ وہ طلباء کو سوچنے، اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے اور معلومات کو مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرنے میں مدد دیں۔

☆اخلاقیات سے متعلق نصابی کتب میں ''مذاہب کا تعارف''، ''اخلاقیات اور اخلاقی اقدار'' اور ''شخصیات'' سے متعلق حصے کی تیاری کے وقت خاص احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔

مذاہب کا تعارف

☆داستان گوئی کی بیانیہ شکل استعمال کی جائے۔

☆مذہب سے متعلق تفصیلات سے اجتناب کیا جائے۔

☆مذاہب کے مابین موازنہ نہ کیا جائے۔

تحفظات

1۔ پاکستان کی نصابی کتب پاکستان کے آئین کے آرٹیکل (1)22 کی خلاف ورزی کا باعث بنتی ہیں جو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ ''کسی بھی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم کوئی بھی فرد ایسی مذہبی ہدایات وصول کرنے، یا کسی مذہبی تقریب میں شرکت کرنے، یا مذہبی عبادت میں حصہ لینے کا پابند نہیں ہوگا جس کا تعلق اس کے مذہب کی بجائے کسی دوسرے مذہب سے ہو'' مذہبی اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے طلباء اپنے مذاہب کا مطالعہ کرنے سے محروم رہتے ہیں جو آئین کے آرٹیکل (1) 25 کی خلاف ورزی ہے۔ یہ آرٹیکل بھی اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ: ''قانون کی نظر میں تمام شہری برابر اور قانون کے مساوی تحفظ کے حقدار ہیں۔'' مذہب کی بنیاد پر اکثریت اور اقلیت کے تصور کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔ کسی بھی قوم کا پرچم اتحاد اور یکجہتی کی علامت ہوتا ہے۔ پرچم قوم کے تمام شہریوں کو ایک دوسرے سے جوڑتا ہے اور قومی پرچم تلے قوم کے تمام شہری برابر ہوتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے پاکستان کا پرچم لوگوں کو تقسیم کرتا ہے کیونکہ یہ پاکستان کے شہریوں کو مذہب کی بنیاد پر اکثریت اور اقلیت میں تقسیم کرتا ہے۔ اسی وجہ سے پاکستان احساس برتری اور احساس کمتری کے احساس میں مبتلا ہے اور پاکستان کے آئین کے آرٹیکل (1)25 کی خلاف ورزی کی وجہ سے تمام شہریوں کو مساوی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

ذیل میں پاکستان نصابی کتب سے چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ یہ کتابیں نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو، بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ اور خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کے تحت شائع کی گئیں۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان کی شہریوں کو مذہب اور اکثریت اور اقلیت کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا۔

پاکستانی قوم کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنا

انگریزی

جماعت: پنجم

پہلا ایڈیشن: 2014ء

پہلی اشاعت: 2014ء

کوڈ: STE-514

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

(یونٹ: 1۔ پاکستان کا پرچم، صفحہ 1، سطور 5-1)

> ہمارے ملک پاکستان کا ایک پرچم بھی ہے جو ایک سفید پٹی، گہرے سبز مرکزی حصے اور سفید ہلال اور پانچ کونوں والے ستارے پر مشتمل ہے۔ ہلال، ستارہ اور سبز رنگ اسلام کی روایتی علامات ہیں اور اسی لیے یہ پرچم ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔

ہمارے ملک پاکستان کا ایک پرچم بھی ہے جو ایک سفید پٹی، گہرے سبز مرکزی حصے اور سفید ہلال اور پانچ کونوں والے ستارے پر مشتمل ہے۔ ہلال، ستارہ اور سبز رنگ اسلام کی روایتی علامات ہیں اور اسی لیے یہ پرچم ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے۔

انگریزی

جماعت: پنجم

اشاعت: 2014ء

ایڈیشن: پہلا

کوڈ: E.5/324

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ

(یونٹ نمبر 1، ہمارا جھنڈا، صفحہ نمبر 34، سطور 6-3)

ہمارے پرچم کا ایک بڑا حصہ سبز رنگ کا ہے جو مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ اس کا بایاں حصہ ایک عمودی سفید پٹی پر مشتمل ہے جو غیر مسلم اقلیتوں کو ظاہر کرتی ہے۔

2۔ پاکستان کی موجودہ نصابی کتب مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد، تعصّبات، امتیاز، عدم یکجہتی، اور عدم رواداری کو فروغ دے رہی ہیں۔ ان کتابوں میں مسلم مسیح تشدد، مسلم ہندو تشدد اور مسلم سکھ تشدد سے متعلق مواد موجود ہے۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو، بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ کوئٹہ اور خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور نصابی کتب میں مذہب کی بنیاد پر تشدد کو فروغ دے رہے ہیں۔ عدم رواداری کا کلچر عروج پر ہے اور اس کی ذمہ داری نصاب، نصابی کتب تیار کرنے والے اور ان کا نفاذ کرنے والے حکام پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اقلیتی مذاہب اور ان کے پیروکاروں کے خلاف تعصّبات نصاب اور نصابی کتب کا حصہ ہیں۔ نصابی کتب طلباء کے جذبات کو بھڑکاتی ہیں۔ تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلبا کو مختلف جماعتوں میں ایک ہی نصاب پڑھنا پڑتا ہے جس سے معصوم ذہنوں میں انتہا پسندی اور تعصب کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ نصابی کتب کے ذریعے نفرت کے جو بیج بوئے جاتے ہیں وہ پوری قوم کے لیے خطرے کا باعث ہیں۔ یہ نصابی کتب طلباء کو گمراہ کر رہی ہیں اور اسی وجہ سے گوجرہ، شانتی نگر، سانگلہ ہل، باہمی والا، بہاولپور، ٹیکسلا، ٹوبہ ٹیک سنگھ، اسلام آباد، سکھر، حیدرآباد، ملتان، لاہور، فیصل آباد، پشاور، رحیم یار خان، عمرکوٹ، ڈھورو نارو، غلام نبی شاہ، مٹھی، کنڑی، ٹنڈو الہ یار، جیکب آباد، بدین، دادو، سانگھڑ، نواب شاہ، لاڑکانہ میر پور خاص اور چارسدہ جیسے واقعات پیش آچکے ہیں۔ ان المناک واقعات میں نہ صرف مقدس انجیل، گروگرنتھ صاحب، گرجا گھروں اور مندروں کی بے حرمتی کی گئی بلکہ انہیں نذرِ آتش بھی کیا گیا۔

پاکستان میں مذہبی اقلیتوں کو تحفظ حاصل نہیں ہے جو پاکستان کے آئین کی خلاف ورزی ہے۔ انہیں ایذادہی، اغوا، جبری تبدیلی مذہب اور جبری شادیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ نوجوان خواتین اغوا، جبری تبدیلی مذہب اور جبری شادیوں کا باآسانی نشانہ بن جاتی ہیں کیونکہ ان کا تعلق محروم اور مظلوم طبقے سے ہے۔ ان کا ماورائے عدالت قتل کیا جاتا ہے اور وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ان کے خلاف جھوٹے مقدمات درج کیے جاتے ہیں، اس کے علاوہ انہیں امتیازی قوانین کا بھی سامنا ہے، ان کی املاک اور گھروں کو جلا دیا جاتا ہے، انہیں اپنے سماجی، معاشی اور سیاسی حالات کو بہتر بنانے کے لیے مساوی مواقع فراہم نہیں کیے جاتے۔ پاکستان کی نصابی کتب ہم موجودیت، مفاہمت، سماجی ہم آہنگی، بین المذاہب ہم آہنگی، امن، قبولیت، رواداری، انسانی وقار، انسانی حقوق، اور مساوات اور سماجی انصاف کو فروغ دینے میں ناکام رہی ہیں۔ ذیل میں موجودہ نصابی کتب سے چند مثالیں پیش کی گئی ہیں جس سے باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتب انتہا پسندی کے فروغ کا

باعث بن رہی ہیں۔

عبادت گاہوں کی بے حرمتی

تاریخ

جماعت: ششم

دوسرا ایڈیشن: **2013**ء

آئی ایس بی این: **978-969-37-05567-6**

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

(باب نمبر **3**، جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد، صفحہ **55**، سطور **3-9**)

دیبل: محمد بن قاسم 711ء سن عیسوی کی خزاں میں دیبل پہنچے۔ انہوں نے علاقے کا محاصرہ کر لیا جس کی مضبوطی سے حصار بندی کی گئی تھی۔ شہر کے وسط میں ایک بڑا مندر تھا جس پر سرخ جھنڈا لہرا رہا تھا۔ مسلمانوں نے منجنیق کی مدد سے

ایک مختصر فوج رکھنے کے باوجود فتح کے بعد وہ ہمیشہ اپنے ملک واپس لوٹ جاتے تھے۔ سومناتھ ہندوؤں کا ایک مشہور مقدس مندر تھا۔ ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ جو بھی سومناتھ پر حملہ کرے گا وہ نیست و نابود ہو جائے گا۔

پتھر پھینک کر اس پرچم کو گرا دیا۔ اس پر ہندو مکمل طور پر دل شکستہ ہو گئے اور اس کے بعد ہونے والی لڑائی میں ہندوؤں کو بے دخل کر دیا گیا اور شہر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

تاریخ

جماعت: ششم

تاریخ اشاعت: جنوری **2013**ء

پہلا ایڈیشن

ناشر: کتابستان پبلشنگ کمپنی، **38** اردو بازار، لاہور

(باب نمبر **3**: جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد، صفحہ **34** سطور **16-26**)

ایک مختصر فوج رکھنے کے باوجود فتح کے بعد وہ ہمیشہ اپنے ملک واپس لوٹ جاتے تھے۔ سومناتھ ہندوؤں کا ایک مشہور مقدس مندر تھا۔ ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ جو بھی سومناتھ پر حملہ کرے گا وہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس مندر میں بے شمار خزانے موجود تھے۔ دیوتاؤں کے مجسموں میں ہیرے، موتی اور سونے اور چاندی کے زیورات جڑے ہوئے تھے۔ شمالی ہندوستان کے کئی طاقتور راجہ اس مندر کی حفاظت کے لیے آئے مگر ناکام رہے۔ بتوں کے پجاریوں نے سومناتھ کے بتوں کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے روپے کے بڑے خزانے کی پیش کش کی لیکن سلطان نے جواب دیا، ''میں بت شکن ہوں بت فروش نہیں۔''

مسیحیوں کے عقائد کو مختلف انداز سے پڑھانا

جنرل نالج

جماعت: دوئم

تاریخ اشاعت: مارچ **2013**ء

پہلا ایڈیشن

ترتیب و اشاعت: جی ایف ایچ پبلشرز، لاہور

(یونٹ **21**، اچھے چال چلن کی تعمیر، صفحہ **127**، سطور **8-11**)

ان کے اپنے لوگوں میں سے کچھ ظالم افراد نے انہیں ایک گھر میں قید کر دیا اور انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر زندہ اٹھا لیا۔ آپؑ دنیا میں دوبارہ واپس آئیں گے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کریں گے۔

ہندو مذہب کو کمتر سمجھنا

معاشرتی علوم

جماعت: چہارم

تاریخ اشاعت: جنوری **2014**ء

پہلا ایڈیشن

ناشر: گوہر پبلیشرز، **11** اردو بازار، لاہور

(باب نمبر **2** تاریخ: ہمارا رہن سہن، صفحہ **28**، سطور **6-13**)

ان کے والد کا نام کالو مہتا تھا جو مذہب کے اعتبار سے ہندو تھا۔ بابا گرونانک ہندومت کی تعلیمات سے متاثر نہیں تھے۔ انہوں نے ایک نئے مذہب سکھ مت کی بنیاد رکھی۔ بابا گرونانک کی تعلیمات سکھ مت کی مقدس کتاب ''گرو گرنتھ صاحب میں ملتی ہیں۔''

مسیحیوں کے خلاف تعصب

روزمرہ کی انگریزی

جماعت: ہفتم

تاریخ اشاعت: جنوری **2014**ء

پہلا ایڈیشن

ناشر: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو

(باب نمبر **2**، طارق بن زیاد، ایک رحمدل حکمران۔ صفحہ **52**، سطور **15-23**)

طارق بن زیاد کی کمان کے تحت مسلمان جنگ جیت چکے تھے۔ مسیحی ہمت ہار چکے تھے۔ دو سال کے اندر پورے سپین پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ مسلمانوں نے سپین پر آٹھ سو سال حکومت کی۔ مسلمان اپنی ثقافت اور تعلیمات کو یورپ کی سرزمین پر لے کر آئے۔ لہٰذا اسلامی تہذیب اور ثقافت کی بدولت یورپ کے تاریک دور کا خاتمہ ہوا۔

ہندوؤں کے خلاف تعصب

تاریخ

جماعت: ہفتم

دوسرا ایڈیشن: **2014**ء

کوڈ: **STE-505**

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

(باب **2**، مغل سلطنت کا استحکام، صفحہ **26**، سطور **29-30**)

اورنگزیب نے شریعت کو ملک کا قانون بنانے پر زور دیا۔ ہندو اکثریت جو ہندو قانون کے مطابق زندگی بسر کرتی تھی، اسے اسلامی قانونی عدالتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

سکھوں کے خلاف تعصب

تاریخ

جماعت: ہفتم

دوسرا ایڈیشن: **2014**ء

کوڈ: **STE-505**

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

(باب **2**، مغل سلطنت کا استحکام، صفحہ **27**، سطور **3-4**)

1675ء میں اورنگزیب نے نویں گرو، گرو تیغ بہادر جی کو سرعام پھانسی دی۔

صرف ایک مذہب کی مذہبی شناخت کو فروغ دینا

انگریزی

جماعت: چہارم

دوسرا ایڈیشن: **2014**ء

کوڈ: **STE-502**

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

(یونٹ **2**، پیغمبرؐ، صفحہ **19**)

ج۔ زبانی مکالمہ

1۔ ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کریں۔

ہائے احمد!

تمہیں ہائے نہیں السلام علیکم کہنا چاہیے۔

کیوں؟

یہ اسلامی طریقہ اور نیک خواہشات کا اظہار ہے۔

السلام علیکم کا کیا مطلب ہے؟

اس کا مطلب ہے تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔

ٹھیک ہے، اب میں السلام علیکم ہی کہا کروں گا۔

اچھی بات ہے!

مسلم اور ہندو طلباء کو ایک دوسرے کے خلاف تشدد پر اکسانا۔

تاریخ

تاریخ اشاعت: جنوری **2013**ء

پہلا ایڈیشن

ناشر: کتابستان پبلشنگ کمپنی، **38** اردو بازار، لاہور

(باب نمبر **3**، جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد، صفحہ **44**، سطور **17-19**)

عملی سرگرمیاں

جماعت میں طلباء کی موجودگی میں سلطان محمود غزنوی اور سومناتھ کی پوجا کرنے والوں کے درمیان مکالمہ۔

مسلم اور مسیحی طلباء کو ایک دوسرے کے خلاف تشدد پر اکسانا

روزمرہ کی انگریزی

جماعت: ہفتم

پہلا ایڈیشن

تاریخ اشاعت: جنوری **2014**ء

ناشر: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جامشورو

(یونٹ **8**، طارق بن زیاد، سبق نمبر **3** کا جائزہ، صفحہ **56**، سطور **1-5**)

آپ طارق بن زیاد بطور ایک جنرل کا کردار ادا کریں۔ آپ کے دوست ایک گروہ کی شکل میں مسلمان سپاہیوں کا کردار ادا کریں گے۔ ان میں سے ایک مسیحی بادشاہ روڈرک کا کردار ادا کرے گا۔ اپنا کھیل جماعت کے سامنے پیش کریں۔

مسلم اور سکھ طلباء کو ایک دوسرے کے خلاف تشدد پر اکسانا

تاریخ

جماعت: ہفتم

تاریخ اشاعت: مارچ **2013**ء

ناشر: الفیصل ناشران، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

(باب **5**، مغل سلطنت: برطانویوں کا عروج، صفحہ **125**، سطور **1-4**)

اُس وقت شمال مغربی سرحدی صوبے پر سکھوں کی حکومت تھی جنہوں نے مسلمانوں کا جینا اجیرن کر رکھا تھا۔ سید احمد شہید نے ان کے خلاف جہاد کرنے کا عزم کیا۔

4۔ نصابی کتابوں میں تمام طلباء کو ایک ہی مذہب کا پیروکار تصور کیا جاتا ہے۔ اگرچہ پاکستان ایک کثیرالمذہبی اور تکثیری ریاست ہے لیکن یہ ایک افسوس ناک امر ہے کہ پاکستان کی نصابی کتب بالخصوص معاشرتی علوم کی کتابوں میں اقلیتی مذاہب کی مقدس کتابوں، عبادت گاہوں اور مذہبی شخصیات کی توہین کی جاتی ہے۔ اقلیتی مذاہب کے خلاف توہین آمیز زبان استعمال کی جاتی ہے۔ دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء یہ نصابی کتب پڑھنے پر مجبور ہیں کیونکہ یہ لازمی ہیں اور ان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں۔ ان کتابوں کا مطالعہ کرنے والے طلباء اقلیتی مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء سے ویسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جو وہ کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ موجودہ نصابی کتابوں سے لی گئی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

تمام طلباء کو ایک ہی مذہب کا پیروکار تصور کرنا

جنرل نالج

جماعت: دوئم

کوڈ: **STE-495**

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

(باب نمبر **2**، ہمارا ملک، صفحہ **7**، سطور **1-4**)

اقلیتی طلباء کو اسلامی نام درست تلفظ کے ساتھ بولنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس کے باعث ان کی زندگیاں ہمیشہ خطرے میں رہتی ہیں۔ مشنری سکولوں اور کالجوں کو قومی تحویل میں لینا بالخصوص مسیحی طلباء کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔ یہ اقلیتی طلباء کو پسماندہ رکھنے کی ایک دانستہ کوشش تھی تاکہ وہ مذہبی اور عام تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔ اب بھی ایسے کئی سکول اور کالج موجود ہیں جنہیں ان کے مالکان کے حوالے نہیں کیا گیا۔

ہمارے ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ پاکستان 14 اگست 1947ء کو وجود میں آیا۔ ہمارا مذہب اسلام ہے۔

انگریزی

جماعت: اوّل

تاریخ اشاعت: **2014**ء

پہلا ایڈیشن

کوڈ: **E-I/329/NP-2006**

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ

(یونٹ **11**، جانور فائدہ مند ہیں، صفحہ **114**، سطور **2-3**)

ہم رمضان کے مقدس مہینے کے اختتام پر عید الفطر مناتے ہیں۔

5۔ نصابی کتب کے ذریعے اقلیتی مذاہب کے طلباء کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی دعوت دی جاتی ہے جو پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 18 کی خلاف ورزی ہے۔ اس کے باعث اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے طلباء کو شدید تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بعض اوقات انہیں اپنی تعلیم کو خیرباد بھی کہنا پڑتا ہے۔ اس حوالے سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

جنرل نالج

جماعت: اوّل

کوڈ: **BP/G-O/45 (O)**

ناشر: خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور

(باب **1**، ہمارا اللہ، صفحہ **3**، سطور **10-13**)

سرگرمی

تمام طلباء کلمہ طیبہ اور تعوذ وتسمیہ یاد کریں اور اپنے اپنے استاد کو سنائیں۔

جنرل نالج

جماعت: دوئم

تیسرا ایڈیشن

کوڈ: **STE-495**

ناشر: نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

(سبق نمبر **1**، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، صفحہ **6**، سطور **6-8**)

سوال نمبر 3: درست جواب کا انتخاب کیجئے۔

ہم کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے کیا پڑھتے ہیں؟

(الف) الحمدللہ (ب) بسم اللہ (ج) ماشاءاللہ

6۔ اقلیتی مذاہب کے طلباء کو ہوم اکنامکس کی عملی سرگرمی کے دوران اساتذہ کی جانب سے امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ مذہب مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا تیار کردہ کھانا چکھا نہیں جاتا۔

7۔ تعلیم اداروں کا ماحول اقلیتی طلباء کے لیے سازگار اور دوستانہ نہیں ہے۔ تعلیمی اداروں نے بین المذاہب ہم آہنگی اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ نہیں دیا۔ اقلیتی مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلباء اسمبلی میں شرکت تو کرتے ہیں لیکن انہیں اپنے مذہب سے متعلق کوئی مثبت چیز سننے کو نہیں ملتی۔

8۔ اقلیتی طلباء کو اسلامی نام درست تلفظ کے ساتھ بولنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس کے باعث ان کی زندگیاں ہمیشہ خطرے میں رہتی ہیں۔ مشنری سکولوں اور کالجوں کو قومی تحویل میں لینا بالخصوص مسیحی طلباء کے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔ یہ اقلیتی طلباء کو پسماندہ رکھنے کی ایک دانستہ کوشش تھی تاکہ وہ مذہبی اور عام تعلیم حاصل نہ کر سکیں۔ اب بھی ایسے کئی سکول اور کالج موجود ہیں جنہیں ان کے مالکان کے حوالے نہیں کیا گیا۔

9۔ مسلمان طلباء کو ناظرہ کے 20 رعایتی نمبر دیے جاتے ہیں جبکہ اقلیتی طلباء کو یہ رعایت حاصل نہیں۔ اس کے علاوہ کالج میں داخلہ لینے پر حافظ قرآن کی پوری فیس معاف کر دی جاتی ہے۔ اس محرومی کے باعث بعض اوقات بہت سے اقلیتی طلباء اعلیٰ تعلیم میں داخلہ نہیں لے پاتے۔

(رپورٹ مرتب کردہ: پروفیسر انجم جیمز پال)

بھلے لوگوں کو کون قتل کر رہا ہے؟

آئی۔اے۔رحمٰن

حال ہی میں سول سوسائٹی کے متحرک کارکن ملک کے مختلف شہروں میں راشد رحمان، پروین رحمان، سبین محمود اور ان جیسے دوسرے ہیروز کے بہیمانہ قتل پر آنسو بہانے اور انہیں یاد کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان کی آہ وزاری اقتدار کے ایوانوں میں سنی بھی گئی یا نہیں؟ سالہا سال سے تو یہی ہوتا آیا ہے کہ پاکستانی عوام کو محض تفنن طبع کے لئے باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ ایک ذمہ دار حکومت میں سانس لے رہے ہیں۔ جب کبھی انسانی حقوق کا کوئی نامور علمبردار قتل ہوتا ہے تو وہ لوگ جو اس کی جان کے تحفظ کے ذمہ دار ہوتے ہیں، رسمی سے بیانات جاری کر کے سمجھتے ہیں کہ ان کی ذمہ داری پوری ہوگئی۔ نام نہاد قانون نافذ کرنے والے اداروں سے کہا جاتا ہے کہ تین یا سات روز کے اندر اندر واقعہ میں ملوث افراد کو گرفتار کریں۔ اور دِنوں کا تعین مرنے والے کے اس سماجی رتبے سے کیا جاتا ہے جس کا اندراج پروٹوکول کے دفتر میں موجود ہوتا ہے۔

ذرائع ابلاغ شہ سرخیوں کے ذریعے اعلان کرتے نہیں تھکتے کہ ''سرکار نے اس ہولناک واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا ہے''۔ اس کے بعد حاکم اور محکوم دونوں اسے وقت گزاری کا پسندیدہ مشغلہ سمجھتے ہوئے میٹھی نیند سوجاتے ہیں۔ بچھڑنے والوں کے چاہنے والے اور دوست ساتھی وقتاً فوقتاً ان کی یادگاری تقریبات یا پھر موم بتیاں روشن کرنے کے لئے (اگر قانون نافذ کرنے والے آس پاس نہ ہوں تو) اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی پولیس مقابلے میں مارا جاتا ہے تو یہ جرم بھی اس پر عائد کرتے ہوئے کھاتہ بند کردیا جاتا ہے۔ مرنے والا کہانی کو آگے تو بڑھا نہیں سکتا اور انصاف کی جستجو، جسے کبھی سنجیدگی سے آگے نہیں بڑھایا جاتا، آخرکار اختتام کو پہنچ جاتی ہے۔

حاکم چاہے بے خبر رہیں لیکن وقت تو تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ ہر مرتبہ ایک اچھا پاکستانی نشانہ بنتا ہے اور گر جاتا ہے لیکن اس کے نشانہ بننے سے وہ تمام لوگ یاد آجاتے ہیں جو پچھلے برسوں میں قتل کردیئے گئے تھے۔ بھرتے ہوئے زخم پھر سے ہرے ہوجاتے ہیں۔ نشانہ بننے والوں کی فہرست دن بدن طویل ہوتی جارہی ہے۔ اور یہ پکار وقت کے ساتھ ساتھ مزید کرخت اور تیز ہوتی جاتی ہے کہ سبین کو کس نے مارا؟ راشد رحمان کو کس نے قتل کیا؟ ارشاد مستوئی یا سلیم شہزاد کے قاتل کون تھے؟ وحید الرحمان اور شکیل اوج جیسے اساتذہ کو کراچی میں کس نے قتل کیا؟ شبیہہ الحسن جیسے استاد کو لاہور میں کس نے ماردیا؟ کراچی میں اتنے سارے ڈاکٹروں اور چناب نگر میں ہارٹ سرجن کو کس نے قتل کیا؟ اور اختلافِ رائے کرنے والے بلوچوں، پختونوں اور سندھیوں کو کس نے قتل کرکے ان کی لاشوں کو مسخ کرکے جھاڑیوں میں پھینک دیا تھا؟

ریاست براہِ راست جواب نہیں دیتی۔ بلکہ اپنے مستقل حمائتیوں کے ذریعے بولتی ہے۔ سبین محمود کا معاملہ نمائندے کے ذریعے دفاع کرنے کی بہترین مثال ہے۔ کراچی میں ماماقدیر جس سے سرکاری کارندے خوفزدہ رہتے ہیں، نے جبری گمشدہ افراد کے بارے میں گفتگو مکمل کی اور اس کے فوراً بعد کراچی کی سڑک پر سبین محمود کی گاڑی پر حملہ کرکے انہیں جان سے ماردیا، تو اس واقعہ کو بہت سے لوگ گذشتہ واقعات کے ساتھ جوڑتے ہیں، لیکن اہم ذرائع ابلاغ نے ایک آواز ہو کر کہنا شروع کردیا ''سبین کو کچھ عرصہ سے دھمکیاں مل رہی تھیں''۔

ریاست کا فرض بالکل واضح تھا۔ اس نے ان تمام افراد کو پکڑنا تھا جنہوں نے سبین کو دھمکیاں دی تھیں۔ اس کے علاوہ وہ ہر

> ذرائع ابلاغ شہ سرخیوں کے ذریعے اعلان کرتے نہیں تھکتے کہ ''سرکار نے اس ہولناک واقعہ کا سختی سے نوٹس لیا ہے''۔ اس کے بعد حاکم اور محکوم دونوں اسے وقت گزاری کا پسندیدہ مشغلہ سمجھتے ہوئے میٹھی نیند سوجاتے ہیں۔

ایسے فرد کو گرفت میں لینا مقصود تھا جن کے ساتھ سبین کی ملاقاتیں تھیں۔ لوگوں کی یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ کسی معصوم انسان یا گروپ یا کسی ادارے کو کٹہرے میں لائیں۔ اگر حکومت اس قتل کے ذمہ داروں (کوئی لاش نہیں) کو تلاش کرلیتی ہے تو لوگ مطمئن ہوجائیں گے۔ جب تک یہ نہیں ہوتا، غمزدہ شہری اپنے اپنے طور پر نتائج اخذ کرنے میں آزاد ہوں گے۔ چاہے وہ دوسروں کو کتنے ہی غلط اور نامناسب کیوں نہ لگیں۔

سبین کے قتل عمد پر لوگوں کے درمیان ہونے والی گفتگوؤں میں ایک سکیورٹی ایجنسی کا نام بہت زیادہ زیر بحث آیا ہے۔ اس لئے اس بارے میں چند لفظ کہنا قابل اعتراض نہیں ہوگا۔ وجہ کے بغیر کسی ایجنسی پر الزام تراشی یقینی طور پر نامناسب رویہ تصور ہوگا۔ تاہم اگر ملک میں ہونے والے کسی بھی حادثہ یا واقعہ کا الزام حسب معمول ایک ایجنسی پر لگایا جائے تو پھر اس ایجنسی کے کرتا دھرتاؤں کو ضرور سوچنا چاہئے کہ اس ناقابل رشک شہرت کی وجہ کیا ہوسکتی ہے۔

مزید برآں ملک کی اعلیٰ ترین انٹیلی جنس ایجنسی سے ایک معمولی سی رعائت کے حصول کی درخواست کی جاسکتی ہے۔ اس ایجنسی کے پاس ملک کے تمام مجرموں، چاہے وہ سیاستدان ہوں، بیوروکریٹ ہوں یا مافیا لیڈر، کا مکمل ریکارڈ ہوگا۔ تو کیا وہ اپنے ذرائع، جو یقیناً دوسرے ریاستی اداروں سے کہیں بہتر ہیں، کو استعمال کرتے ہوئے انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں، سماجی کارکنوں اور انتہائی فلاکت زدہ لوگوں کے قتل اور ان کی جبری گمشدگی کے ذمہ دار افراد کے چہروں کو بے نقاب کریں گے؟ اگر ایسا ہوجائے تو اس سے غیر محبِّ وطن افواہ سازوں کو خاموش کرنا آسان ہوجائے گا۔

بہرحال، یہ معاملہ، بے خوف متحرک کارکنوں کو ختم کرنے سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ مسئلہ تو ریاست کی گمراہ کن سوجھ بوجھ کے علاوہ اس کے اپنے کئے دھرے سے متعلق ہے۔ ریاست کو ضرور یہ احساس کرنا چاہئے کہ وہ کسی حد تک، ہر ابدائی قتل بلکہ معاشرے میں ہونے والے ہر جرم کی ذمہ دار ہے۔ جُرمیات کو سائنسی نکتہ نظر سے جاننے کے لئے ضروری ہے کہ صرف بندوق کا گھوڑا دبانے والے پر تمام ذمہ داری نہ ڈالی جائے بلکہ ان حالات پر بھی توجہ دی جائے جو انسان کو قاتل کی شکل دینے کا سبب بنے اور ان لوگوں کو بھی گرفت میں لایا جائے جنہوں نے قاتل کے دماغ میں جُرم کے بیج بوئے۔

کوئی بھی مہذب انتظامیہ اس حوالے سے بیانات جاری نہیں کرتی کہ نظریاتی ترغیب رکھنے والے مسلح گروہ یا قتل وغارت کو مذہبی فریضہ سمجھنے والے شہریوں کی زندگیوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ نجی ملکیت میں موجود اسلحہ کے انباروں پر قبضہ کرنے کے لئے کیا کیا گیا ہے؟ عوامی اجتماعات اور منبروں پر سے ہونے والی نفرت انگیز تقریروں کی بوچھاڑ کو روکنے کے لیے کیا اقدامات کئے گئے؟

پاکستان کی ریاست کو اپنے قانونی جواز کے بحران کا سامنا ہے۔ اس کو خود سے پوچھنا ہے کہ کیا اس نے جبر کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اختیارات حاصل کرکے جُرم پر انعام مقرر کردیا ہے؟ اور کیا اس نے دلیل، سوجھ بوجھ اور اخلاقی بنیادوں سے خود کو الگ کرلیا ہے؟ پاکستان میں سٹراندھ اوپر سے شروع ہوتی ہے۔ ہدف بنا کر قتل کرنے والے قاتل وہی دلیل استعمال کرتے ہیں جو ریاستی حکام ان شہریوں کو مارتے وقت استعمال کرتے ہیں جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہوتا۔

جرم اور سزا کے بارے میں ریاست کے جو نظریات ہیں، ان پر نظرثانی کی فوری ضرورت ہے۔ اگر کسی نے جرم کیا ہے تو اس کو سزا ضرور ملنی چاہئے لیکن ہمیں کسی کو اس قدر مجبور نہیں کردینا چاہئے کہ وہ جرم کا راستہ اپنالے۔ ایسی ریاست جو آئین اور قانون کے ساتھ چلنے کی بجائے ان میں ترمیم کرلیتی ہے تو وہ دفاع کی پہلی لائن پر ہی انسانی حقوق کا دفاع کرنے والوں کے تحفظ کی جنگ ہار جاتی ہے۔

آخری بات:

ایک چار سالہ بچی، جس نے مجھ کو ڈی ایچ اے کراچی کے ایک گھر میں خوش آمدید کہا تھا، نے مجھ کو اپنی پرنانی کی موت کی خبر یوں سنائی ''نانی قتل ہوگئی''۔ بچوں کے ذہنوں میں لوگ اب مرتے نہیں، وہ ہمیشہ قتل ہوتے ہیں۔ اب پاکستان میں ایسی ہی نسل پرورش پارہی ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس کا نجی جیل پر چھاپہ

سکھر سکھر کی تحصیل پنوعاقل کے علاقے سانگی میں زمیندار فیض اللہ مہر نے 70 ہزار کے عوض ایک ہی خاندان کے 8افراد کو اپنی نجی جیل میں قید کر دیا تھا۔ گل محمد ابڑو نے سیشن کورٹ میں پٹیشن دائر کرائی، وکیل بشیر احمد شرکی کی درخواست پر عدالت نے پنوعاقل کے سانگی پولیس کو مذکورہ ہاریوں کو بازیاب کرانے کا حکم جاری کیا۔ پولیس نے 7 مئی کو کارروائی کرتے ہوئے 8افراد کو بازیاب کرا کر عدالت پیش کیا۔ ہاریوں نے عدالت کو بتایا کہ وہ زمیندار بخت اللہ مہر، فیض اللہ مہر اور خورشید مہر کی زمین کاشت کرتے تھے۔ جنہوں نے انہیں اجرت بھی نہ دی اور ان کی گندم کی 450 بوریاں اور پیاز کی 650 بوریاں چھین لیں۔ ان پر 70 ہزار قرضے کا دعویٰ کر کے بیس دن تک جبری کام کراتے رہے۔ بیان سننے کے بعد عدالت نے انہیں مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت دی اور پولیس کو حکم جاری کیا کہ مذکورہ ہاریوں کو محفوظ جگہ پر پہنچا دیں۔

(شاکر جمالی)

ڈی ایس پی سمیت تین اہلکار ہلاک

کراچی کراچی میں 30 اپریل کی صبح نامعلوم افراد کی فائرنگ کے نتیجے میں ڈی ایس پی فتح سانگڑی سمیت تین پولیس اہلکار ہلاک ہوگئے ہیں۔ کراچی کے علاقے گلشن حدید میں باٹا موڑ کے نزدیک اس علاقے کے ڈی ایس پی فتح محمد سانگری سمیت تین پولیس اہلکار ہلاک ہوگئے۔ تحریک طالبان کے ترجمان محمد خراسانی نے کراچی میں ڈی ایس پی اور اس کے ساتھیوں کو ٹارگٹ کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ ایس ایس پی ضلع شرقی پیر محمد شاہ جنہیں گزشتہ رات ہی کو ضلع ملیر کا اضافی چارج بھی دیا گیا تھا، نے بتایا کہ ڈی ایس پی فتح محمد سانگری صبح نو بجے اپنے گھر سے سرکاری گاڑی میں ڈرائیور اور گارڈ کے ساتھ معمول کی گشت پر نکلے تھے۔ ساڑھے نو بجے گلشنِ حدید میں باٹا موڑ کے قریب ایک بازار کے بیچ جب ان کی گاڑی ایک سپیڈ بریکر پر آہستہ ہوئی تو چار افراد نے جو شاید کہیں قریب ہی تاک میں تھے گاڑی پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ تین پولیس اہلکار موقع ہی پر ہلاک ہوگئے۔ محمد شاہ نے کہا کہ کراچی میں ماضی میں پولیس پر ہونے والے حملوں اور اس حملے میں فرق یہ ہے کہ اس سے پہلے ہونے والے حملوں میں پولیس اہلکاروں پر ایک یا دو گولیاں چلائی جاتی تھی اور حملہ آور فوراً ہی وہاں سے بھاگ جاتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ تحقیقات آگے بڑھیں گی تو مزید شواہد سامنے آئیں گے۔ فتح محمد بن قاسم سب ڈویژن کے ڈی ایس پی تھے۔ (نامہ نگار)

پولیس اہلکار کے قاتلوں پر لوگوں کا تشدد، 2 ہلاک

کراچی کراچی کے علاقے کورنگی میں مشتعل ہجوم نے ایک پولیس افسر کو ڈکیتی کے دوران مزاحمت پر گولی مار کر ہلاک کرنے والے دو ڈاکوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد آگ لگا کر ہلاک کر دیا۔ تین افراد نے اینٹی کارلفٹنگ پولیس کے سب انسپکٹر ناصر عباس کو کورنگی کے علاقے میں قائم باقری پیٹرول پمپ کے قریب روکا اور لوٹنے کی کوشش کی تھی۔ پولیس افسر کی جانب سے مزاحمت پر ڈاکوؤں کی جانب سے انہیں فائرنگ کر کے زخمی کر دیا تھا۔ اور وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔ ادھر پولیس افسر کو گولی لگنے کے واقعے کے فوری بعد شہریوں کے ایک ہجوم نے موقع پر جمع ہو کر پولیس افسر کو گولی کا نشانہ بنانے والے دو حملہ آوروں کو پکڑ کر شدید تشدد کا نشانہ بنایا جس سے دونوں ڈاکو موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔ کورنگی پولیس اسٹیشن کے ایس ایچ او خان محمد شیخ نے ڈان کو بتایا ہے کہ مشتعل ہجوم نے لاشوں کو آگ لگانے کی کوشش کی تھی تاہم موقع پر موجود پولیس اہلکاروں نے ہجوم کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ (نامہ نگار)

عدالت کے حکم پر 97 گروی مزدوروں کی رہائی

لاہور ہائی کورٹ کے راولپنڈی بنچ نے 11 مئی کو ہندو برادری کے 97افراد کی رہائی کا حکم دیا جنہیں ضلع جہلم میں گزشتہ چار سال سے گروی مزدوروں کے طور پر قید کر کے رکھا گیا تھا۔ رہائی پانے والوں میں 38 خواتین اور لڑکیاں شامل تھیں۔ جسٹس عاطر محمود نے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی جانب سے دائر کی گئی پٹیشن پر فیصلہ سناتے ہوئے ان مزدوروں کی رہائی کا حکم دیا۔ ان میں سے ایک گروی مزدور موہن بھیل ایچ آر سی پی کے کراچی آفس پہنچنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔ ان کے انکشافات کے بعد ایچ آر سی پی کے وکیل سروپ اعجاز نے ان مزدوروں کی رہائی کے لیے لاہور ہائی کورٹ میں ایک پٹیشن دائر کی۔ 8 مئی کو عدالت کے بیلف نے جہلم کینٹ کے علاقے میں چھاپہ مار کر قید کیے گئے افراد کو رہا کرالیا۔ مسٹر اعجاز کے مطابق ان مزدوروں کو راجہ ظفر نامی ٹھیکے دار نے اینٹوں کے بھٹے، سڑکوں کی تعمیر اور مویشیوں کی دیکھ بھال کے لیے ملازم رکھا تھا۔ وکیل کا کہنا تھا کہ ان میں سے کچھ مزدور ٹھیکے دار کی قید میں جاں بحق ہوگئے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ان چار سالوں کے دوران مزدوروں کے ہاں پیدا ہونے والے بچے بھی ٹھیکے دار کی قید میں تھے۔ وکیل کے مطابق، انہیں ماہانہ تنخواہ پر بھرتی کیا گیا تھا لیکن ٹھیکے دار نے انہیں گروی مزدوروں کے طور پر قید کیے رکھا اور انہوں کبھی بھی مخصوص علاقوں سے باہر نہیں جانے دیا۔ ان مزدوروں کو 11 مئی کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ بیلف کی رپورٹ کے دلائل سننے کے بعد جج نے مزدوروں کی رہائی کی حکم دیا اور ضلعی انتظامیہ کو اس حوالے سے انتظامات کرنے کو کہا۔ ان تمام مزدوروں کا تعلق ضلع میر پور خاص سے تھا۔ ایچ آر سی پی حیدر آباد ٹاسک فورس کے کوآرڈینیٹر ڈاکٹر آشوتھاما کے مطابق مسٹر بھیل نے کمیشن کو بتایا کہ انہیں ماہانہ پانچ ہزار تنخواہ پر بھرتی کیا گیا تھا لیکن پہلے چند ماہ کے بعد انہیں تنخواہ اور صحت کی سہولیات سے محروم رکھا گیا۔ بھیل کا مزید کہنا تھا کہ اس کی بیوی مناسب طبی امداد نہ ملنے کی وجہ سے جاں بحق ہوگئی اور اسے اپنی بیوی کی میت کو تدفین کے لیے ایک گاؤں لے جانا پڑا۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

پٹرول پمپ کے ملازم پر پولیس کا تشدد

سکردو سکردو پولیس کے اہلکاروں نے پٹرول پمپ کے ملازم کو تھانے لے جا کر تشدد کا نشانہ بنایا۔ 20 سالہ محمد اشرف حیدر فلنگ اسٹیشن پر ڈیوٹی کر رہا تھا کہ تھانہ سکردو کی گاڑی میں سوار ڈرائیور لیاقت نے حاجی حبیب اینڈ برادرز پٹرول پمپ کی پرچی دے کر رقم ادا کرنے کو کہا جس پر ملازم اشرف نے پولیس اہلکار کو بتایا کہ یہ ان کے پٹرول پمپ کی پرچی نہیں ہے لہذا وہ رقم ادا نہیں کر سکتا جس پر پولیس اہلکار طیش میں آیا اور ملازم کو زبردستی گاڑی میں ڈال کر تھانے لے گیا جہاں پر ایس ایچ او جعفر حسین سمیت کئی پولیس اہلکاروں نے محمد اشرف کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ بعدازاں پٹرول پمپ کے مالک ایڈوکیٹ علی حیدر نے تھانے پہنچ کر ملازم کو رہائی دلائی۔ اس واقعہ کے خلاف پمپ مالک نے ایس پی سکردو کو بھی درخواست دی لیکن ایس پی سکردو نے خاموش رہنے کو کہا بصورت دیگر پمپ مالکان کے خلاف ایف آئی آر کرنے کی دھمکیاں دیں۔ پمپ مالکان نے آئی جی پولیس سے نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔

(نامہ نگار)

عورتیں

بیوی کو مار ڈالا

فیصل آباد دوسری شادی پر جھگڑا کرتے ہوئے شوہر نے پہلی بیوی کو ہتھوڑے کے وار کر کے موت کی نیند سلا دیا۔ نواحی گاؤں نبی پور ڈیک کے محمد ریاض کی پہلی شادی موندا بی بی سے ہوئی تھی اس دوران موندا بی بی کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے۔ تین ماہ قبل محمد ریاض نے ایک اور شادی رچا لی جس پر میاں بیوی میں اکثر جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔24 مئی کو رات کو محمد ریاض نے اپنے باپ اور دو بھائیوں کے ساتھ مل کر اپنی بیوی 40 سالہ موندا بی بی کے سر میں ہتھوڑے اور سریے کے وار کر کے اسے شدید زخمی کر دیا۔ خاتون کو زخمی حالت میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال پہنچایا گیا جہاں سے اسے تشویش ناک حالت کے باعث الائیڈ ہسپتال منتقل کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے راستے میں ہی دم توڑ گئی۔ تھانہ صدر کی پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے۔ (میاں نوید)

خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکنے پر احتجاج

---- سول سوسائٹی کے کارکنان نے 11 مئی کو الیکشن کمیشن آف پاکستان کو ایک پٹیشن جمع کرائی جس میں انہوں نے لوئر دیر کے حلقہ pk-95 کے ضمنی انتخابات میں خواتین کو ووٹ ڈالنے کی اجازت نہ دینے پر انتخابات کے نتائج کو چیلنج کیا۔ یہ پٹیشن انسانی حقوق کی کارکن فرزانہ باری نے تیار کی تھی اور اس پر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) سمیت مختلف غیر سرکاری تنظیموں نے دستخط کیے۔ پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی خواتین کارکنوں نے بھی احتجاج میں حصہ لیا اور خواتین کے حقوق کو یقینی بنانے میں ناکامی پر خیبر پختونخوا حکومت کی مذمت کی۔ پی ٹی آئی کی رکن فوزیہ قصوری نے کہا کہ اس معاملے پر ان کی جماعت کے صوبائی چیپٹر نے جس بے حسی کا مظاہرہ کیا اس پر انہوں نے شدید تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ:'' میں اس احتجاج میں خواتین کے حقوق کی کارکن کے طور پر حصہ لے رہی ہوں۔'' اس موقع پر فرزانہ باری کا کہنا تھا کہ الیکشن کمیشن کو ضمنی انتخابات کے نتائج جاری نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ ان کی بنیاد ووٹنگ کے غیر مناسب طریقہ کار پر تھی انہوں نے کہا کہ:'' ہم یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں صوبے کی تمام سیاسی جماعتیں خواتین کا تحفظ کرنے اور خواتین ووٹرز کے خلاف پابندیوں کی حوصلہ شکنی کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ پی کے 95 کے انتخابات 7 مئی کو منعقد ہوئے تھے۔ یہ نشست جماعت اسلامی کے سربراہ سراج الحق نے خالی کی تھی جو حال ہی میں سینیٹ کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔ خیبر پختونخوا اسمبلی کے اس حلقے کے ضمنی انتخاب میں جماعت اسلامی کے امیدوار اعزاز الملک نے کامیابی حاصل کی جنہیں پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی حمایت حاصل تھی۔ لوئر دیر کے حلقہ پی کے۔95 میں رجسٹرڈ ووٹروں کی تعداد 127,096 ہے اور ان میں رجسٹرڈ خواتین ووٹروں کی تعداد 53,000 ہے۔ تاہم حالیہ ضمنی انتخاب کے دوران لوئر دیر کے خزانہ پولنگ سٹیشن میں ایک قبائلی جرگے نے خواتین کو ووٹ ڈالنے سے روکا۔ جرگے کے اس فیصلے کے نتیجے میں پورے حلقے میں خواتین کے ووٹ ڈالنے کی شرح کم رہی۔ توقع ہے کہ الیکشن کمیشن اس پٹیشن پر 12 مئی کو فیصلہ سنائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

زیادتی کا نشانہ بننے والی لڑکی قتل

ٹوبہ ٹیک سنگھ نواحی گاؤں 702 / 44 میں مبینہ زیادتی کا شکار جواں سالہ لڑکی کے بھائی نے انصاف نہ ملنے پر دل برداشتہ ہو کر اپنی حقیقی بہن کو اندھا دھند فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ چند ماہ قبل مقتولہ مریم بی بی کو حساس ادارہ کے ملازم نے مبینہ طور زبردستی جنسی زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا تھا۔ جس پر متاثرہ خاندان نے مقامی تھانہ میں حساس ادارہ کے ملازم کیخلاف مقامی پولیس اسٹیشن میں رپورٹ درج کروانے کیلئے درخواست دی۔ مگر بدقسمتی سے پولیس نے ملزم کو گرفتار کرنے کی بجائے الٹا متاثرہ خاندان کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ جس پر مقتولہ مریم بی بی کے بھائی نے انصاف نہ ملنے پر زیادتی کا شکار ہونے والی اپنی بہن مریم بی بی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ واقعہ کا علم ہونے پر تھانہ پیر محل پولیس نے مقتولہ کی نعش کو قبضہ میں لے کر کارروائی شروع کر دی ہے۔

(اعجاز اقبال)

خاتون کو تشدد کا نشانہ بنایا

بھوآنہ معمولی تنازع پر بااثر افراد نے خاتون کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے اس کے بال کاٹ ڈالے۔ بھوآنہ کے نواحی گاؤں 187 ج ب حاکے والا کی پروین بی بی کے مطابق علاقہ کے بااثر زمیندار افضل، شبیر اور وارث کا اس کے خاوند کے ساتھ جھگڑا ہوا جس کا بدلہ لینے کے لیے ملزمان نے 23 مئی کو پروین کو سرراہ روک کر تشدد کا نشانہ بنایا اور اس کے بال کاٹ ڈالے۔ اہل علاقہ نے منت سماجت کر کے خاتون کی جان چھڑائی۔

(نامہ نگار)

بیوی کی جان لے لی

پیر محل نواحی گاؤں 718 گ ب کے رہائشی اللہ دتہ سہو نے اپنی بیوی مسمات کوثر بی بی کو مبینہ طور پر گھریلو جھگڑا کی بناء پر کسی کے پے در پے وار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ مقتولہ کوثر چار بچوں کی ماں تھی۔ تھانہ پیر محل پولیس نے نعش تحویل میں لیتے ہوئے سول ہسپتال پیر محل سے پوسٹ مارٹم کے بعد ورثائکے حوالے کر کے قتل میں ملوث شخص کے خلاف مقدمہ کا اندراج کر دیا تھا۔ واقعہ 14 مئی کو پیش آیا تھا۔

(نامہ نگار)

اولاد نہ ہونے پر بھابی کو جلا دیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ اولاد نہ ہونے پر دیور نے بھابی کو پیٹرول چھڑک کر زندہ جلا ڈالا۔ بری طرح جھلسنے والی شمیم بی بی دم توڑ گئی۔ تھانہ مرید والا کے نواحی چک نمبر 487 گ ب میں شمیم بی بی کی شادی پانچ سال قبل حاکم علی سے ہوئی تھی جس کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی، شمیم بی بی کا دیور اشرف اسے بے اولاد ہونے کا طعنہ دیتا تھا، جس پر دونوں بھائیوں میں ٹھن گئی، اور ان کا آپس میں جھگڑا معمول کا بن گیا تھا۔ شمیم بی بی کے دیور اشرف نے اسے یہ کہہ کر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی کہ'' تمہارے ہاں اولاد نہیں ہوتی تمہیں اس دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں''۔ شمیم بی بی کا چچازاد بھائی شوکت موقع پر پہنچا تو شمیم بی بی بری طرح جھلس چکی تھی، جبکہ ملزم اشرف انہیں دیکھ کر موقع سے فرار ہو گیا۔ شمیم بی بی کو زخمی حالت میں ہسپتال منتقل کر دیا گیا، وہاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ اس واقعہ کی خبر شمیم کے بھائی کو صادق آباد دی گئی تو وہ بھی موقع پر پہنچ گیا اور اپنی بہن کی نعش لے کر تھانہ مرید والا پہنچ گیا، چار گھنٹے بعد پولیس نے ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا تھا۔ مذکورہ وقوعہ 5 مئی کو پیش آیا تھا۔

(اعجاز اقبال)

جنسی زیادتی کے پانچ ہزار مقدمات، مگر سزا صرف 219 کو۔۔۔

اسلام آباد پنجاب میں ضلع فیصل آباد اس فہرست میں سب سے اوپر رہا جہاں درج کیے جانے والے مقدمات کی تعداد 337 بتائی گئی ہے۔ پاکستان کے ایوان بالا میں حکومت کی جانب سے پیش کیے گئے اعداد و شمار کے مطابق ملک میں گذشتہ دو برسوں کے دوران جنسی زیادتی کے تقریباً پانچ ہزار مقدمات درج ہوئے جن میں سے محض 219 افراد کو ہی عدالت سے سزائیں مل سکی ہیں۔ وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے سید طاہر حسین مشہدی کے ایک سوال کے جواب میں ایوان کو بتایا کہ جولائی 2013 سے اس سال فروری تک ملک میں ریپ کے 4960 مقدمات درج ہوئے جن میں ساڑھے چھ ہزار سے زائد تعداد میں ملزمان گرفتار بھی ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ 3645 مقدمات میں باضابطہ چالان بھی پیش ہوئے لیکن محض 219 افراد کو عدالتوں سے سزائیں دلوائی جا سکی ہیں۔ حقوق انسانی کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں بڑی تعداد میں جنسی زیادتی کے واقعات کے مقدمے درج نہیں کروائے جاتے اس لیے یہ تعداد دراصل کئی گنا زیادہ ہو سکتی ہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن کی سنہ 2014 کی رپورٹ کے مطابق اُس سال ملک میں 597 خواتین سے اجتماعی زیادتی کی گئی جبکہ ریپ کے واقعات کی تعداد 828 تھی۔ ایوان کے سامنے صوبے اور ضلع کی سطح پر ریپ کے واقعات کی تفصیل بھی رکھی گئی۔ اس کے مطابق آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں جنسی زیادتی کے سب سے زیادہ مقدمات درج ہوئے جن کی تعداد 4322 تھی۔ ان میں سے محض 209 مقدمات میں ملزمان کو سزائیں سنائی جا سکی ہے۔ پنجاب میں ضلع فیصل آباد اس فہرست میں سب سے اوپر رہا جہاں درج کیے جانے والے مقدمات کی تعداد 337 بتائی گئی ہے۔ حقوق انسانی کی تنظیموں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں بڑی تعداد میں جنسی زیادتی کے واقعات کے مقدمے درج نہیں کروائے جاتے۔ پولیس کے پاس درج شدہ ریپ کے واقعات میں دوسرے نمبر پر صوبہ سندھ رہا جہاں پچھلے دو سالوں میں 328 مقدمات درج ہوئے جن میں سے محض چار ملزمان کو سزا ہو سکی اور ان مقدمات کی اکثریت زیر التوا ہے۔ ملک کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ایسے 68 مقدمات درج ہوئے جبکہ صوبے کے دوسرے بڑے شہر حیدر آباد میں ان واقعات کی تعداد 37 بتائی گئی ہے۔ شدت پسندی سے بری طرح متاثر خیبر پختونخوا میں اس عرصے کے دوران جنسی زیادتی کے 215 مقدمات درج کیے گئے جن میں صرف دو افراد کو سزا ہو سکی اور باقی سب مقدمات التوا کا شکار ہیں۔ اس صوبے میں ضلع سوات 30 مقدمات کے ساتھ سرفہرست ہے جبکہ ایبٹ آباد کا ضلع 29 واقعات کے ساتھ دوسرے نمبر پر ہے۔ صوبے میں قبائلی جرگوں کے نظام کی وجہ سے خیال ہے کہ اکثر واقعات مقامی لوگ خود ہی حل کر لیتے ہیں۔ آبادی کے اعتبار سے سب سے چھوٹے صوبے بلوچستان میں ریپ کے واقعات کی تعداد بھی سب سے کم یعنی محض 29 رہی ہے جہاں کوئٹہ میں سب سے زیادہ یعنی 11 مقدمات درج ہوئے۔ پاکستان کے زیر انتظام کشمیر میں 22 مقدمات درج ہوئے جہاں صدر مقام مظفر آباد میں تو چھ مقدمات درج ہوئے لیکن ضلع بھمبر 22 مقدمات کے ساتھ سرفہرست رہا۔ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بھی آبادی کے اعتبار سے ریپ کے مقدمات کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ یہاں 39 مقدمات درج تو ہوئے لیکن اب تک کسی ایک ملزم کو بھی سزا نہیں دی جا سکی۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ماؤں کی شرح اموات، پاکستان 149 ویں درجے پر

اسلام آباد حکومت کے متعدد دعووں کے باوجود ملک میں صحت کی صورتحال کی نشاندہی کرنے والے پیمانے پستی کی جانب اشارہ کررر ہے ہیں۔ 5 مئی کو جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ زچگی کے دوران ماؤں کی موت کی شرح کے لحاظ سے پاکستان کا درجہ نیچے گر کر 149 ہو گیا ہے۔ واضح رہے کہ پچھلے سال اس حوالے سے پاکستان کا درجہ 147 تھا۔ افغانستان کو چھوڑ کر خطے کے تمام ملکوں میں صحت کے حوالے سے پاکستان سے کہیں بہتر صورتحال ہے۔ دنیا بھر میں ماؤں کی حالت پر رپورٹ ''شہری دشواری'' مقامی ہوٹل میں سیو چلڈرن کی جانب سے پیش کی گئی۔ اس رپورٹ میں دنیا میں شہروں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ اور ایسی غریب ماؤں اور بچوں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جو مجموعی شہری ترقی کے باوجود بھی زندہ رہنے کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق پاکستان میں زچگی کے دوران ماؤں کی موت کی شرح ایک لاکھ پیدائش میں 276 اموات اور پانچ سال سے کم عمر بچوں میں اموات کی شرح لگ بھگ ایک ہزار پیدائش پر 89 اموات پچھلی ایک دہائی سے برقرار ہے۔ یہ اعداد و شمار اس وقت مزید تشویشناک ہو جاتے ہیں جب مختلف شہری علاقوں میں امیر اور غریب طبقات کے مابین عدم مساوات کا موازنہ کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ بلوچستان میں زچگی کے دوران ماؤں کی اموات 700 سے زیادہ ہے۔ پاکستان کی 170 خواتین میں سے ایک کو زچگی کے دوران موت کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ فی کس مجموعی قومی آمدنی ایک ہزار 360 ڈالرز ہے، اور خواتین کی قومی حکومت میں شراکت 19 فیصد ہے۔ ساٹھ فیصد ترقی پذیر ملکوں کے شہروں کے غریب بچوں میں دیہی علاقوں کے بچوں کے مقابلے میں موت کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ مسلم لیگ ن کی رکن قومی اسمبلی رومینہ خورشید عالم نے رپورٹ کی تقریبِ اجراء کے موقع پر کہا کہ اٹھارویں ترمیم کے بعد صحت کا شعبہ صوبوں کی ذمہ داری ہے۔ سیو چلڈرن پاکستان پروگرام کے ڈپٹی ڈائریکٹر ارشد محمود نے کہا کہ اس رپورٹ میں پہلی مرتبہ شہر کے غریبوں اور امیروں کے درمیان صحت کے تفاوت کا ایک عالمی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ جب ڈان نے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے قومی صحت کے چیئرمین خالد حسن مگسی سے رابطہ کیا اور ان سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ صحت کے حوالے سے عالمی سطح پر پاکستان کا درجہ مزید گر گیا ہے، تو انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ ان محکموں میں لگن کی کمی ہے، جو ہر مسئلے کے حل کے لیے شارٹ کٹ تلاش کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

شادی شدہ خاتون کا قتل

ٹوبہ ٹیک سنگھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں 477 ج ب میں گھریلو ناچاقی پر سسرالیوں نے شادی شدہ خاتون کو مبینہ طور پر زہر دے کر قتل دیا۔ واقعہ کا علم ہونے پر مقتولہ کے ورثا جب گھر پہنچے تو خاتون کی لاش دیکھ کر انہیں شک گزرا کہ ان کی بیٹی کو زہر دے کر قتل کیا گیا ہے۔ مقتولہ کے والدین نے نعش کو پوسٹ مارٹم کیلئے اسپتال لے جانے کی کوشش کی تو سسرالیوں نے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔ مقتولہ کے والد نے الزام عائد کیا ہے اسکی بیٹی کو زہر دے کر قتل کیا گیا ہے۔ مقتولہ کے والد نے نعش پرائیوٹ ایمبولینس میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر سپتال منتقل کر دی ہے، جہاں لڑکی کا پوسٹ مارٹم کر کے نعش ورثا کے سپرد کر دی گئی ہے۔ جاں بحق ہونے والی خاتون چار بچوں کی ماں تھی۔ لڑکی کے ورثا نے احتجاج کرتے ہوئے اعلی حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں انصاف دلایا جائے۔ مذکورہ واقعہ 20 مئی کو پیش آیا۔

(اعجاز اقبال)

HRCP کارکنان کا سالانہ قومی کنونشن

انتہاپسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار کے فروغ کے لیے ماسٹر ٹرینرز ورکشاپ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے زیر اہتمام ”انتہاپسندی کے خاتمے اور انسانیت دوست اقدار“‘‘ کے حوالے سے 19-17اپریل اور 3-1 مئی کو ضلع اور تحصیل کی سطح کے انسانی حقوق کے کارکنان کے لئے دو تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا۔ ورکشاپ میں جن موضوعات پر سہولت کاروں نے لیکچر دیئے ان میں مذہبی فرقہ وارانہ نفرت و تعصب کے اسباب اوران کا سدباب کیلئے لائحہ عمل ،انتہاپسندی و تعصب کے خاتمہ کیلئے سول سوسائٹی اورانسانی حقوق کے کارکنوں کا کردار ، انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں ہمارے عدالتی نظام ،اس کے طریقہ کار ،انصاف کی عدم فراہمی یا سست روی کا عمل دخل ، نصاب تعلیم کا کردارشہریوں میں نفرت اور تعصب پھیلانے میں ریاست اور اس کے ادارے نفرت،تعصب اور عدم برداشت کو بھائی چارے اور رواداری میں کیسے بدل سکتے ہیں؟ ادیب،فنکار اور میڈیا انتہاپسندی کی روک تھام /خاتمہ میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟ 95فیصد سے بھی زیادہ مسلمان آبادی کے ملک میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لیے عدم برداشت کیوں؟ ورکشاپ کے دوران پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی تیار کی گئی دستاویزی فلموں ”ہم آواز اُٹھاتے رہیں گے“، ” انصاف سب کیلئے “، ۔ "لوٹ جاتی ہے اُدھر کو بھی نظر۔ "، "جمہور زندہ آباد "، "ضمیر کی عینک " کے علاوہ انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے جان دینے والے انسانی حقوق کے معروف کارکن راشد رحمان شہید کی زندگی پر بھی ایک دستاویزی فلم دکھائی گئی۔اس ورکشاپ میں ملک بھر کے اضلاع اور تحصیلوں سے آنے والے انسانی حقوق کے مرد اور خواتین کارکنوں نے شرکت کی۔

ورکشاپ کے اغراض ومقاصد

حسین نقی (نیشنل کوآرڈینیٹر، ایچ آر سی پی)

پاکستان کے تعلیمی نصاب میں پڑھائی جانے والی کتابوں کا انتہاپسندی اورنفرت پیدا کرنے میں بڑا حصہ ہے۔بعض مسلم علماء نے انگریزی علوم کی تعلیم کا حصول حرام قرار دیا تھاجس کی وجہ سے تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔23مارچ1940ءکو پاکستان کے قیام کے لئے ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کیا گیا۔ 1946ء کے انتخابات میں تقریباً 100فیصد مسلم خواتین نےمسلم لیگ کے حق میں ووٹ ڈال کر اقلیت کی تحریک کو مسلم قوم کی تحریک میں بدل دیا۔ 11اگست 1947ءکو قائداعظم نے پاکستان کی ریاست کے خدوخال بیان کئے۔اُسی شام حکومتِ پاکستان کے سیکرٹری جنرل چوہدری محمد علی نے قائداعظم کی تقریر کوسنسر کیا اور سنسر شدہ تقریر شائع کرنے کی ہدایت کی، لیکن ڈان اخبار نے اصل تقریر مکمل طور پر شائع کی۔متعدد علماء نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی۔جسٹس کیانی مرحوم نے جب علماء سے مسلمان کی تعریف پوچھی توانہوں نے ایک ہفتے کی مہلت مانگی اور ایک ہفتے بعد مطلع کیا کہ تمام علماء مسلمان کی کسی تعریف پر متفق نہیں ہیں۔ناانصافی کا رویہ پاکستان میں زور پکڑ رہا ہے۔اسی طرح دوسروں کوقبول کرنے کی بجائے علیحدہ کرنے کا رویہ جاری رہا تو 1947ء جیسے حالات پیدا ہو جائیں گے۔اس صورت حال کے تدارک کے لئے برداشت کا روّیہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ضیاءالحق کے دور میں آئین کی56شقوں میں ترمیم کر دی گئی۔نتیجہ یہ نکلا کہ پارلیمنٹ سے زیادہ مولانا شیرانی اہمیت اختیار کر گئے۔زندگی کے حق کے ساتھ احترام آدمیت کے حقوق کوفروغ دینا از حد ضروری ہے۔آج انسانی حقوق کی اہمیت سے کوئی انکاری نہیں۔انسانی حقوق کے تحفظ اورآ گاہی کے لئے ہم سب کو کردار ادا کرنا ہے تا کہ بلا تفریق عقیدہ، مسلک اور مذہب تمام شہریوں کے حقوق کا احترام کیا جائے۔

> قائداعظم نے 11اگست 1947ء کو اپنی تقریر میں بتایا کہ پاکستان کیسا ہوگا مگران کے ساتھیوں نے پاکستان کے تصور کو دھندلا دیا۔قائداعظم نے واضح طور پر کہا تھا کہ مذہب ریاست کا حصہ نہیں ہوگا اور پاکستان کی سیاست میں مذہب کا کوئی کردار نہیں ہوگا۔آج کے پاکستان میں کئی قسم کی تقسیم پائی جاتی ہے۔

مذہبی فرقہ وارانہ نفرت وتعصب کے اسباب اوران کے سدباب کیلئے لائحہ عمل

ڈاکٹر مہدی حسن (پروفیسر بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی)

مذہبی فرقہ وارانہ نفرت وتعصب کے اسباب میں تاریخی ابہامات سرفہرست ہیں اور ان ابہامات کو ختم کرنے سے ہمارے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔غیر ملکی حملہ آوروں کو ہم اپنا بادشاہ قرار دیتے ہیں۔ہمارے ہاں نوسوسال اسلامی حملہ آوروں کی حکومت رہی۔پاکستان بننے کے بعد قائداعظم نے 11اگست 1947ء کو اپنی تقریر میں بتایا کہ پاکستان کیسا ہوگا مگران کے ساتھیوں نے پاکستان کے تصور کو دھندلا دیا۔ قائداعظم نے واضح طور پر کہا تھا کہ مذہب ریاست کا حصہ نہیں ہوگا اور پاکستان کی سیاست میں مذہب کا کوئی کردار نہیں ہوگا۔آج کے پاکستان میں کئی قسم کی تقسیم پائی جاتی ہے۔پاکستان کی پہلی وفاقی کابینہ میں وزارت قانون کا قلمدان جوگندر ناتھ منڈل کو سونپا گیا اور وزارت خارجہ سرظفر اللہ خان کو ملی جو مذہبی اقلیت سے تعلق رکھتے تھے۔قائداعظم کے تصور میں مذہبی کردار کی بات کواسی دن سنسر کر کے حذف کر دیا گیا جس کی پریس ایڈوائس حکومتِ پاکستان کے سیکرٹری جنرل کے ایماء پر جاری کی گئی۔ہم جس ملک میں رہ رہے ہیں یہ قائداعظم نہیں پاکستان نہیں بلکہ ضیاءالحق کا پاکستان ہے جہاں اب تک70ہزار افراد مذہب کے نام پر قتل ہو چکے ہیں اور یہ قتل وغارت اب تک جاری ہے۔

1946ءمیں دوسری جنگ کے خاتمے پر عالمی طاقتوں نے مسلم ریاستوں میں مذہب کے حوالے سے کئی ادارے بنائے۔ 79-1978 میں افغان فوج نے افغانستان میں

> یہ لوگ جہاد کے نام پر صرف غریبوں کے بچے مرواتے ہیں۔

بغاوت کے بعد اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ایران میں انقلاب کے بعد مذہبی عناصر نے اقتدار حاصل کرلیا جس سے امریکی مفادات کو زک پہنچی۔پاکستان میں جنرل ضیاءالحق نے گیارہ سال کے لئے اقتدار حاصل کر کے تاریخ کو بُری طرح مسخ کیا۔اگر نظریہء پاکستان کوئی ہوسکتا ہے تو وہ جمہوریت ہے کیونکہ پاکستان کسی مذہبی تحریک نہیں بلکہ جمہوری تحریک کے نتیجے کے ذریعے وجود میں آیا تھا۔سیالکوٹ کے شاعر اصغر سودائی کی نظم تحریک پاکستان کے دنوں میں بہت مقبول ہوئی جس کا مصرعہ تھا "پاکستان کا مطلب کیا۔لاالہ الااللہ". قائداعظم نے پوچھنے پر بتایا کہ یہ مسلم لیگ کا نعرہ نہیں ہے۔ضیاءالحق کے دور میں اس کو نظریہ پاکستان بنا دیا گیا۔ہمارے ہاں مسیحیوں کی عبادت گاہوں پر حملے کئے جاتے ہیں۔احمدیوں کو عبادت گاہ پر گنبد بنانے کی اجازت نہیں ہے حالانکہ گنبد اسلامی طرز تعمیر کے بعد کی تعمیر ہے۔کتنے ہندو خاندان پاکستان سے ہجرت کر گئے ہیں۔42مذہبی جماعتوں نے اعلان کیا ہے کہ ان کے کارکن حرمین شریفین کی حفاظت کے لئے اپنی جان بھی قربان کردیں گے مگر حقیقتاً جان قربان کرنے کے لئے وہ فوج کی طرف دیکھتے ہیں۔سوال یہ آن پڑا ہے کہ جہاد کا اعلان کون کرے گا؟ پارلیمنٹ، اسلامی نظریاتی کونسل یا شریعت کورٹ؟بعض علماء صرف جہاد کے نام پر غریبوں کے بچے مرواتے ہیں۔ایک ٹی وی ٹاک شو میں ایک معروف مذہبی رہنما نے کہا کہ مجھے جہاد میں شہید ہونے والوں کے والدین کے چہرے پر خاص نور نظر آتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں یہ نور آپ کے چہرے پر دیکھنا چاہتا ہوں تو وہ رہنما خاموش ہو گئے۔یہ لوگ جہاد کے نام پر صرف غریبوں کے بچے مرواتے ہیں۔پاکستان کے عوام میں پایا جانے والا جوش وجذبہ تیسری دنیا میں پائی جانے والی جمہوریت اور انسانی حقوق کی تحریک میں سب سے ممتاز ترین عنصر ہے۔

سوال: کیا کوئی مذہب بُری باتیں سکھاتا ہے؟

جواب: تاریخ میں مسخ شدہ حقائق ٹھیک کرلیں تو بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔دنیا میں کوئی مذہب بُری باتیں نہیں سکھاتا۔سوچ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مسکرانا بھی سکھائیں، ان کو تفریح مہیا کریں۔ہم خوشی کے دشمن بن گئے ہیں۔لوگوں کو خوشی کی تربیت دینے کی ضرورت ہے۔

سوال: قائداعظم کی تقریر حذف کرنے والے کے خلاف کیا کارروائی کی گئی؟

جوات: قائداعظم کی تقریر حذف کرنے والے کو بعد کے برسوں میں پاکستان کا وزیراعظم بنادیا گیا۔

سوال: نفسیاتی جنگ میں میڈیا اپنا رول ادا کررہا ہے؟

جواب: نفسیاتی جنگ میں میڈیا کا رول بہت اہم ہوتا ہے۔جمہوریت میں رائے عامہ سے پالیسیاں بنتی ہیں اور میڈیا عوامی نقطہء نظر کی ترویج کرتا ہے۔پاکستان میں 1988ء تک میڈیا بہت پابند رہا۔مگر اب بھی میڈیا تجزیہ نہیں کرتا بلکہ پراپیگنڈہ کرتا ہے۔ہر ٹاک شو میں سیاسی جماعتوں کے حمائتی اپنی اپنی پارٹی کا پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ترقی یافتہ ممالک میں سیاست کے لئے ٹیلیویژن کا وقت خریدا جاتا ہے۔ان شوز میں جو زبان استعمال کی جاتی ہے وہ مہذب ممالک میں ٹی وی پر کرنا روا نہیں۔سماجی ذمہ داریاں نبھانے کی روائت بھی دم توڑ رہی ہے۔میڈیا سے گیٹ کیپنگ ختم ہوگئی ہے اور ایڈیٹر کا رول بھی نہیں رہا۔

سوال: انتہا پسندی کا آسان حل؟

جواب: میرا عقیدہ میرا ایمان اور میرا مسلک میرا فیصلہ ہے۔اس میں کسی کو دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ بغیر ثبوت کوئی بیان قبول نہ کیا جائے۔

> پاکستان کے عوام میں پایا جانے والا جوش و جذبہ تیسری دنیا میں پائی جانے والی جمہوریت اور انسانی حقوق کی تحریک میں سب سے ممتاز ترین عنصر ہے۔

سوال: حرمین شریفین کی حفاظت کی ذمہ دار پاکستانی قوم کیوں؟

جواب: اکیلے پاکستان کا حرمین شریفین کی حفاظت کا ذمہ نہیں اور پاکستانی فوج یمن والوں کے ساتھ کیوں لڑے؟ وہ بھی تو مسلمان ہیں۔باقی ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو حرمین شریفین کی حفاظت کی فکر کیوں نہیں؟

سوال: ٹی وی پروگراموں پر فحاشی کا الزام کیوں لگایا جاتا ہے؟

جواب: ابھی تک فحاشی کی تعریف نہیں کی جاسکی۔تصویر بذات خود اپنی تشریح ہوتی ہے اس کی توضیح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔پیمرا کا ممبر ہونے کی وجہ سے جانتا ہوں کہ پیمرا کو کبھی کوئی جائز شکایت موصول نہیں ہوئی۔فحاشی کے بارے شکایات عمومی نوعیت کی ہوتی ہیں کسی خاص پروگرام کا حوالہ نہیں دیا جاتا۔

سوال: صحافتی ضابطہ اخلاق کیا ہے؟

جواب: صحافتی ضابطہ اخلاق کی روشنی میں صحافیوں کو خود فیصلہ کرنا چاہیئے کہ کیا چھپنا چاہیئے۔معاشرے سے فساد کے خطرے کو ختم کرنے کے لئے سچی خبر کو بھی روک لینا چاہیئے۔

سوال: مذہبی انتہا پسندی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟

جواب: مذہبی انتہا پسندی کے پیچھے خفیہ ہاتھ کے بارے کچھ کہنا مشکل ہے۔بغیر ثبوت کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔فلسطینی عوام پر ہونے والے مظالم کی سعودی عرب نے کبھی مذمت نہیں کی۔

سوال: سوشل میڈیا سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؟

جواب: سوشل میڈیا کی رینج بہت وسیع ہے جس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے مگر ہمارے ہاں اسے افواہیں پھیلانے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں ہمارے عدالتی نظام ،اس کے طریقہ کار ،انصاف کی عدم فراہمی یا سست روی کا عمل دخل

عاصمہ جہانگیر (سابق صدر، سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن)

امریکہ میں 9/11 کے بعد انسانی حقوق کے خلاف قدغنیں لگیں مگر سول سوسائٹی نے اس کے خلاف جدو جہد کی۔ہمارے ہاں چھوٹی دہشت گردی کے خلاف سول سوسائٹی صف آرا ہوتی ہے تو اس سے بڑی دہشت گردی سامنے آجاتی ہے جو زیادہ دیر تک قائم رہتی ہے۔اس کے خلاف ہمیں نہ صرف خاموش نہیں رہنا چاہیئے بلکہ رائے عامہ کو بھی ہموار کرنا چاہیئے۔اس سے پہلے مسلح اداروں نے TATA اور PATA جیسے گھناؤنے قوانین کا مطالبہ کیا تھا۔بعد میں تحفظ پاکستان بل لایا گیا مگر وہ بھی کافی ثابت نہ ہوا۔آرمی پبلک سکول کے دہشت گردی کے واقعے کے بعد فوجی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔چھ لوگوں کو پھانسی کی سزا سنادی گئی مگر قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے یہ سزا التواء میں ڈال دی گئی ہے۔سوسائٹی میں کئی ادارے انصاف کی فراہمی کے لئے کارفرما ہیں۔مسئلہ یہ ہے کہ اختیارات کی لڑائی بندر بانٹ میں تبدیل ہوگئی ہے۔اسی وجہ سے سول ادارے تفتیش کے مراحل میں ناکام ہو چکے ہیں۔سول سوسائٹی خوف کے عالم میں ہے۔فوجی عدالتوں سے بھی انصاف کی توقعات پوری نہیں ہوسکتیں۔دراصل فوجی عدالتوں کے بل کا منظور ہونا پارلیمانی منافقت کا مظہر ہے اور اس طرح پارلیمنٹ نے اپنا وقار کھودیا ہے۔

اس سلسلے میں میڈیا کا کردار بھی مشکوک ہے۔میڈیا کی ترجیحات کہیں اور طے ہوتی ہیں۔ISPR کا سیل میڈیا کو ہدایات دیتا ہے۔سول سوسائٹی کی انجمنیں قومی ایجنسیوں کی نظر میں ہیں۔میڈیا کے لوگوں کو بلوچستان کے بارے حقائق دکھانے پر نوکری سے ہاتھ دھونے پڑے۔پارلیمنٹ کب تک اپنی ذمہ داری پس پشت ڈال کر اور عدلیہ کے کندھے پر بندوق رکھ کر خود کو بچائے رکھے گی۔فوجی عدالتوں کو

اختیارات ملنے سے انسانی حقوق کی صورت حال خراب ہوتی جائے گی۔سول حکومتوں کی کمزوری سے جو انصاف کا خلا پیدا ہوگا اس سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں بڑھنے کا خطرہ ہے۔فوج کے سعودی عرب جانے سے خطے میں عدم استحکام پیدا ہوگا۔اس کے علاوہ معاشی انحطاط سے ملک کو مشکلات کا سامنا ہوگا۔ان چیزوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ انتخابات کی تحقیقات کے لئے قائم کیا جانے والا عدالتی کمیشن ڈبہ فلم ثابت ہوگا۔انسانی حقوق کے کارکنوں کو اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے نہ پیچھے ہٹنا چاہئے اور نہ غیر ضروری طور پر حدود سے تجاوز کرنا چاہئے کیونکہ ایجنسیوں کے دل میں ان کے لیے رحم نہیں ہے اور ایجنسیاں انسانی حقوق کے کارکنوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتی ہیں۔

سوال: (اختر بلوچ) کیا فوجی اپریشن سے مسائل حل ہو جائیں گے؟

جواب: دہشت گرد تنظیمیں فوج کے اپریشن سے اوجھل رہتی ہیں۔سول قیادت بھی اپنے فرائض سے غافل ہے۔خالی بیان بازی سے ہمارے مسائل نہیں حل ہونے والے۔انسانی حقوق کے کارکنوں کا فرض ہے کہ اپنے گھر کو سیدھا رکھیں اور

> تعلیمی نصاب بچوں کو زبان سکھاتا ہے، استدلال سکھاتا ہے۔ حساب اور سائنس کی تعلیم دیتا ہے۔شہریت سکھانا بھی نصاب کے ذریعے ہی ممکن ہے کیونکہ فرد کو آگے چل کر اجتماع کا مفید حصہ بننا ہوتا ہے۔

خدائی فوجدار بننے سے گریز کریں۔

سوال: (زلیخا ریئسانی) بلوچستان کی ترقی سے محرومی کی وجوہات کیا ہیں؟

جواب: سیاسی قیادت اور افسر شاہی کی نا اہلی کی وجہ سے ترقیاتی فنڈ پوری طرح استعمال نہیں ہوتے اور واپس وفاق کو لوٹا دیئے جاتے ہیں۔اس وجہ سے علاقہ ترقی سے محروم رہ جاتا ہے۔

لوگوں میں نفرت اور تعصّب پھیلانے میں نصاب کا کردار

ڈاکٹر اے ایچ نیر (پروفیسر قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد)

تعلیمی نصاب بچوں کو زبان سکھاتا ہے، استدلال سکھاتا ہے۔حساب اور سائنس کی تعلیم دیتا ہے۔شہریت سکھانا بھی نصاب کے ذریعے ہی ممکن ہے کیونکہ فرد کو آگے چل کر اجتماع کا مفید حصہ بننا ہوتا ہے۔اجتماع خاندان، محلّہ، شہر، ملک اور کا عالم پر محیط ہے۔بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو اسی اجتماع میں اپنا مقام و مرتبہ حاصل کرتا ہے۔اس کو سکھایا جاتا ہے کہ دوسروں سے کس طرح برتاؤ کرکے معاشرے کی بہتری کے لئے کام کرنا ہے۔کن معاشی طور طریقوں سے اپنے لئے کس طرح راستہ بنانا ہے۔معاشرے میں بڑا تنوع ہے اس لئے فرد کو پتہ ہونا چاہئے کہ دوسروں کے حقوق کی کس طرح پاسداری کرنی ہے اور اپنے حقوق کا کس طرح تحفظ اور حصول کرنا ہے۔اپنی زبان میں اپنے اردگرد کے حالات کے بارے میں نصاب ترتیب دینے سے آسانی کے ساتھ تعلیم کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

لوگ نصاب کے بارے غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔

تعصّب اور نفرت پھیلانے میں تعلیم کا شعبہ سب سے آگے نہیں۔میڈیا کے ذریعے تعصب اور نفرت کی باتیں یاد دلائی جاتی ہیں جو کبھی نصاب میں پڑھی ہوتی ہیں۔مساجد سے نشر ہونے والے مواعظ میں بھی تعصب کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔بدقسمتی سے کچھ لوگ اپنا مخفی ایجنڈا مکمل کرنے کے لئے نصاب کا سہارا لیتے ہیں جس سے نفرت اور تعصب کو فروغ ملتا ہے۔پاکستان کے قیام کے بعد تاریخ پاکستان میں تحریک پاکستان اپنی مرضی سے وضع کی گئی۔یہ تاثر دیا گیا کہ دوقومی نظریہ کے تحت پاکستان کا معرض وجود میں آنا ضروری تھا۔دو قومی نظریئے سے مراد مسلمان اور ہندو ہیں جس کی وجہ سے مسلم لیگ اور کانگرس کی چپقلش پاکستان کی تحریک بن گئی۔پاکستان بننے کے بعد فسادات میں مسلمانوں اور سکھوں کا شدید ٹکراؤ ہوا حالانکہ سکھوں کے خلاف زیادہ نفرت پیدا نہیں ہوئی تھی اور تحریک پاکستان کو ہندو مسلم ٹکراؤ سے تعبیر کیا گیا تھا۔ڈھاکہ میں قائداعظم کی طرف سے اردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دینے سے علیحدگی کا بیج بویا گیا اور علیحدگی کی تحریک میں اسلام کا نام بھی استعمال کیا گیا۔

1972ء کے بعد ہم نے خود کو جنوبی ایشیا سے علیحدہ کرکے سنٹرل ایشیا، مشرق وسطیٰ اور مغرب کے قریب تر کرلیا۔پاکستان کے قیام کو محمد بن قاسم سے منسلک کردیا۔اس کے بعد محمود غزنوی اور مغلیہ سلطنت سے جوڑ دیا۔اس سے لوگوں کے اذہان میں وہ وسعت نہیں آئی جو تنوع کو برداشت کرسکے۔جن لوگوں کے خلاف یہ تعصب ہوتا ہے وہ بھی وہی نصاب پڑھ کر خود کو ان کے خلاف صف آراء کرتے ہیں اور استدلال کی قوت میں کمی آجاتی ہے۔ہم کو پڑھایا گیا کہ ہندو بڑا مکار اور عیار ہے اور دنیا کی دوسری اقوام بھی پاکستان کے خلاف برسر پیکار ہیں۔

ایک اور وجہ جس کی وجہ سے تعلیم کا نظام نفرتیں پیدا کرتا ہے وہ یہ کہ اسلامی تعلیمات کو ہر مضمون میں داخل کردیا جاتا ہے انگریزی، تاریخ حتیٰ کہ سائنسی مضامین میں بھی اسلامی مضامین داخل کردیئے جاتے ہیں۔معاشرتی علوم کے مضمون میں کلمہ، درود شریف، روزہ رکھنے اور کھولنے کی دعائیں یاد کرنے کا کہا جاتا ہے۔آئین کے مطابق غیر مذہب کے طالبعلم کو زبردستی اسلامی تعلیمات نہیں دی جاسکتیں۔اے این پی کے دور میں خیبر پختونخوا میں نصاب میں بہتر تبدیلیاں لائی گئیں مگر پی ٹی آئی کی حکومت بننے کے بعد وہ تبدیلیاں واپس کردی گئیں۔خدشہ ہے کہ اب نصاب ترتیب دینے کا عمل واپس وفاق کے پاس چلا جائے گا۔

ریاست اور اس کے ادارے نفرت، تعصب اور عدم برداشت کو بھائی چارے اور رواداری میں کیسے بدل سکتے ہیں

آئی اے رحمٰن (سیکرٹری جنرل ایچ آر سی پی)

انسان کا بنیادی جذبہ خوف ہے جو بہت سی باتوں کو جنم دیتا

> ہماری نظر میں ہر بے راہ روی اور جرم میں ریاست بھی ملوث ہوتی ہے۔اگر بچے پڑھنے کی بجائے بے راہ روی اختیار کرتے ہیں تو اس ماحول کی خرابی کی ذمہ دار ریاست ہوتی ہے۔جب طبقات یا فرقے خوفزدہ ہوتے ہیں تو مطلب ہے کہ ہمارے نظام میں خامی ہے جو خوف کو جنم دیتی ہے۔جب ریاستی نظام کی ترتیب دی ہوئی مذہبی کتابیں پچاس کی دہائی میں سکولوں میں رائج کی گئیں تو اقلیتی فرقوں کو خوف میں مبتلا کردیا۔

ہے۔پہلے خوف پیدا ہوتا ہے پھر تعصب، پھر تشدد اور اس کے بعد نفرت پیدا ہوتی ہے۔پھر ہمیں نفرت سے پیدا ہونے والے تشدد سے تحفظ کی تلاش ہوتی ہے۔لوگوں کے روّیے خوف سے جنم لیتے ہیں۔تعصب کا مطلب ہے کہ جس سے آپ کو خطرہ ہے اس سے بات نہیں کرنی۔ہم اپنے درمیان اختلاف کی دیوار کھڑی کرلیتے ہیں۔تعصب بڑھ جائے تو نفرت بڑھ جاتی ہے اور نفرت کا مطالبہ ہے کہ مخالف کو ہٹا دیا جائے۔نفرت بڑھتی ہے تو تشدد کا راستہ اختیار کرلیتی ہے اور مخالف کو مارنا واجب قرار دیتی ہے۔آجکل شیعہ اس لئے مارے جاتے ہیں کیونکہ مارنے والوں کو خوف ہے کہ اگر ان کو نہ مارا گیا تو یہ لوگ ہم پر غالب آجائیں گے۔جمہوریت کے فروغ سے قبائلی نظام کو خطرہ رہتا ہے۔عورتوں کے تعلیم یافتہ ہونے سے مردوں کی برتری خطرے میں پڑنے کا امکان محسوس ہوتا ہے۔

ہماری نظر میں ہر بے راہ روی اور جرم میں ریاست ملوث

ہوتی ہے۔اگر بچے پڑھنے کی بجائے بے راہ روی اختیار کرتے ہیں تو اس ماحول کی خرابی کی ذمہ دار ریاست ہوتی ہے۔جب طبقات یا فرقے خوفزدہ ہوتے ہیں تو مطلب ہے کہ ہمارے نظام میں خامی ہے جو خوف کو جنم دیتی ہے۔جب ریاستی نظام کی ترتیب دی ہوئی مذہبی کتابیں پچاس کی دھائی میں سکولوں میں رائج کی گئیں تو اقلیتی فرقوں کو خوف میں مبتلا کر دیا۔اگر آپ

لوگوں کو ترقی کے برابر مواقع دینا رواداری کی پہلی شرط ہے۔آزادی سے پہلے بھرتی کے لئے آل انڈیا سطح پر مقابلہ ہوتا تھا اور میرٹ پر آنے والے کو کام ملتا تھا۔ہمارے ہاں میرٹ کا خاتمہ کر کے اختیارات کا غلط استعمال ہونے لگا ہے۔انتہا پسندی بڑھنے کا مطلب ہے کہ ہم ایسا ماحول قائم کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں جو انتہا پسندی کا خاتمہ کرتا اور اب اس کے تدارک کیلئے اقدامات کی ضرورت آن پڑی ہے۔

نے فیصلہ کر لیا کہ نوکریوں میں کوٹہ رکھ دیا جائے تو اس سے بھی تفریق پیدا ہوگی جبکہ ریاست کا کام ہے کہ اس بات پر نظر رکھے کہ کہیں تفریق تو پیدا نہیں ہو رہی۔ایک دیوبندی مدرسے میں خلفائے راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ پر مضمون لکھنے کو کہا گیا تو 80 فیصد طلباء نے حضرت عمرؓ پر مضمون لکھا اور حوالے مولانا سعید اظہر کی کتابوں سے دیئے۔

لوگوں کو ترقی کے برابر مواقع دینا رواداری کی پہلی شرط ہے۔آزادی سے پہلے بھرتی کے لئے آل انڈیا سطح پر مقابلہ ہوتا تھا اور میرٹ پر آنے والے کو کام ملتا تھا۔ہمارے ہاں میرٹ کا خاتمہ کر کے اختیارات کا غلط استعمال ہونے لگا ہے۔انتہا پسندی بڑھنے کا مطلب ہے کہ ہم ایسا ماحول قائم کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں جو انتہا پسندی کا خاتمہ کرتا اور اب اس کے تدارک کیلئے اقدامات کی ضرورت آن پڑی ہے۔بالعموم ہوتا یہ ہے کہ عاشورہ محرم میں چند علماء کے کچھ شہروں میں داخلے پر پابندی لگا کر حکومت سمجھتی ہے کہ اس نے مسئلے پر قابو پا لیا۔حال ہی میں پیمرا نے 14 ٹی وی چینلوں کو نوٹس دیا ہے کہ نفرت انگیز مواد نشر نہ کریں۔پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس سے قبل اسی قسم کی شکائت حکومت سے کی تھی۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم کسی بھی سطح پر متحد نہیں ہیں اور اختلافات ہمیں تشدد کی طرف لے جاتے ہیں۔یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ فسادی عناصر کی سرکوبی کرے۔انسانی حقوق کے محافظین کی نظر سے بھائی چارہ اس وقت فروغ پائے گا جب میرے حقوق کو تحفظ حاصل ہوگا۔ہماری ریاست ہمیں بتاتی ہے کہ پاکستان ایک وفاق ہے۔جمہوریت کی پہلی شرط یہ ہے کہ سب لوگ برابر ہوں مگر آجر اور مزدور برابر نہیں نہ زمیندار اور مزارع برابر ہیں۔اگر ریاست اپنے فیصلے برابری اور انصاف کی بنیاد پر نہیں کرے گی تو کمزور پڑ جائے گی اور پھر لوگ طاقت کے زور پر اپنی بات منوائیں گے۔جب ریاست غلط کام کرتی ہے تو لوگ بھی غلط کام کرتے ہیں۔معاشی استحصال بھی نفرت کو جنم دیتا ہے۔ریاست کا کردار ایک خودمختار ماں کا سا ہونا چاہیئے۔ہمارے ملک میں تمام اقدامات کا جواز طاقت ہے علم، دلیل اور حکمت نہیں۔پاکستان میں حکومت کو خطرہ پاکستان کو خطرہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور مذہب کا سہارا اس لئے لیا جاتا ہے کیونکہ مذہب پر سوال جواب نہیں ہو سکتا۔

پہلے مذہبی اختلاف رکھنے والوں کو برداشت کر لیا جاتا تھا مگر آجکل مخالف مذہبی مسلک کے ماننے والوں کو قتل کرنے کا چلن ہے۔جس سے بھی تھوڑا اختلاف ہوا اس کو مارنا واجب سمجھا جاتا ہے۔اس روش کو روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ فتنہ پروری کی سب سے پہلے سرکوبی کی جائے۔ہم تعصب کی بنیاد پر امتیاز برتتے ہیں۔عورتوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔غریبوں کے خلاف بہت تعصب ہے۔امتیازات کو ختم کرنے سے نفرت اور تعصب کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔عسکریت پسندی کو ختم کر کے بھی نفرت آمیزی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ہمارے ملک میں انصاف نہیں جس سے لوگ باغی ہو سکتے ہیں۔ہمارے تعلیمی نظام میں خامیاں ہیں۔اس ماحول میں جو لوگ تیار ہوتے ہیں وہ اُسی طرف چلے جاتے ہیں۔اس معاملے میں حکومت کے جوازات کا انحصار طاقت کے بل پر ہوگا تو عام آدمی طاقت کے استعمال کی ضرورت محسوس کرے گا۔ انڈیا جہاں دیہاتوں کی نسبت شہری علاقوں میں زیادہ لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے اس کے برعکس ہمارے ہاں دیہاتوں میں تو بے انتہا لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے اور وہ بھی حکومت کے ایما پر۔حکومت کم از کم اجرت کا اعلان کرتی ہے مگر وہ اجرت مزدوروں کو ملتی نہیں۔ہمارے ہاں میرٹ کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں جس سے لوگوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔اس کا علاج یہ ہے کہ سارا نظام آئین اور انصاف کے مطابق اور بغیر کسی امتیاز کے چلنا چاہیئے۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ بچوں کا کچھ کرنے کو دل چاہتا ہے۔اگر ان کو مواقع فراہم نہیں کریں گے تو ان میں احساس محرومی پیدا ہوگا۔ثقافت ہمارے رویے کی بنیاد ہوتی ہے۔ہمارے جمہوری ادارے ہماری ثقافت کے منافی ہیں۔ہم عورتوں کو مردوں سے کم تر سمجھتے ہیں۔کلچر کو فروغ دینے کے لئے غلط روایات کو چھوڑنا ہوگا یا بدلنا ہوگا۔زمانہ جاہلیت کی باتوں کو چھوڑنا پڑے گا۔انسانوں کی برابری کا مظاہرہ حکومتی پالیسی میں ہونا چاہیئے۔وی آئی پی کلچر کا مظاہرہ ہر جگہ ہوتا ہے۔جمہوری سسٹم کی بنیاد انصاف ہے مگر ہم شہریت کے آداب سے واقف نہیں ہیں۔اس میں حقوق کے ساتھ ساتھ ذمہ داریاں بھی شامل ہیں۔آج کے شہری کلچر سے یکجہتی مفقود ہو گئی ہے۔آپس میں ملنے، بات چیت کرنے اور ایک دوسرے کو اہمیت دینے سے یکجہتی پیدا ہوگی۔

عدم رواداری کا خاتمہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع ملنا چاہیئے۔شعیب ہاشمی نے لیکچر دینے کے لئے ادب اور ثقافت کے بارے اپنے شاگردوں کو روشناس کرانے کی ضرورت کو محسوس کیا کیونکہ پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے والوں کو نہ اپنے شاعروں اور ادیبوں کے بارے پتہ ہوتا ہے نہ انہیں ثقافتی مشاہیر کا پتہ ہوتا ہے۔بدقسمتی سے ہمارے ملک میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے عمر مقرر ہے۔تعلیم بالغاں تو زمانہ قدیم کی بات معلوم ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں خطا کار کو ایک دفعہ سزا مل جائے تو اس پر عمر بھر کے لئے دھبہ لگ جاتا ہے۔ہمارا جزا اور سزا کا نظام امتیاز پر مبنی ہے۔طاقتور مجرم بچ جاتا ہے مگر بے گناہ غریب کو دھر لیا جاتا ہے۔جو معاشرہ عدم رواداری کی حدوں کو پار کر جائے وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر انسان کی زندگی

ہمارے ہاں خطا کار کو ایک دفعہ سزا مل جائے تو اس پر عمر بھر کے لئے دھبہ لگ جاتا ہے۔ہمارا جزا اور سزا کا نظام امتیاز پر مبنی ہے۔طاقتور مجرم بچ جاتا ہے مگر بے گناہ غریب کو دھر لیا جاتا ہے۔جو معاشرہ عدم رواداری کی حدوں کو پار کر جائے وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا احترام کیا جائے، تمام امتیازات کو ختم کیا جائے اور انصاف کو رواج دیا جائے۔

کا احترام کیا جائے، تمام امتیازات کو ختم کیا جائے اور انصاف کو رواج دیا جائے۔

انتہا پسندی کے خاتمے میں ادیب، فنکار اور صحافی کا کردار

سلیمہ ہاشمی (پروفیسر بیکن ہاؤس نیشنل یونیورسٹی)

بہت سی باتیں ہم سوچتے ہیں مگر انہیں ٹیلیویژن پر دکھانے کی ہمت نہیں ہوتی، کبھی موقع نہیں ہوتا یا سماج اجازت نہیں دیتا۔غار کے زمانے سے انسان نے تصویریں بھی بنانی شروع کیں جن کے آثار مختلف مقامات پر ملتے ہیں۔افغانستان میں طالبان جن غاروں میں مقیم تھے ان

میں انہوں نے جنت کی تصویریں بنائی ہوئی تھیں شاید دل خوش کرنے کے لئے۔ آخرفن، ادب اور موسیقی کی کیا ضرورت ہے؟ دل کی دھڑکن، تالی کی تھاپ، قدموں کی چاپ، ماں کی لوری کے سروں سے بچوں کو چین پڑ جاتا ہے۔ علاقائی رقص میں عام لوگوں کا جذبہ نظر آتا ہے۔خوشی کا ایک احساس ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش، شادی بیاہ پر خوشی منانا اور ڈھول بجانا اس کے ساتھ ساتھ غم کی شدت میں نوحہ پڑھنا آپ کا حق ہے۔ایک دفعہ ایمن آباد میں گھومتے ہوئے ہیر پڑھنے کی آواز کان میں پڑی۔اس آواز کی تلاش میں گلی میں جا کر دیکھا تو ایک بزرگ کے ہیر پڑھنے پر لوگ وجد میں آئے ہوئے تھے۔ بزرگ نے بتایا کہ مجھے ہیر پڑھنے کے علاوہ کوئی کام نہیں۔صبح کے وقت میں شروع ہو جاتا ہوں لوگ آتے رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بابا جی جب تک حیات ہیں ایمن آباد دہشت گردی سے محفوظ رہے گا۔سیہون شریف میں شام ہوتے ہی ڈھول بجنے لگتا ہے تو سب لوگ عورتیں مرد اور بچے ناچنے لگتے ہیں۔ سب ایک جیسے لگتے

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انہیں پہلے سے معلوم تھا کہ یہ مسئلہ پاکستان میں سر اٹھائے گا۔قومی ریاست کا نظریہ ناکام ہونے سے اکثریتی اور اقلیتی پہچان کے مسئلے سامنے آتے ہیں۔انڈیا میں اکثریتی آبادی کو احساس ہو چکا ہے اس لئے وہ بطور بھارتی پہچانے جانے کو قبول کر چکے ہیں۔ جب یہ مسئلہ انڈیا میں سر اٹھاتا ہے تو دنیا اس کو سرزنش نہیں کرتی کیونکہ وہاں پر مذہبی بنیاد پر قوانین نہیں ہیں جس کی وجہ سے انڈیا کی مذمت کی جائے۔

ہیں جو دل کی مراد پانے کے لئے ناچتے ہیں۔مل کر گانے میں آپ اس کا حصہ ہوتے ہیں۔درگاہوں، مزاروں اور صوفی میوزک کی ثقافتی اہمیت مسلّم ہے مگر دہشت گردی میں کسی کا کچھ حصہ نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا دارومدار نفرت پر ہوتا ہے یعنی اپنے انسان ہونے سے نفرت۔ دہشت گرد نفرت کی دکان چلاتے ہیں اور نفرت پھیلاتے ہیں۔1984ء میں جب فیض لبنان سے واپس آئے تو لوگ ان سے کہنے لگے کیا کریں بہت گھٹن کا ماحول ہے۔فیض نے جواب دیا کہ اس وقت مردوں سے زیادہ خواتین ہماری امیدوں کا محور ہیں۔ جب سب سے کمزور طبقے امید کا محور بن جائیں تو حالات تبدیل کئے جا سکتے ہیں۔ پچاس اور ساٹھ کی دہائیوں میں بہت اچھا ادب تخلیق ہوا۔ بعد میں یہ روش ریاستی جبر کی وجہ سے تبدیل ہوگئی۔ مزاحمتی ادب میں آج کوئی بڑا شاعر نہیں نظر آتا۔دہشت زدہ بچوں کی بحالی بہت مشکل کام ہے۔آرٹ کا استعمال ان بچوں میں نرمی لانے کے لئے بہت ضروری ہے۔بہتر ہوگا کہ ہتھیار کا متبادل لفظ دریافت کیا جائے۔

95 فیصد سے بھی زیادہ مسلمان آبادی کے ملک میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے لئے عدم برداشت کیوں؟

خالد احمد (معروف صحافی وتجزیہ کار)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انہیں پہلے سے معلوم تھا کہ یہ مسئلہ پاکستان میں سر اٹھائے گا۔قومی ریاست کا نظریہ ناکام ہونے سے اکثریتی اور اقلیتی پہچان کے مسئلے سامنے آتے ہیں۔انڈیا میں اکثریتی آبادی کو احساس ہو چکا ہے اس لئے وہ بطور بھارتی پہچانے جانے کو قبول کر چکے ہیں۔ جب یہ مسئلہ انڈیا میں سر اٹھاتا ہے تو دنیا اس کو سرزنش نہیں کرتی کیونکہ وہاں پر مذہبی بنیاد پر قوانین نہیں ہیں جس کی وجہ سے انڈیا کی مذمت کی جائے۔

مسلم ممالک میں جمہوریت آنے پر حالات بگڑ جاتے ہیں۔عرب ممالک میں بھی آمروں کے ساتھ گذارہ ہو جاتا ہے جبکہ ریاستیں جمہوریت کی آڑ میں بھی ناکام ثابت ہوتی ہیں۔شام میں اقلیتی مسیحی آمریت کے زمانے میں محفوظ تھے مگر اب وہاں ان کو مارا جا رہا ہے۔ پاکستان میں تمام اقلیتیں دہشت گردوں کی گرفت میں ہیں۔ پاکستان کا وزیر داخلہ کہتا ہے میں پہلے مسلمان ہوں بعد میں پاکستانی۔ بہت سے مسلمانوں کو پہلے مسلمان بعد میں برطانوی شہری ہونے کا درس دینے پر ان کے حقوق متاثر ہونے کا خطرہ تھا اسلئے انگلینڈ نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کو برطانوی ویزہ دینے سے معذرت کر لی۔ہم نے جمہوریت کی آڑ میں جو غلط کام کئے وہ عرب ممالک میں بھی نظر آنے لگے ہیں۔ بھارت میں انسانی حقوق کے خلاف ایک بھی قانون نہیں۔اقلیتوں کے ساتھ خواتین کو اس زمرہ میں شامل کر لیا جائے تو پاکستان میں مظلوموں کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی۔1954ء میں پنڈت نہرو نے ہندو لڑکی کا جائیداد میں حصہ لڑکے کے برابر کر دیا جس کی وجہ سے ہندو لڑکی کو مسلمان لڑکی سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔ پاکستان میں قانون سازی کے باوجود عورت استحصال کا شکار ہے۔ وجہ یہ کہ ہم خراب قوانین بنانے لگتے ہیں جیسے توہین مذہب جیسے بھیانک قوانین۔اگر ہمارے اخبار دیانت داری سے اس موضوع پر لکھنا شروع کردیں تو قیامت آجائے۔مسیحی وزیر شہباز بھٹی بینظیر بھٹو کی شہادت کے خلاف جدو جہد چلا رہے تھے تو انہیں بھی طالبان کے مروا دیا۔لشکر جھنگوی نے شہباز بھٹی کے قتل کو صلیبی جنگوں کا بدلہ قرار دیا۔ہم نے غلط قوانین بنا کر ریاست کو کمزور کیا۔اگر سُنی کو تنگ کیا جائے تو شیعہ بھی تنگ ہوتا ہے۔ ہائی کورٹ کا حکم ہے کہ توہین مذہب کی صورت میں کسی اعلیٰ افسر سے جرم کی صحت کی تصدیق کرائیں جس پر عمل نہیں ہو رہا۔ ہندو لڑکیوں کو اغوا کر کے، زبردستی ان کو مسلمان کر کے ان سے شادی کرنے کے واقعات سے دنیا بھر میں پاکستان کی رسوائی ہوئی ہے۔سندھ میں جاگیرداری نظام کی وجہ سے قانون کی عملداری کم ہے۔ پشاور میں اغوا برائے تاوان کے بڑھتے ہوئے واقعات سے آدھا کاروبار بند ہے۔ بلوچستان میں ایف سی اور لیویز کی موجودگی ریاست کی ناکامی کی علامت ہے۔ہم نے حافظ سعید کو کشمیر بھیج کر معاملہ خراب کر لیا ہے۔مسلمان قوانین کو وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا نہیں ہے

عرب ممالک میں بھی آمروں کے ساتھ گذارہ ہو جاتا ہے جبکہ ریاستیں جمہوریت کی آڑ میں بھی ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ شام میں اقلیتی مسیحی آمریت کے زمانے میں محفوظ تھے مگر اب وہاں ان کو مارا جا رہا ہے۔ پاکستان میں تمام اقلیتیں دہشت گردوں کی گرفت میں ہیں۔ پاکستان کا وزیر داخلہ کہتا ہے میں پہلے مسلمان ہوں بعد میں پاکستانی۔ بہت سے مسلمانوں کو پہلے مسلمان بعد میں برطانوی شہری ہونے کا درس دینے پر ان کے حقوق متاثر ہونے کا خطرہ تھا اسلئے انگلینڈ نے ڈاکٹر ذاکر نائیک کو برطانوی ویزہ دینے سے معذرت کر لی۔

جس کی وجہ سے مسلمان ریاستوں سے غیر مسلم افراد ہجرت کرنے لگے ہیں۔ ہندو لڑکی کے لئے چیف جسٹس افتخار چوہدری کا لیا ہوا سوموٹو نوٹس لڑکی کے حق میں قانون کا نفاذ نہیں کر سکا۔ جب ہمارا ذہن سوچنا بند کر دے تو ہم بیرونی سازش کا شور مچا دیتے ہیں۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق راشد رحمان کو تحفظ نہیں دے سکا کیونکہ تحفظ فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے مگر ریاست پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو پاکستان دشمن سمجھتی ہے۔

جب بلوچ بندوق اٹھاتا ہے تو فوج اس کے پیچھے اس کے گھر تک جاتی ہے۔ جب طالبان ہزارہ کو مارتے ہیں، بارڈر پار کر کے ایرانیوں کو مارتے ہیں تو فوج چپ کر جاتی ہے۔ پشاور، بنوں اور کوہاٹ میں فوج طالبان سے پوچھ کر کارروائیاں کرتی ہے۔

انتہا پسندی کے فروغ/انسداد میں میڈیا کا کردار

شہزادہ عرفان (معروف صحافی وتجزیہ کار)

مذہبی انتہا پسندی سے مراد ہے صرف اپنے عقیدے اور مسلک کو برحق سمجھنا اور دوسرے عقائد کو باطل سمجھنا۔لوگ وقت کے ساتھ ساتھ اپنے عقائد پر اس قدر پکے ہو جاتے ہیں کہ دوسرے عقائد کے لوگوں کو برداشت نہیں کرتے۔ایک نیا رجحان چل نکلا ہے کہ مذہبی تنظیمیں اپنے کارکنوں کو میڈیا ہاؤس کے باہر اکٹھا کرکے سڑکیں بلاک کر دیتی ہیں اور اپنی مرضی کی خبر یا ٹکر چلنے تک وہاں سے نہیں ٹلتیں۔میڈیا چونکہ عوام الناس سے رابطے میں ہے مگر میڈیا میں گیٹ کیپر کا کردار ادا کرنے والے ایڈیٹر حضرات ناپید ہو گئے ہیں۔ٹاک شوز میں گالی گلوچ تک نوبت آجاتی ہے۔ریٹنگ کی دوڑ لگی ہوئی ہے جس کے لئے پروگراموں میں مصالحہ دار گفتگو کی جاتی ہے۔اردو اخباروں میں توہین مذہب کے معامات اچھالے جاتے ہیں۔مخالفین کے لئے مذموم اور بدبخت جیسے الفاظ استعمال کر کے انتہا پسندی کو شہ دی جاتی ہے۔ہر مخالف کوشش کو سازش قرار دیا جاتا ہے۔کلچر اور مذہب میں اختلاف پیدا کیا جاتا ہے۔گرفتار مذہبی رہنماؤں کی رہائی پر ہار پہنے ہوئے ان کی شخصیات کو گلیمرائز کیا جاتا ہے۔مطالعے کی کمی کی وجہ سے موضوعات پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی جاتی۔سوشل میڈیا میں دنیا میں کسی بھی جگہ بیٹھ کر اپنے مطلب کی باتیں ڈال کر دنیا کے سامنے پیش کر دی جاتی ہیں۔کوئی بھی چھوٹی سی خبر جو اخبار میں زیادہ توجہ حاصل نہیں کر سکتی اسے سوشل میڈیا میں ڈال دیا جاتا ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام اور روک تھام کے لئے لائحہ عمل

حفیظ بزدار (پروگرام آفیسر، ایچ آر سی پی)

انتہا پسندی کا مطلب ہے اپنی رائے کسی پر تھوپنا، اپنے خیالات کو حرف آخر سمجھنا، زبردستی اپنی رائے منوانا، یہ سمجھنا کہ میں عقل کل ہوں اور میری بات حرف آخر ہے۔انتہا پسندی سوچ بھی ہے، رویہ بھی ہے، طرز فکر بھی ہے اور طرز عمل بھی ہے۔انتہا پسندی کو ختم کرنے کے لئے دلیل کا استعمال موثر ہوتا ہے۔دلیل کے لئے سوچ کا ہونا ضروری ہے۔کائنات کے آغاز سے آج تک ہر چیز کے پیچھے کوئی نہ کوئی سوچ کارفرما تھی۔پانی کے لئے پیالے کا استعمال انسانی ہاتھوں کی شکل سے وجود میں آیا۔سوچ کے اجزائے ترکیبی میں تعلیم کا گہرا عمل دخل ہے۔لوگوں کی سوچ بدل دیں چیزیں خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی۔سوچ بدلنے کے لئے علم کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کے لئے انسان کو پہلے خود کو اس قابل ہونا پڑتا ہے کہ لوگ اس کی ہر بات کو سچ سمجھیں اس کے ہر حکم کو ایمان کا حصہ جانیں اور اس کی ہر آواز پر آمنّا وصدقنا کہیں۔اس کی سب سے بہترین مثال نبی اکرم کی ہے جو وحی کے نزول سے چالیس سال پہلے اہل عرب کے درمیان رہے اور اپنے کردار، اخلاق اور اقوال کی صداقت سے صادق اور امین

> انتہا پسندی کی اقسام میں معاشی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، مذہبی انتہا پسندی، مسلکی انتہا پسندی اور سماجی انتہا پسندی شامل ہیں۔ انتہا پسندی نے ہمارے معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔اس لیے اس کی روک تھام ضروری ہے۔اگر ہم سماجی انتہا پسندی کی بات کریں تو ہمارے معاشرے میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں مثلاً غیرت کے نام پر قتل کرنا، خواتین کو رسم ورواج کے نام پر ہراساں کرنا، چھوٹی عمر کی شادیاں، خواتین کو تعلیم سے محروم رکھنا اور ان کو وراثتی حقوق نہ دینا۔ جب اسلام نے عورت کو تمام بنیادی حقوق دیئے ہیں تو معاشرہ کس طرح ان پر پابندی لگا سکتا ہے؟

کہلائے۔قائداعظم انگریزی میں بات چیت کرتے تھے مگر انگلش سے نابلد ہونے کے باوجود ہر آدمی کو ان کی بات کی صداقت کا یقین تھا۔

انتہا پسندی کی اقسام میں معاشی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، مذہبی انتہا پسندی، مسلکی انتہا پسندی اور سماجی انتہا پسندی شامل ہیں۔انتہا پسندی نے ہمارے معاشرے کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔اس لیے اس کی روک تھام ضروری ہے۔اگر ہم سماجی انتہا پسندی کی بات کریں تو ہمارے معاشرے میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں مثلاً غیرت کے نام پر قتل کرنا، خواتین کو رسم ورواج کے نام پر ہراساں کرنا، چھوٹی عمر کی شادیاں، خواتین کو تعلیم سے محروم رکھنا اور ان کو وراثتی حقوق نہ دینا۔ جب اسلام نے عورت کو تمام بنیادی حقوق دیئے ہیں تو معاشرہ کس طرح ان پر پابندی لگا سکتا ہے؟

مذہبی انتہا پسندی کی بات کی جائے تو پاکستان میں یہ آج کل عروج پر ہے۔مذہب وعقائد کی بنا پر ہزاروں لوگوں کو قتل کیا گیا ہے۔کوئٹہ میں درجنوں خاندانوں کے چراغ بجھا دیئے گئے۔کراچی میں ہر وقت ٹارگٹ کلنگ جاری ہے۔طالبان نے پاکستانی معاشرے کو اپاہج بنا کر رکھ دیا ہے۔سیاست کے نام پر عوام کا ووٹ چھین لینا اور ان کو دھمکانا یا لالچ دینا سیاسی انتہا پسندی ہے۔ہمیں چاہئے کہ ہم خود کو تبدیل کریں، تعلیم حاصل کریں اور اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں اور اپنے رویوں میں مثبت تبدیلیاں پیدا کریں ورنہ ہم زوال کا شکار ہو جائیں گے۔ہر مذہب میں انسانی حقوق اور بھائی چارے کا درس دیا گیا ہے انسانی حقوق کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے سے بھائی چارے کے ساتھ رہیں۔یہی انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کا پہلا نکتہ بھی ہے۔

مذہبی فرقہ وارانہ نفرت وتعصّب کے اسباب اور اس کے انسداد کے لئے لائحہ عمل

محمد افضل بیگ (لیکچرار گورنمنٹ کالج رحیم یار خان)

اگر فرقہ واریت کی اصلیت دیکھی جائے تو یہ اسلام کی ضد ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے نبی اکرم ﷺ کے وصال تک اسلام کی تکمیل ہوتی رہی۔نبی کریم ﷺ حج کے لئے عرفات گئے تو اسلام نے اونچ نیچ، ذات برادری اور جگہ کی نسبت ختم کر کے برابری کو فروغ دیا۔عربی عجمی، نسل، برادری، جگہ جیسی تفریقوں کو ختم کرنے کے لئے اسلام آیا تھا مگر ہم نے گنجائشیں پیدا کر لیں۔قبیلے برادری کی جگہ اسلام میں ہے لیکن صرف پہچان کے لئے مگر برتری صرف تقویٰ پر ہے۔قرآن اور حدیث سے فرقہ بندی کی گنجائش نہیں نکلتی۔

مسلمانوں نے تحقیق چھوڑ کر تقلید اپنا لی۔جو حدیث قرآن کی ضد ہو وہ قابل قبول نہیں۔مشکل یہ ہے کہ ایک ایک واقعہ کے لئے چار چار احادیث ملتی ہیں۔ہر فرقے میں نماز کسر ادا کرنے کے لئے مسافت طے کرنے کا فرق ہے۔میتھی کے بارے حدیث مشتبہ ہے۔الائمۃ من القریش والی حدیث کی بنیاد پر حضرت ابوبکر صدیق کو امامت ملی۔اس کے بعد حضرت عمر نے خلیفہ کی بجائے امیر المومنین کا منصب اختیار کیا۔امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں کمزور احادیث کا استعمال کیا۔زوال پذیر عباسی خلافت میں سیاست پر کام کرنیکی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔اس طرح علم سیاست کو سنت رسول قرار دے دیا گیا۔دینی اور غیر دینی علوم کی فہرست بنائی گئی اور تحقیق کی تعلیم کو سیاست کی تعلیم قرار دیا گیا اور یہی تحقیق کا بہترین دور تھا۔ہلاکو خان کے بعد اجتہاد پر پابندی لگا دی گئی اور اُس وقت تک کی فقہ کے بعد مزید فقہ پر پابندی لگا دی گئی۔

نماز کے احکام سے مراد نظام صلوٰۃ قائم کرنا ہے۔آج خطبہ جمعہ سیاسی بیان بازی بن گیا ہے۔امامت سے مراد دینی و دنیاوی علوم سے آگاہی ضروری ہے۔ہم نے امامت کا منصب مولویوں اور مفتیان کے حوالے کر دیا ہے۔ہمارے ہاں امام حضرات سے مراد پیش امام لی جاتی ہے جو دینی علوم میں تو مہارت رکھتے ہیں مگر وہ دیگر سائنسی اور سماجی علوم کی شد بدھ نہیں رکھتے۔ہمارے مروجہ سرکاری تعلیمی نظام کی درجہ بندی میں پہلے بارہ سال عمومی تعلیم کے ہوتے ہیں اس کے بعد بچہ اپنی اہلیت اور دلچسپی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے کہ اسے زندگی کے کس شعبے کے متعلق خصوصی تعلیم میں مہارت حاصل کرنی ہے۔اس کے برعکس مدرسہ میں داخل ہونے والا بچہ چار سال کی عمر میں فیصلہ کر لیتا ہے کہ اسے کس مسلک کا مولوی بننا ہے۔

مذہب میں بھی شخصیت پرستی در آئی ہے۔ہم تصاویر دیکھتے ہیں جن میں لوگ پیروں کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا دل کی مرادیں مانگتے ہیں۔پہلے زمانے میں عدلیہ مفتی اور قاضی کے ساتھ چلتی تھی۔درس نظامی کے مفتی کا کورس کرنے والا قاضی بنتا تھا۔مفتی کا کام ہے معاملے کی تشخیص کرنا، تہہ تک جانا اور حکمت اور دانائی سے اپنی رائے دینا۔مبلغ کا اصل مقام منبر ہے جو دلیل اور حکمت پر چلتا ہے۔مرض کا علاج تشخیص صحیح ہونے پر کیا جاتا ہے۔جب خلافت کمزور ہوئی تو اس کی تشخیص یہ کی گئی کہ زوال جہاد ترک کرنے کی وجہ سے آیا ہے۔اب زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ خلافت کا نظام واپس لایا جائے اور جہاد کا آغاز کیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ خلافت کے ہوتے ہوئے زوال آیا تھا اور زوال تحقیق ترک کر دینے پر آیا تھا۔آج کے دور میں خلافت اور جہاد کا مطالبہ محض ایک کاروبار ہے۔دینی اخوت اپنی جگہ اہم مگر ہم مختلف قومیں ہیں۔مسلم امہ کے زوال کا باعث اجتہاد کا ترک کرنا تھا اور ہمارے ترقی نہ کرنے کی بھی یہی وجہ ہے۔فقہائے اربعہ نے دوسری صدی ہجری تک اجتہاد کیا۔آج کے دور میں اجتہاد پر پابندی ہے اور اجتہاد سے انکار کی وجہ سے ہماری تباہی ہو رہی ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں ہمارے عدالتی نظام، اس کے طریقہ کار، انصاف کی عدم فراہمی یا سست روی کا عمل دخل

حنا جیلانی (سابق چیئرپرسن، ایچ آر سی پی)

ہمارے معاشرے میں عدم رواداری کی صورت حال میں اضافہ تشویشناک ہے۔اگر آج پاکستان میں آزادی اظہار یا آزادی رائے کسی حد تک حاصل ہے تو یہ سول سوسائٹی اور انسانی حقوق کے متحرک محافظین کی وجہ سے ہے۔نظم و نسق کی خراب صورتحال اور جمہوری معاشرے میں انتہا پسندی اور عدم رواداری کی وجہ سے ہمارے تشخص کے مجروح ہونے کے باوجود یہ کہنا درست نہیں کہ ہمارے لوگ جمہوریت سے مستفید نہیں ہو رہے۔جموریت کا قتل ہی انتہا پسندی ہے۔قانون تبدیلی کا باعث نہیں بن سکتا جب تک ریاستی اقدامات قانون کے مطابق نہ ہوں۔قانون کے مطابق کسی کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانا جرم تھا مگر ضیاء دور میں ایسے قانون بنے جن کے مطابق ایک مذہب دوسرے عقائد سے ماوراء ٹھہرا اور اس کے خلاف کوئی بات نہیں ہو سکتی۔اس طرح مذہبی رواداری کو ختم کر دیا گیا۔تکنیکی طور پر قانونی مشکلات کی وجہ سے معاملات کو اس حد تک بڑھا دیا گیا ہے کہ ریاست میں سیاسی بات بھی برداشت سے باہر ہے۔ہمارے انسانی حقوق کے کئی محافظ اس لئے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ

تعلیم ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے ہم بچوں کو دنیا سے متعارف کرواتے ہیں۔تعلیم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ ہم دنیا میں کس کے ساتھ رہ رہے ہوتے ہیں اور کیوں رہ رہے ہوتے ہیں۔ہمارا نظام تعلیم سو سال پرانا ہے۔ہر دور میں ہمارا نظام تعلیم حکمرانوں کی خواہشات کے مطابق تبدیل ہوتا رہا ہے۔ضیاء الحق کے زمانے میں تعلیمی نصاب میں تبدیلی کی گئی۔تعلیم کے انحطاط کا یہ حال ہے کہ ہم تعلیمی لحاظ سے نیپال سے بھی نیچے چلے گئے ہیں۔

وہ ریاست کے لئے نا قابل برداشت تھے۔حال ہی میں سبین محمود کی باتیں نا پسند ہونے کی بنا پر اسے قتل کر دیا گیا۔عدم برداشت کے فروغ میں ریاستی اور غیر ریاستی عوامل برابر کے شریک ہیں۔ضابطہ فوجداری اور تعزیرات پاکستان میں شقیں موجود ہیں کہ ریاست فرقہ وارانہ اقدامات نہیں کر سکتی۔یہ سوچ لینا عبث ہے کہ قانون بن گیا تو خود بخود تبدیلی آجائے گی۔تبدیلی ریاستی ذہنیت کی تبدیلی کے بغیر نہیں آئے گی۔ہمارا معاشرہ عدم برداشت کا ہے اس کے لئے قانون کے ساتھ ریاست کی سوچ میں برداشت پیدا ہونا ضروری ہے۔

نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی اہمیت

ڈاکٹر انیس عالم (پروفیسر قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد)

پوری دنیا میں آزادی سمیت مختلف تحریکیں زیادہ تر اس وقت چلیں جب دنیا کے 83 فیصد رقبے پر استعماری قوتوں کا قبضہ تھا جنہوں نے اپنی اپنی سہولت کیلئے دنیا کے نقشے بنائے ہوئے تھے۔زیادہ تر تحریکیں سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف چلیں تا کہ ایسے نظام کا قیام ممکن ہو جس میں سب کو مساوی حقوق میسّر ہوں۔موجودہ دور میں سرمایہ داری کو بھول کر طبقاتی، فرقہ وارانہ اور نسلی امتیاز کے خلاف تحریکیں چل رہی ہیں حالانکہ آجکل سرمائے کی ریل پیل زیادہ ہونے سے بہت سے کروڑ پتی اور ارب پتی لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔دنیا میں مختلف عقائد کے لوگ آباد ہیں جن کی تعداد اربوں اور کروڑوں پر مشتمل ہے۔ہم حادثاتی طور پر کسی ثقافت، مذہب یا ملک میں جنم لیتے ہیں۔ہمیں اپنے عقائد سے محبت ہے مگر ہمیں دوسرے مذاہب کے لئے توقیر اور رواداری کا زیادہ مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔سو سال پہلے بین الاقوامی روابط بہت کم تھے مگر آج کے گلوبل ولیج میں ہم دوسرے ممالک کے لوگوں کے بارے بہت کچھ جانتے ہیں۔

تعلیم ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے ہم بچوں کو دنیا سے متعارف کرواتے ہیں۔تعلیم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ ہم دنیا میں کس کے ساتھ رہ رہے ہوتے ہیں اور کیوں رہ رہے ہوتے ہیں۔ہمارا نظام تعلیم سو سال پرانا ہے۔ہر دور میں ہمارا نظام تعلیم حکمرانوں کی خواہشات کے مطابق تبدیل ہوتا رہا ہے۔ضیاء الحق کے زمانے میں تعلیمی نصاب میں تبدیلی کی گئی۔تعلیم کے انحطاط کا یہ حال ہے کہ ہم تعلیمی لحاظ سے نیپال سے بھی نیچے چلے گئے ہیں۔پاکستان تعلیم کے معاملے میں بہت پیچھے ہے۔سرکاری نظام تعلیم میں بہت سے نقائص ہیں۔کم از کم ہائی سکول تک کے نظام تعلیم کو سدھارنا بہت ضروری ہے۔1950ء میں پاکستان کی 85 فیصد آبادی تعلیم سے محروم تھی اور 2010ء میں بھی 38 فیصد لوگ تعلیم سے محروم ہیں جو کہ فکر انگیز بات ہے۔موجودہ شرح خواندگی 54.9 فیصد ہے جو کہ بہت کم ہے۔ہمارے صرف پانچ فیصد بچے یونیورسٹی سطح کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔جن ممالک میں شرح خواندگی زیادہ ہوتی ہے ان کی مجموعی دولت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

70 کی دھائی تعلیمی مہارت حاصل کرنے کی دھائی تھی۔ہمارے ہاں 1971ء میں مطالعہ پاکستان کو لازمی مضمون قرار دے دیا گیا۔جہاد کے زمانے میں دینیات لازمی قرار پائی۔تعلیمی پالیسی میں تبدیلیاں کی گئیں۔پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری سے وہ سب کتابیں نکال لی گئیں جن میں انقلابی مضامین موجود ہونے کا احتمال تھا۔1989ء میں میٹرک کے سائنس کے نصاب میں مذہب سے متعلق تحریریں ٹھونس دی گئیں۔جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں نصاب میں تبدیلی کی کوشش کی گئی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔

کاری، کاروکہا اور مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 اپریل سے 24 مئی تک 22 افراد پر کاروکاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 13 خواتین اور 9 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
25 اپریل	منٹھار بھیو	مرد	۔	۔	عابد بھیو	بندوق	رشتے دار	گوٹھ گبرانی، شکار پور۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
25 اپریل	رحمت علی رند	مرد	26 برس	۔	وزیرلاشاری	بندوق	شوہر	گوٹھ حبیب رند، ست میل، نوابشاہ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
28 اپریل	رحمت سولنگی	خاتون	28 برس	شادی شدہ	وحید سولنگی	کلہاڑی	خاوند	خانواھن، نوشہرو فیروز۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
29 اپریل	نظیراں رند	خاتون	22 برس	شادی شدہ	ثناء اللہ رند	بندوق	خاوند	گوٹھ ماڑی جعفر، کندھ کوٹ، کشمور۔ سندھ	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
یکم مئی	وزیرلاشاری	مرد	۔	شادی شدہ	بختاور	بندوق	شوہر	ٹنڈوالہیار	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
03 مئی	راحیلہ جیہو	خاتون	18 برس	شادی شدہ	سونل جیہو	بندوق	خاوند	گوٹھ بڈھوجیہو، نیودیرو، لاڑکانہ۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
03 مئی	ہاشم زند	مرد	۔	شادی شدہ	۔	بندوق	۔	ڈیرہ مراد جمالی	۔	درج	۔	روزنامہ انتخاب
04 مئی	امینت چنو	خاتون	18 برس	۔	ستار چنو	گلا گھونٹ کر	کزن	گوٹھ پٹواری، خانپور مہر، گھوٹکی۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
04 مئی	دلشاد شیخ	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	بندوق	خاوند	گوٹھ بھنبھو شیخ، نوں دیرو، لاڑکانہ۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
08 مئی	پٹھانی شر	خاتون	22 برس	شادی شدہ	علی گوہر شر	بندوق	دیور	گوتھ دوست محمد پٹھان، کوٹ شاہو، خانپور	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
08 مئی	شریمتی راجبائی	خاتون	25 برس	شادی شدہ	پیاروا ووڈ	کلہاڑی	سسر	گوٹھ پاٹار، ڈھورونارو،	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
09 مئی	کونج چھینو	خاتون	25 برس	شادی شدہ	عاشق علی چھینو	بندوق	ماموں	گوٹھ جان محمد چھینو، اکری چودگی، خیر پور میرس	۔	۔	۔	روزنامہ کاوش
14 مئی	اینا کھکھرانی	خاتون	۔	شادی شدہ	غلام قادر کھکھرانی	بندوق	دیور	گوٹھ علی خان، ڈکھن، شکار پور۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
14 مئی	علی گوہر شر	مرد	۔	۔	غلام قادر کھلکھرانی	بندوق	دیور	گوٹھ علی خان، ڈکھن، شکار پور۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
14 مئی	اختیار شیخ	مرد	۔	۔	سلیم ودھیو	بندوق	پڑوسی	گوٹھ سومرانی ودھیو، گڑھی یاسین، شکار پور۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
15 مئی	س	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	۔	بندوق	باپ	نصیر آباد	۔	درج	۔	روزنامہ انتخاب
15 مئی	محمد اکبر	مرد	۔	شادی شدہ	۔	بندوق	۔	نصیر آباد	۔	درج	۔	روزنامہ انتخاب
15 مئی	محمد سلیم	مرد	۔	شادی شدہ	۔	بندوق	۔	نصیر آباد	۔	درج	۔	روزنامہ انتخاب
19 مئی	شازیہ لولائی	خاتون	16 برس	غیر شادی شدہ	صدام، منیر لولائی	بندوق	بھائی	گھوٹکی۔ سندھ	۔	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
21 مئی	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	بندوق	خاوند	گوٹھ مٹھو بھٹو، اوباوڑو، گھوٹکی۔ سندھ	۔	درج	۔	روزنامہ کاوش
21 مئی	ح	خاتون	۔	شادی شدہ	شہزاد	بندوق	خاوند	ڈیرہ اللہ یار	۔	درج	۔	روزنامہ انتخاب
21 مئی	نورالحق	مرد	۔	شادی شدہ	شہزاد	بندوق	۔	ڈیرہ اللہ یار	۔	درج	۔	روزنامہ انتخاب

اقلیتیں

ذکری فرقے کے روحانی عامل قتل

تربت 28اپریل کو ساکران کے علاقہ ہیٹو بھٹ کی معروف شخصیت اور ذکری فرقے کے روحانی عامل لیواری کو ایک مسلح شخص نے ان کے حجرے میں گھس کر فائرنگ کر کے قتل کر دیا اور ملزم فرار ہو گیا۔ تاہم بروقت اطلاع ملنے پر ساکران پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے ملزم کو گرفتار کر لیا۔

(نامہ نگار)

مشتعل ہجوم کی گرجا گھر کو نذرِ آتش کرنے کی کوشش

لاہور 25 مئی کو پولیس نے گلشن راوی سے ایک شخص کو مبینہ طور پر قرآن پاک کے اوراق نذرِ آتش کرنے کے الزام میں گرفتار کیا ہے۔ ہمایوں فیصل مسیح نامی اس شخص کے خلاف پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295-بی (جو قرآن پاک کی بے حرمتی وغیرہ سے متعلق ہے) کے تحت سید ذیشان کی جانب سے ایک مقدمہ درج کرایا گیا تھا۔ ملزم سنڈا کے علاقے دھوپ سرائے کا رہائشی ہے اور اس پر الزام ہے کہ اس نے مقدس اوراق سے بھرے ایک بکس کو نذر آتش کیا تھا۔ اس بات کے پھیلتے ہی لوگوں کی بڑی تعداد راوی روڈ پولیس اسٹیشن کے باہر اکھٹی ہونے شروع ہو گئی، جو مطالبہ کر رہے تھے کہ ملزم کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ پولیس نے اس ہجوم کو منتشر کر دیا، جو بعد میں ملزم کے گھر کے باہر اکھٹا ہو گیا، جہاں اس نے ایک گرجا گھر کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی۔ ڈی آئی جی آپریشنز ڈاکٹر حیدر اشرف اور دیگر پولیس اہلکاروں نے جب ہجوم کو منتشر کرنے کی کوشش کی تو ان میں سے کچھ شرپسندوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ ایک پولیس اہلکار نے ڈان کو بتایا کہ مشتعل ہجوم نے ایک گرجا گھر کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی لیکن پولیس نے صورتحال پر قابو پا لیا۔ پولیس نے ان حملہ آوروں کے خلاف بھی مقدمہ درج کر لیا ہے اور ان میں سے کچھ کی گرفتاری بھی عمل میں آئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ بکس گلشن راوی کے ایک پول پر نصب تھا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

جنسی تشدد کے بعد بچے کو قتل کر دیا

خیرپور میرس 19اپریل کو خیرپور کے گاؤں راضی گوٹھ میں ملزمان شعیب اور مظہر علی نے ایک چودہ سالہ بچے کو مبینہ طور پر جنسی تشدد کا نشانہ بنایا اور بعد ازاں قتل کر کے اس کی نعش کو ایک گڑھا کھود کر اس میں دفنا دیا۔ بچے کے والد عبدالحمید کا کہنا تھا کہ اس کا بچہ آٹھ دن سے گم ہو گیا تھا۔ آٹھ دن کے بعد شک ہونے پر جب ایک جگہ کھدائی کی گئی تو بچے کی نعش ملی جس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور اسے سر کے بل زمین میں دفنایا گیا تھا۔ انہیں شک ہے کہ اسے جنسی تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کیا گیا ہے۔ جس کی نعش کی پہچان اس کے کپڑوں سے کی گئی۔ پولیس نے مشکوک افراد کو گرفتار کر لیا ہے۔ تاہم مقدمہ درج نہیں ہو سکا۔ شعیب نامی ملزم نے پولیس کے سامنے وقوعہ کا اعتراف کر لیا ہے۔

(عبدالمنیم ابڑو)

بچے

چائلڈ لیبر پر قابو پایا جائے

فیصل آباد ایک اہم صنعتی مرکز ہونے کی وجہ سے فیصل آباد اور اس کے گردونواح میں مزدوری کرنے والے بچوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا نظر آ رہا ہے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے حسبِ معمول بے حسی کا مظاہرہ کرتے دیکھائی دیتے ہیں۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ فیصل آباد کے اعداد و شمار کے مطابق شہر میں تقریباً 80 ہزار بچے مختلف ہوٹلوں، کینٹینوں، ورکشاپوں اور فیکٹریوں سمیت دیگر جگہوں پر محنت مزدوری کرتے ہیں۔ لیبر ڈیپارٹمنٹ کے ضلعی افسر نے ایچ آر سی پی کے ضلعی کوآرڈی نیٹر کو بتایا کہ مزدور بچوں کی ایک بڑی تعداد ہوٹلوں، کینٹینوں اور اینٹیں بنانے والے بھٹوں پر کام کرتی ہے۔ بہت سے ہوٹل مالکان جان بوجھ کر چھوٹی عمر کے بچوں کو کام پہ رکھ لیتے ہیں۔ چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر بیورو فیصل آباد کے ڈسٹرکٹ آفیسر کے مطابق ہوٹلوں، ورکشاپوں اور دیگر جگہوں پر کام کرنے والے بہت سے مزدور بچے تشدد، مار پیٹ اور جنسی زیادتیوں کا شکار ہوتے ہیں۔

(میاں نوید)

کمسن بچے کو اغواء کر کے قتل کر دیا

سکھر 4اپریل کو دوسری جماعت کے طالب علم 8 سالہ زبیر مہر کو مسلح افراد نے اغواء کے بعد تشدد کر کے ہلاک کر دیا اور اس کی نعش دریائے سندھ میں پھینک دی۔ ایس ایس پی سکھر نے تحقیقاتی ٹیم تشکیل دی۔ میڈیکل رپورٹ کے مطابق بچے کو بہیمانہ تشدد کے بعد گلا گھونٹ کر قتل کیا گیا۔ حدود تھانہ سی سیکشن میں مقتول بچے کی والدکی مدعیت میں نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا ہے۔ جس میں موقف اختیار کیا گیا کہ نامعلوم مسلح افراد نے اس کے بچے زبیر کو اغواء کر کے گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا اور لاش دریا میں ڈبو دی۔ پولیس نے ملزمان کو گرفتار کر لیا ہے۔ ملزم محمد پنجل میرانی نے میڈیا کو بتایا کہ وہ بچے کے والد عبدالعزیز مہر سے سیاہ کاری کا بدلہ لینا چاہتا تھا جس کی وجہ سے اس نے ساتھیوں سلیم اور ماجد کے ہمراہ عبدالعزیز کو تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔ پولیس نے ایک اور ملزم ماجد لاڑک کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔

(شاکر جمالی)

13 سالہ بچہ علاج نہ ملنے پر جاں بحق

پاراچنار کرم ایجنسی کے علاقے جالندھر سے تعلق رکھنے والا تیرہ سالہ طالب علم اختیار حسین کے دونوں گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اختیار حسین کے والد نے بتایا کہ بیٹے کے علاج کے لئے انتہائی غربت کی حالت میں اپنی جمع پونجی خرچ کر ڈالی تاہم انتہائی غربت کے باعث اپنے بیٹے کا علاج جاری نہ رکھ سکا اور اس کا بیٹا زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد ابدی نیند سو گیا۔ اختیار حسین کے والد نے بتایا کہ انہوں نے بیٹے کے علاج میں مدد کے لیے مخیّر حضرات سے اپیل بھی کی تھی مگر کسی نے بھی ان کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ (نامہ نگار)

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 24 اپریل سے 11 مئی تک 67 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 50 خواتین شامل ہیں۔ 31 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 3 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
24اپریل	ـ	بچی	6برس	غیرشادی شدہ	منیب	اہل علاقہ	فورٹ عباس، بہاولنگر	درج	ـ	روزنامہ ڈان
24اپریل	ر	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	بابر شکیل	اہل علاقہ	محلّہ نیو پلاٹ، گوجرہ	درج	ـ	مشرق
24اپریل	ن	بچی	4برس	غیرشادی شدہ	ابرار	اہل علاقہ	پیرمحل	ـ	ـ	مشرق
24اپریل	ح	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	سیف، عدنان	اہل علاقہ	قلعہ ستارشاہ، فیروزوالا	درج	ـ	نوائے وقت
25اپریل	ش	بچی	12برس	غیرشادی شدہ	ـ	اہل علاقہ	لوئر مال، لاہور	درج	ـ	مشرق
26اپریل	ـ	مرد	22برس	غیرشادی شدہ	شفقت	اہل علاقہ	گجرات	ـ	ـ	جنگ
27اپریل	محمد کاشف	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	خضر	اہل علاقہ	موضع قادرواہ ڈنگی، وہاڑی	ـ	ـ	خبریں
27اپریل	ع	بچی	13برس	غیرشادی شدہ	شاہد	اہل علاقہ	چوہنگ، لاہور	درج	گرفتار	نوائے وقت
27اپریل	ط	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	اعظم	اہل علاقہ	تھانہ شاہ غریب، چیک امرو	ـ	ـ	نوائے وقت
27اپریل	م	خاتون	ـ	ـ	ندیم، آصف	اہل علاقہ	اوکاڑہ	ـ	ـ	نوائے وقت
27اپریل	ط	خاتون	ـ	ـ	امانت ڈوگر	اہل علاقہ	حجرہ شاہ مقیم	ـ	ـ	نوائے وقت
27اپریل	علی	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	ندیم، جگا	اہل علاقہ	فقیروالی	ـ	ـ	نوائے وقت
27اپریل	ز	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	غلام رسول	اہل علاقہ	بھائی پھیرو	درج	ـ	خبریں
27اپریل	ف	خاتون	ـ	ـ	ظفر عباس	اہل علاقہ	بستی لوہے شاہ، جھنگ	درج	ـ	نئی بات
27اپریل	ش	خاتون	ـ	شادی شدہ	خالد، رئیس	اہل علاقہ	پیرمحل، ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	ـ	نیوز
27اپریل	ص	خاتون	ـ	شادی شدہ	خالد رئیس	اہل علاقہ	پیرمحل، ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	ـ	نیوز
27اپریل	خ	بچی	13برس	غیرشادی شدہ	شکیل	اہل علاقہ	پکی کوٹلی، سیالکوٹ	ـ	ـ	خبریں
27اپریل	ک	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	خضر	اہل علاقہ	قادرواہ، وہاڑی	درج	ـ	روزنامہ جنگ
28اپریل	یوسف علی	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	اسماعیل	استاد	موضع تھہیم آباد، رحیم یارخان	درج	ـ	روزنامہ جنگ
28اپریل	ب	بچی	8برس	غیرشادی شدہ	مبشر	اہل علاقہ	چاہ بھنگو والا، مانگا نوالہ	ـ	ـ	نوائے وقت
28اپریل	ش	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	بلال	اہل علاقہ	کالا خطائی موڑ فیروزوالا	ـ	ـ	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
29اپریل	م	خاتون	-	شادی شدہ	عاطف، اکمل	اہل علاقہ	کنگنی والا، گوجرانوالہ	-	-	نوائے وقت
29اپریل	الف	خاتون	-	-	اشرف	اہل علاقہ	قصور	-	-	نوائے وقت
29اپریل	ص	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	نکاش، اعجاز	اہل علاقہ	گاؤں مڑھ بلوچاں، سانگلہ ہل	-	-	نوائے وقت
29اپریل	-	بچی	11برس	غیر شادی شدہ	ندیم، بلاول	اہل علاقہ	ڈیرہ اشرف پورہ، نارنگ منڈی	-	-	نوائے وقت
29اپریل	-	بچہ	7برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	تہیم آباد، خانپور، بہاولپور	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹریبون
29اپریل	-	بچہ	9برس	غیر شادی شدہ	-	اہل علاقہ	مدینہ ٹاؤن، کامونکی	درج	-	ایکسپریس ٹریبون
29اپریل	محمد اقبال مغل	مرد	15برس	غیر شادی شدہ	شکیل منگی، ساجد قریشی	اہل علاقہ	سکھر، سندھ	درج	-	روزنامہ کاوش
30اپریل	ثناءاللہ	مرد	-	غیر شادی شدہ	عمران	اہل علاقہ	گبول، رحیم یار خان	درج	-	روزنامہ جنگ
یکم مئی	الف	بچی	8برس	غیر شادی شدہ	واجد علی	اہل علاقہ	عبدو لکھی، شکارپور، سندھ	-	-	روزنامہ کاوش
یکم مئی	شاہ زیب	بچہ	-	غیر شادی شدہ	عدنان	اہل علاقہ	شرقپور خورد، فیروز والا	-	-	نوائے وقت
یکم مئی	شبیر	مرد	-	-	عبدالغفار، عبدالستار	-	تھانہ صدر، بہاولپور	درج	-	شیخ مقبول حسین
یکم مئی	س	بچی	13برس	غیر شادی شدہ	شکیل	اہل علاقہ	چک 100 ج ب، نشاط آباد، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم مئی	ک	بچی	12برس	غیر شادی شدہ	شکیل	اہل علاقہ	چک 100 ج ب، نشاط آباد، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم مئی	ک	بچی	13برس	غیر شادی شدہ	خالد	اہل علاقہ	محلّہ ایوب ریسرچ، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم مئی	ن	بچی	11برس	غیر شادی شدہ	خالد	اہل علاقہ	محلّہ ایوب ریسرچ، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم مئی	ش	خاتون	-	-	سلمان	اہل علاقہ	مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
یکم مئی	ص	خاتون	-	-	شفیق	اہل علاقہ	قصبہ دیوان سنگھ، اوکاڑہ	-	-	نوائے وقت
یکم مئی	-	خاتون	-	-	غضنفر	اہل علاقہ	چک 187 ای بی، بورے والا	درج	-	ایکسپریس
2مئی	محمد شبیر	مرد	17برس	غیر شادی شدہ	عبدالغفار	اہل علاقہ	بہاولپور	-	-	نیوز
3مئی	محمد سیف اللہ	بچہ	12برس	غیر شادی شدہ	محمد اقبال	اہل علاقہ	پتوکی	درج	-	خبریں
3مئی	س ب	خاتون	-	-	قاسم	اہل علاقہ	5/1 اے ایل، ساہیوال	درج	-	خبریں
3مئی	ص	خاتون	14برس	غیر شادی شدہ	رانا عباد اللہ، رانا عثمان	اہل علاقہ	گاؤں نتھے جاگیر، بھائی پھیرو	درج	-	خبریں
4مئی	ن	خاتون	-	شادی شدہ	علی	اہل علاقہ	گلبہار کالونی، فیصل آباد	-	-	خبریں

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
4مئی	ر	خاتون	۔	۔	محمد اقبال	اہل علاقہ	چک 64ای بی، پاکپتن	درج	۔	خبریں
4مئی	ص	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	عبداللہ	اہل علاقہ	دینا ناتھ، پھولنگر	درج	۔	ایکسپریس
4مئی	۔	بچی	9برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	چک 287ای بی، بورے والا	درج	۔	دنیا
5مئی	ن	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	قاسم	اہل علاقہ	محلّہ گرین ٹاؤن، عاف والا	۔	۔	ایکسپریس
5مئی	علی رضا	بچہ	11برس	غیر شادی شدہ	اسحاق، محمد علی	اہل علاقہ	پنوعاقل، سکھر، سندھ	۔	۔	روزنامہ کاوش
6مئی	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	گاؤں پہلول پور، حجرہ شاہ مقیم	درج	۔	ایکسپریس
7مئی	م	بچی	9برس	غیر شادی شدہ	ساجد	اہل علاقہ	قصبہ جنڈیالہ شیر خان، شیخوپورہ	۔	۔	نوائے وقت
7مئی	پ	خاتون	۔	شادی شدہ	ایوب	اہل علاقہ	قصبہ 54/2ایل، اوکاڑہ	۔	۔	نوائے وقت
7مئی	الف	خاتون	۔	۔	حسن	اہل علاقہ	چک 50جی ڈی، ساہیوال	۔	۔	نوائے وقت
8مئی	الف	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	اسلم	اہل علاقہ	جھنگ	درج	۔	نئی بات
8مئی	ن	خاتون	۔	۔	خالد	اہل علاقہ	حبیب آباد، پتوکی	۔	۔	نوائے وقت
8مئی	ث	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	میرم آباد، شیخوپورہ	۔	۔	نوائے وقت
8مئی	ش	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	عمر حیات	اہل علاقہ	گاؤں نورھا، شاہکوٹ	۔	۔	نوائے وقت
8مئی	س	بچی	12برس	غیر شادی شدہ	امتیاز بھٹی	۔	خانیوال	درج	۔	روزنامہ جنگ
8مئی	ص	بچی	۔	غیر شادی شدہ	محمد حسین	۔	شجاع آباد	درج	۔	روزنامہ جنگ
8مئی	س	بچی	12برس	غیر شادی شدہ	مدنی	۔	رحیم یار خان	درج	۔	روزنامہ جنگ
8مئی	س	بچی	4برس	غیر شادی شدہ	ریاض احمد	۔	رحیم یار خان	درج	۔	روزنامہ جنگ
9مئی	ع	خاتون	15برس	غیر شادی شدہ	اسحاق، محمد علی شیخ	اہل علاقہ	پنوعاقل، سکھر، سندھ	درج	۔	روزنامہ کاوش
10مئی	فرحان	مرد	18برس	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	محلّہ چوکی، سکھیکی	۔	۔	نوائے وقت
11مئی	شاہد	مرد	15برس	غیر شادی شدہ	جاوید	اہل علاقہ	چک 11کے بی، پاکپتن	۔	۔	ایکسپریس
11مئی	ش	خاتون	۔	۔	چودھری ارشد	اہل علاقہ	ساہیوال	درج	گرفتار	نوائے وقت
11مئی	الف	خاتون	۔	۔	کاشف	اہل علاقہ	علینا سنٹر، گجرات	درج	۔	خبریں
11مئی	ع	خاتون	۔	۔	کاشف	اہل علاقہ	علینا سنٹر، گجرات	درج	۔	خبریں

سانحہ نلتر

گلگت گلگت بلتستان کی وادی نلتر میں ہونے والا المناک ہیلی کاپٹر حادثہ پاکستان کی سفارتی برادری کے لیے بھی ایک المیہ ہے۔اس حادثے میں ناروے اور فلپائن کے سفیروں اور ملائشیا اور انڈونیشیا کے سفارت کاروں کی بیویوں کے علاوہ پاک ہیلی کاپٹر کے تین افراد (بشمول دو پائلٹ) جاں بحق ہوئے۔علاوہ ازیں واقعے میں ہیلی کاپٹروں میں موجود درجن کے قریب مسافروں کے علاوہ کئی سفارت کار شدید زخمی ہوئے۔اعتماد کی بحالی کے لیے کی جانے والی یہ مشق ایک خوفناک سانحے میں تبدیل ہوگئی۔اس سفر کا مقصد خارجہ اور فوج کی جانب قدرتی مناظر سے مالا مال شمالی علاقہ جات اور ان کی سیاحتی صلاحیت کو نمایاں کرنا تھا۔البتہ اس آفت کے دوران پہلے سے کہیں زیادہ جرأت کا مظاہرہ کیا گیا۔بین الاقوامی برادری، بالخصوص وہ ممالک جن کے سفیر اس حادثے میں متاثرہ ہوئے، نے 8 مئی کو ہونے والے سانحے پر جس وقار اور رنج کے ساتھ اپنے ردعمل کا اظہار کیا وہ قابل توجہ ہے: مشکلات میں گھری ہوئی اس قوم کے بین الاقوامی برادری میں کئی دوست ہیں جو اس کے خیر خواہ ہیں، ایک ایسی حقیقت جو بعض اوقات جغرافیائی سیاست میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔پاکستان کے لیے اب بھی ایسے لاتعداد سوالات باقی ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے۔کسی سانحے کے بعد ایسے سوالات اٹھنا ایک قدرتی امر ہے لیکن ان میں پریشان کن طور پر مماثلت پائی جاتی ہے۔پہلی بات یہ کہ اس کے باوجود یہ بات تسلی بخش تھی کہ فوج اور دفتر خارجہ نے ایک دوسرے کے ساتھ مکمل اور متاثرہ غیر ملکی وفود کے ساتھ ہمدردانہ طریقے سے تعاون کیا۔حکام نے حادثے کے مقام سے خبروں کو فوری طور پر منظر عام پر لانے میں بھی اہم کردار ادا کیا، جس سے اس تاثر کا خاتمہ ہو گیا کہ ہیلی کاپٹر کو کالعدم تحریک طالبان نے نشانہ بنایا تھا۔موجودہ دور میں بڑے حادثات یا نامور شخصیات کی موت پر جلد ہی قیاس آرائیاں شروع ہو جاتی ہیں، لہٰذا ان کا ابتدا میں ہی خاتمہ ضروری تھا۔البتہ طالبان کے پراپیگنڈا کو غلط ثابت کرنے کی کوشش میں شاید حکام ایک حد سے تجاوز کر گئے۔فضائی حادثات سے متعلق دنیا کی تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے کہ فوری اور حتمی طور پر کسی حادثے کے سبب کی نشاندہی کرنا تقریباً ناممکن ہے، اس بات سے قطع نظر کہ جائے حادثہ پر کتنے عینی شاہدین موجود تھے یا بچ جانے والے افراد کی تعداد کتنی تھی۔کسی تکنیکی خرابی کا دعویٰ کرنا، جیسا کہ کئی حکام نے 8 مئی کو کیا، حادثے کا سبب پہلے سے طے کر دینے کے مترادف ہے۔اس حادثے کی اصل وجوہات پاکستان ایئر فورس کی تحقیقات کے بعد ہی سامنے آئیں گی۔یہ وہ مرحلہ ہے جب ریاست کی رازداری کو ترجیح دینے کی روش کی مزاحمت کی جانی چاہئے۔اس فضائی حادثے سے متاثرہ ممالک کے خاندانوں اور حکومتوں کی طرح عوام بھی مکمل حقائق جاننے کا حق رکھتے ہیں۔پاکستان میں شاذ و نادر ہی کسی وقوعے کی تحقیقات کے بعد حقائق کو منظر عام پر لایا جاتا ہے۔یہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے نظام کو بہتر بنایا جا سکتا ہے، اور اگر ضروری ہو تو ذمہ داروں کا احتساب کیا جا سکتا ہے۔سات افراد جاں بحق ہو چکے ہیں، ایک انوکھا اور سنگین حادثہ پیش آیا ہے جس کے سفارتی اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں، واقعے کی ذمہ داری قبول کرنے سے متعلق جھوٹے دعوے کیے جا چکے ہیں، اور اس حادثے میں فوجی فضائیہ بھی شامل ہے۔یہ بجا طور پر ایک ایسی صورتحال ہے جس میں ریاست کو شفافیت کے نئے معیار قائم کرنے چاہئیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

سیاسی رہنماء کے بھائی کا قتل

کراچی کراچی کے علاقے لیاری میں 2 مئی کو پیپلز پارٹی کے صوبائی وزیر جاوید ناگوری کے ڈیرے پر نامعلوم افراد کے دستی بم حملے اور فائرنگ کے نتیجے میں زخمی ہونے والے ان کے بھائی اکبر ناگوری دوران علاج ہسپتال میں دم توڑ گئے۔واقعہ لیاری کے علاقے کھڈا مارکیٹ میں پیش آیا جہاں پیپلز پارٹی کے رہنما اور صوبائی وزیر جاوید ناگوری کے دفتر پر نامعلوم افراد نے فائرنگ کی اور دستی بم سے حملہ کیا جبکہ ملزمان اور محافظوں کے درمیان کچھ دیر تک فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوا۔نامعلوم افراد کے حملے میں صوبائی وزیر کے بھائی اکبر ناگوری اور محافظوں سمیت 6 افراد زخمی ہوئے تھے۔جنہیں فوری طور پر ہسپتال منتقل کیا گیا جہاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے صوبائی وزیر کے بھائی اکبر ناگوری ہلاک ہو گئے۔ڈاکٹروں کے مطابق دیگر 5 زخمیوں کی حالت خطرے سے باہر ہے۔واقعے کے بعد پولیس کی بھاری نفری نے لیاری کے مختلف علاقوں کے خارجی اور داخلی راستے بند کر کے حملہ آوروں کی گرفتاری کے لئے سرچ آپریشن کا آغاز کر دیا۔دوسری جانب ڈی آئی جی ساؤتھ ڈاکٹر جمیل نے حملے کو لیاری گینگ وار کے خلاف کارروائیوں کا ردعمل قرار دیا ہے۔انھوں نے کہا کہ 30 دن میں لیاری گینگ وار کے 32 کارندوں کو گرفتار اور گزشتہ روز لیاری لیاقت کالونی سے بڑی تعداد میں اسلحہ بھی پکڑا گیا تھا۔وزیر اعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ نے آئی جی سے واقعے کی رپورٹ طلب کر لی ہے۔

(نامہ نگار)

امن کمیٹی کے سربراہ سمیت پانچ افراد جاں بحق

ماموند/باجوڑ ایجنسی باجوڑ ایجنسی کے ضلع ماموند میں ایک ریموٹ کنٹرول بم دھماکے میں امن کمیٹی کے سربراہ سمیت پانچ افراد جاں بحق ہو گئے۔تفصیلات کے مطابق 11 مئی کو حملہ آوروں نے امن کمیٹی کے سربراہ محمد جان کو ضلع کے علاقے زگائی میں نشانہ بنایا۔دھماکے کے نتیجے میں ان کی کار مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔سیکورٹی فورسز نے علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن شروع کر دیا۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

دھماکے میں قبائلی رہنما سمیت پانچ افراد ہلاک

باجوڑ باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند میں 11 مئی کو ریموٹ کنٹرول بم دھماکے کے نتیجے میں قبائلی رہنما سمیت پانچ افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔باجوڑ ایجنسی میں پولیٹکل ایجنٹ کے دفتر میں ڈیوٹی پر موجود اہلکار نے بتایا کہ 11 مئی کی صبح ساڑھے سات بجے پیش آنے والے اس واقعے میں قبائلی سردار کی گاڑی کو تحصیل ماموند میں نشانہ بنایا گیا۔انھوں نے بتایا کہ ریموٹ کنٹرول بم کو سڑک کے کنارے نصب کیا گیا تھا اور حادثے میں گاڑی میں سوار قبائلی رہنما ملک محمد جان سمیت پانچوں افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔سرکاری ٹی وی کے مطابق علاقے میں سکیورٹی فورسز کا سرچ آپریشن جاری ہے۔خیال رہے کہ باجوڑ ایجنسی کا شمار فاٹا کے ان علاقوں میں ہوتا ہے جہاں سکولوں، سکیورٹی فورسز اور پولیو سے بچاؤ مہم کی ٹیموں پر متعدد حملے کیے جا چکے ہیں۔ایجنسی کے مختلف مقامات پر سکیورٹی فورسز اور طالبان مخالف لشکر کے رضا کاروں اور امن جرگوں کے ممبران کو بھی نشانہ بنایا جاتا رہا ہے۔

(نامہ نگار)

عاصمہ جہانگیر ایوارڈ کی تقریب

لاہور 30اپریل2015ءکوفارمن کرسچن کالج (ایف سی کالج) کے ایڈوانسمنٹ آفس میں عاصمہ جہانگیر ایوارڈ کی تقریب منعقد کی گئی۔ ایف سی کالج کی جانب سے 6 مئی کو جاری ہونے والی ایک پریس ریلیز کے مطابق اس ایوارڈ کا تصور انسانی حقوق کی معروف کارکن عاصمہ جہانگیر نے پیش کیا تھا۔ اس ایوارڈ کا مقصد ایف سی کالج کے طلباء کو انسانی حقوق اور اس بات کی آگہی دینا تھا کہ بطور پاکستانی شہری انسانی حقوق سے ان کی کیا مناسبت ہے۔ اس مقابلے میں 35 انڈر اور پوسٹ گریجوایٹ طلباء نے شرکت کی۔ ایف سی کالج شعبہ سیاسیات کے چیئر پرسن ڈاکٹر محمد یونس، شعبہ انگریزی کی چیئر پرسن ڈاکٹر نُخباہ لنگاہ، شعبہ انگریزی کے اساتذہ محمد عبداللہ اور محترمہ رابعہ واصف، شعبہ سیاسیات کے اساتذہ ڈاکٹر ریان بریشر اور محترمہ منیزہ مرزا پر مشتمل ججوں کے پینل نے ان طلباء میں سے آٹھ طلباء کا انتخاب کیا۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ہارون ایلیز رکو فاتح قرار دیا۔ ایچ آر سی پی اور عاصمہ جہانگیر کی نمائندگی معروف صحافی، میڈیا تاریخ دان اور بیکن ہاؤس نیشنل یونیوسٹی (بی این یو) میں سکول آف میڈیا اینڈ ماس کمیونیکیشن کے ڈین ڈاکٹر مہدی حسن کر رہے تھے۔ ڈاکٹر مہدی حسن اور ایف سی کالج کے نائب ناظم ڈاکٹر جوزف جونز نے فاتح طالب علم کو ایک لاکھ روپے کا چیک پیش کیا۔ اس موقع پر ایف سی کالج کے پوسٹ گریجوایٹ سٹڈیز کی ڈین ڈاکٹر عبداللہ ملک اور جناب عتیق الرحمان بھی موجود تھے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ دی نیوز)

ایک اور سیاسی رہنما کی ٹارگٹ کلنگ

سوات وادی سوات کے علاقے قمبر میں اتوار کی شب پیپلز پارٹی کے مقامی رہنما اکبر علی نا چار کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ سوات کے علاقے میں گذشتہ چھ ماہ کے عرصے میں پاکستان پیپلز پارٹی کے تین مقامی رہنماؤں کو فائرنگ کر کے ہلاک کیا جا چکا ہے۔ اکبر علی اس مرتبہ ڈسٹرکٹ کونسل کے انتخاب میں آزاد حیثیت سے حصہ لے رہے تھے۔ اکبر علی پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ضلعی صدر بھی رہ چکے تھے۔ کالعدم تنظیم تحریک طالبان پاکستان کے ترجمان نے ان پر حملے کی ذمہ داری اپنی تنظیم کی جانب سے قبول کی تھی۔ سوات کے ضلعی پولیس افسر سلیم مروت نے بتایا کہ یہ واقعات ٹارگٹ کلنگ کے ہیں اور پولیس اس بارے میں تفتیش کر رہی ہے۔ اس سے پہلے پیپلز پارٹی کے دو اہم رہنماؤں اور سگے بھائیوں کو بھی اسی علاقے میں فائرنگ کر کے ہلاک کیا گیا تھا۔ 6 اپریل کو سکندر حیات کو قمبر کے علاقے میں اس وقت ہلاک کر دیا گیا تھا جب وہ عشا کی نماز کے بعد گھر جا رہے تھے۔ ان کے بھائی فضل حیات کو گذشتہ سال نومبر میں عشا کی نماز کے بعد اسی علاقے قمبر میں فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا تھا۔ فضل حیات سینیئر سیاستدان تھے اور وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر انتخابات میں بھی حصہ لے چکے تھے۔ مقامی صحافیوں نے بتایا کہ فضل حیات کو دیگر سیاسی جماعتوں نے بھی انتخابات میں حصہ لینے کے لیے اپنی پارٹی کے ٹکٹ دینے کی پیشکش کی تھی لیکن انھوں نے پیپلز پارٹی سے اپنی وابستگی کی بنیاد پر پیشکش ٹھکرا دی تھی۔ پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کے ایک ہی علاقے اور ایک ہی وقت پر ہلاکت کے حوالے سے مختلف سوال اٹھائے جا رہے ہیں۔ ایسی اطلاعات بھی ہیں کہ پولیس ان واقعات کی مختلف زاویوں سے تحقیقات کر رہی ہے۔ اسی طرح چند روز پہلے قبائلی علاقے باجوڑ سے تعلق رکھنے والے پیپلز پارٹی کے رہنما اور سابق رکن قومی اسمبلی اخوانزادہ چٹان پر بھی نامعلوم افراد نے اس وقت حملہ کیا تھا جب وہ بھائی کے ساتھ باجوڑ سے جا رہے تھے۔ اس حملے میں وہ محفوظ رہے تھے۔ اسی طرح چند روز پہلے قومی وطن پارٹی کے سربراہ آفتاب احمد خان شیرپاؤ کے قافلے پر بھی حملہ کیا گیا تھا جب وہ چارسدہ سے پشاور آ رہے تھے۔ اس حملے میں ایک پولیس اہلکار ہلاک اور ایک زخمی ہو گیا تھا۔ خیبر پختونخوا میں عوامی نیشنل پارٹی کے دور میں سیاسی رہنماؤں پر حملوں میں شدت آئی تھی جب بقول اے این پی کے رہنماؤں کے ان کے سینکڑوں کارکنوں اور رہنماؤں کو ہلاک کیا گیا ہے۔ تحریک انصاف سے تعلق رکھنے والے اراکین اسمبلی اور وزراء بھی ان حملوں کا نشانہ بنے ہیں۔ صوبے میں اگرچہ تشدد کے واقعات میں کمی آئی ہے لیکن سیاسی رہنماؤں پر حملوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

(نامہ نگار)

پاکستان میں مذہبی آزادی کی بدترین صورتحال

اسلام آباد ''امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی'' کی حالیہ رپورٹ میں یہ نشاندہی کی گئی ہے کہ پاکستان بھی دنیا کے ان ملکوں میں شامل ہے، جہاں مذہبی آزادی کے حوالے سے بدترین صورتحال موجود ہے۔ تاہم اب تک امریکا نے پاکستان کو خصوصی تشویش کا حامل ملک قرار نہیں دیا۔ واضح رہے کہ ایسا درجہ دینے کی صورت میں پاکستان پر اقتصادی پابندیاں عائد ہو سکتی تھیں۔ مذکورہ کمیشن نے تو اپنی رپورٹ میں ایک مرتبہ پھر پاکستان کو مذہبی آزادی کے بین الاقوامی ایکٹ (آئی آر ایف اے) کے تحت ''خصوصی تشویش کا حامل ملک'' کا درجہ دینے کی سفارش کی ہے۔ یہ کمیشن 2002ء سے ہر سال اس طرح کی سفارشات تیار کر رہا ہے۔ امریکی رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ توہین مذہب کے قوانین ''مذہبی اقلیتی برادریوں کے افراد اور اختلافِ رائے رکھنے والے مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں۔'' شیعہ برادری پر رپورٹ میں شامل ایک حصے میں بیان کیا گیا ہے کہ 2014ء کے دوران عسکریت پسندوں اور دہشت گرد تنظیموں نے مذہبی جلوسوں اور مساجد کے ساتھ ساتھ سماجی اجتماع کے مقامات کو نشانہ بنانے کا سلسلہ بے خوفی کے ساتھ جاری رکھا۔ رپورٹ میں الزام عائد کیا گیا ہے کہ پولیس اگر اس موقع پر موجود بھی ہوتی ہے تو وہ حملہ آوروں کو لوگوں کو ہلاک کرنے سے روکنے میں ناکام رہتی ہے، اور حکومت نے شیعہ برادری کے افراد کو متواتر نشانہ بنانے والے گروہوں کے خلاف کارروائی نہیں کی ہے۔ اس کے مطابق حکومت نے لشکر جھنگوی کے رہنما کے خلاف کامیاب قانونی کارروائی نہیں کی، جنہیں مبینہ طور پر ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اکثر رہا کر دیا گیا۔ رپورٹ میں مسیحی اور ہندو لڑکیوں اور نوجوان خواتین کو جبری طور پر اسلام قبول کروانے اور ان کو شادی پر مجبور کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ (انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

فرقہ وارانہ حملے میں ایک شخص جاں بحق

ڈیرہ اسماعیل خان 27اپریل کو پیپل منڈی کے علاقے میں بظاہر ایک فرقہ وارانہ حملے کے نتیجے میں ایک مقامی تاجر جاں بحق ہو گیا۔ مقتول کے رشتہ داروں کا کہنا ہے کہ سردار عابد حسن قزلباش ولد حسن علی قزلباش محلّہ ماروبیہا میں واقع اپنے گھر جا رہا تھا کہ پیپل منڈی کے علاقے میں نامعلوم مسلح افراد نے اس پر فائرنگ کر دی۔ وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

آئی ڈی پیز کو اندراج کے حوالے سے مشکلات کا سامنا

باڑا/خیبر ایجنسی خیبر ایجنسی کی تحصیل باڑا کے متعدد قبائل سے تعلق رکھنے والے آئی ڈی پیز کو اکاخیل کے علاقے ملوارد میں اندراج کے دوران مشکلات کا سامنا ہے۔ ان خیالات کا اظہار کئی متاثرین نے 10 مئی کو کیا۔ اکاخیل قبیلے کے اندراج کا عمل مکمل ہونے کے بعد فاٹا ڈیزاسٹر مینجمنٹ اتھارٹی (ایف ڈی ایم اے) نے چند روز پہلے علاقے کے دیگر قبائل کے اندراج کا عمل شروع کیا۔ تاہم اکاخیل قبیلے کے ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ ان کے تقریباً تین ہزار خاندانوں کا ابھی تک اندراج نہیں ہو سکا۔ ملوارد رجسٹریشن پوائنٹ پر ایک ڈرائیور محمد خان نے بتایا کہ یہ تیسرا دن ہے کہ میں یہاں اندراج کے لیے آیا لیکن متاثرہ افراد کے لیے مناسب انتظامات کرنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ اس کا مزید کہنا تھا کہ انتظامیہ نے جھلسا دینے والی گرمی میں ٹوکن وصول کرنے والے لوگوں کے لیے مناسب انتظامات نہیں کیے۔ اس نے بتایا کہ تین گھنٹے انتظار کرنے کے بعد جب وہ رجسٹریشن کاؤنٹر پر پہنچا تو ایک اہلکار نے اسے ایک قبائلی کو ساتھ لانے اور جائیداد کی دستاویزات پیش کرنے کو کہا۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

پاکستان میں بڑھتا ہوا فرقہ وارانہ تشدد

اسلام آباد اسلام آباد میں ایک بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیم کی تازہ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں گذشتہ چند برسوں میں فرقہ ورانہ تشدد میں شیعہ برادری کے جانی نقصان میں اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس کی بڑی وجہ پاکستان کی سیاسی طور پر سعودی عرب اور خلیج ممالک کی عرب ریاستوں سے قربت کا نتیجہ ہے۔ ڈویلپمنٹ آلٹرنیٹو انٹرنیشنل نامی غیر سرکاری تنظیم کے زیر انتظام چلنے والے آواز پروگرام کی جانب سے 'پاکستان میں شیعہ سنی تصادم اور کمیونٹی سطح پر حل' کے عنوان سے ایک جامع تحقیقی رپورٹ جاری کی گئی ہے۔ یہ پروگرام برطانیہ کے ادارے ڈیپارٹمنٹ فار انٹرنیشنل ڈویلپمنٹ کی طرف سے لاگو کیا گیا ہے۔ یہ رپورٹ صوبہ پنجاب کے شہر راولپنڈی اور ڈیرہ غازی خان جبکہ خیبر پختونخواہ کے ڈیرہ اسماعیل خان میں شیعہ اور سنی مسلک کے افراد سے تفصیلی انٹرویوز اور بحث مباحثے کے بعد تیار کی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق سنہ 2007 سے لیکر اب تک پورے پاکستان میں فرقہ وارانہ حملوں میں 3,800 سے زائد افراد مارے جا چکے ہیں جس میں اکثریت شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والے افراد کی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ راولپنڈی، ڈی جی خان اور ڈی آئی خان کا اس لیے انتخاب کیا گیا ہے کہ ان اضلاع میں گذشتہ برسوں میں فرقہ وارانہ فسادات اور حملے ہو چکے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ میں گیارہ ستمبر کو ہونے والے حملوں کے بعد شدت پسند تنظیموں کے نیٹ ورک میں اضافہ ہوا اور پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے علاقوں میں طالبان اور القاعدہ جیسی تنظیموں نے اپنی جڑیں مضبوط کیں جس کے بعد پاکستان میں حملوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ رپورٹ کے مطابق سنہ 2007 سے لیکر اب تک پورے پاکستان میں فرقہ وارانہ حملوں میں 3,800 سے زائد افراد مارے جا چکے ہیں جس میں اکثریت شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والے افراد کی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ شیعہ اور سنیوں درمیان ہونے والے اس تصادم نے اب نئی صورت اختیار کر لی ہے جس میں ایک دوسرے کے رہنماوں کے قتل اور بم دھماکوں میں اضافہ ہوا ہے اور شیعہ برادری کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا ہے۔ رپورٹ نے تجویز دی ہے کہ شیعہ اور سنی مسلک کے افراد کے مابین ہونے والے تصادم کو ختم کرنے کیلیے ضلعی سطح پر ایک مربوط حکمت عملی بنانے کی اشد ضرورت ہے جس میں خواتین کی شراکت اور حکومت کے کردار کو یقینی بنایا جائے۔ رپورٹ کے مطابق ضلعی امن کمیٹیاں قائم کی جائیں جس میں شیعہ اور سنی دونوں مسالک کے افراد کو شامل کیا جائے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ضلعی امن کمیٹیوں کو مساجد کے لاؤڈ سپیکر کے غلط استعمال کو روکنے کا اختیار بھی ہو۔ اس سے پہلے آواز پروگرام کے سربراہ حارث خلیق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام نے عام لوگوں کیلیے ایک ایسا پلیٹ فارم متعارف کروایا جس پر وہ کھل کر اپنی بات کر سکتے ہیں اور مسائل کے حل کے لیے اپنی تجاویز بھی دیتے رہتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ پانچ سالہ پروگرام ہے جو 2015 میں شروع ہوا تھا اور پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے 45 اضلاع میں کام کر رہا ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

اغواء کر کے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا

چاغی 13 مئی کی شب مری قبیلے سے تعلق رکھنے والے اللہ داد مری کو ایک مرتبہ پھر دالبندین سے اغوا کر لیا گیا۔ ان کے اہل خانہ کے مطابق انھیں سادہ کپڑوں میں ملبوس مسلح افراد نے کلی قاسم خان دالبندین سے اغوا کیا۔ مغوی کے لواحقین کے مطابق وہ 13 مئی کی شب حاجی ولی نامی شخص کے گھر گئے تھے جہاں سے انھیں اور ان کے کمسن بیٹے فہیم احمد کو اغوا کیا گیا اور بعد ازاں رات کی تاریکی میں ان کے بیٹے کو چھوڑ دیا گیا۔ فہیم احمد نے بتایا کہ مسلح افراد نے ان کے والد اللہ داد مری کے ہاتھ پشت پر باندھ کر ان کے چہرے پر پٹی ڈالی اور ان پر تشدد کرتے ہوئے گاڑی میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے جن کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ تاہم ان کے لواحقین نے واقعے کی رپورٹ درج کرانے کے لئے متعلقہ پولیس تھانے میں درخواست دے دی ہے جس میں اغوا کی مقدمے میں حاجی ولی نامی شخص کو بھی نامزد کیا گیا جو اس واقعے کے بعد فرار ہو چکا ہے۔ ان کے خاندانی ذرائع نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ داد مری یا ان کے خاندان کا کسی بھی سیاسی جماعت، کالعدم تنظیم یا کسی مسلح گروپ سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ ان کے مطابق 2006 میں بھی اللہ داد مری کو دالبندین سے اغوا کر کے لاپتہ کیا گیا جن پر بعد ازاں سیکیورٹی فورسز نے اسلحہ برآمدگی کا الزام عائد کرتے ہوئے ان کی گرفتاری مستونگ سے ظاہر کی لیکن بلوچستان ہائی کورٹ نے انصاف فراہم کرتے ہوئے انھیں باعزت بری کر دیا تھا۔ انہوں نے حکام بالا، انسانی حقوق کی تنظیموں اور دیگر متعلقہ حکام سے اپیل کی کہ وہ اللہ داد مری کی گرفتاری کا نوٹس لیتے ہوئے ان کی بحفاظت بازیابی کے لیئے اپنا کردار ادا کریں۔

(علی رضا)

دو افراد کی نعشیں برآمد

ڈیرہ اسماعیل خان 27 اپریل کو جنوبی وزیرستان ایجنسی کے علاقے وانا کی تحصیل برمل کے مختلف علاقوں سے دو افراد کی نعشیں برآمد ہوئیں۔ پولیٹیکل انتظامیہ کے اہلکار کا کہنا ہے کہ نواز خان اور احمد اللہ کی نعشیں بالترتیب کلوشا اور راغازئی سے برآمد ہوئیں۔ انہوں نے مزید بتایا کہ دونوں مقتولین کا تعلق زالی خیل قبیلے سے تھا اور انہیں 26 اور 27 اپریل کی درمیانی شب کو قتل کیا گیا۔ دریں اثناء ایک اور واقعے میں ڈی آئی خان بائی پاس روڈ پر ایک مقامی شخص کے ساتھ ہونے والے جھگڑے میں ایک پولیس کانسٹیبل زخمی ہو گیا۔ شیر زمان نے ایک موٹر سائیکل سوار شاہ وزیر کو روکا اور اس کی شناخت دریافت کی، جس کے بعد وزیر نے مبینہ طور پر پولیس اہلکار پر حملہ کر دیا اور اس سے اسلحہ چھیننے کی کوشش کی۔ اسے گرفتار کر کے اس کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی گئی تھی۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق **20** اپریل سے **24** مئی تک تک کے دوران ملک بھر میں **180** افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں **65** خواتین شامل تھیں۔ **26** مارچ سے **24** مئی تک عرصہ کے دوران **75** افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں **28** خواتین شامل ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں **91** افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آ کر اور **14** نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں **82** نے زہر کھا/پی کر، **38** نے خود کو گولی مار کر اور **34** نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے **255** واقعات میں سے صرف **17** واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
20اپریل	غلام رضا	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قصبہ حسین شاہ، جہان آباد	ـ	روزنامہ جنگ
20اپریل	کشور	خاتون	18برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	گاؤں 19 ڈبلیو بی، وہاڑی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
20اپریل	ـ	خاتون	35برس	ـ	ـ	ـ	ـ	ڈجکوٹ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ نئی بات
21اپریل	نوید احمد	مرد	40برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	فیصل آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
21اپریل	ـ	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	دریا میں کود کر	مظفر آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبون
21اپریل	پیار علی جویو	مرد	18برس	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	بھنگو بہن، فیض گنج، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
22اپریل	شبنم شجراع	خاتون	32برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	اسٹورٹ گنج شکارپور، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
22اپریل	شانتی	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ دلپوٹہ، نوشہرو فیروز، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
22اپریل	محمد ساجد	مرد	21برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہر میں کود کر	پل 25، حویلی کورنگا، خانیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
22اپریل	ـ	خاتون	16برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گاؤں 21/15 ایل، میاں چنوں	ـ	روزنامہ جنگ
22اپریل	ـ	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	محلہ اسلام پورہ، ڈسکہ	ـ	روزنامہ جنگ
22اپریل	عائشہ	خاتون	22برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مینار پاکستان، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
22اپریل	فضل الٰہی	مرد	45برس	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	شیرا کوٹ، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
23اپریل	نصیراں میتلو	خاتون	30برس	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندا لے کر	گوٹھ خدا بخش میتلو، خیرپور میرس	ـ	روزنامہ کاوش
24اپریل	خاور	مرد	30برس	ـ	ـ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	پھندا لے کر	محلہ صوفی آباد، پسرور	ـ	روزنامہ جنگ
24اپریل	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	نور کوٹ، شکر گڑھ	ـ	روزنامہ جنگ
24اپریل	یاسمین کوثر	خاتون	ـ	ـ		گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	سرائے عالمگیر	ـ	روزنامہ جنگ
25اپریل	گلزار	مرد	20برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ غلام محمد لنڈ، یار ولنڈ، گھوٹکی	ـ	روزنامہ کاوش
25اپریل	محسن	مرد	22برس	ـ	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	ٹاہلی والا کھوکھا، چنیوٹ	ـ	روزنامہ نئی بات
25اپریل	ماریہ	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	زہر خورانی	شفیق آباد، لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
25اپریل	مشتاق احمد	مرد	27برس	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	گلا کاٹ کر	مصری شاہ، لاہور	ـ	روزنامہ نیوز
26اپریل	افتخار	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	نارو کی، قصور	ـ	روزنامہ جنگ
26اپریل	گلزار	مرد	27برس۔	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	کچا جھمرہ، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
26اپریل	اسلام	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نور کوٹ، اگومنڈا	ـ	روزنامہ جنگ
26اپریل	زاہد	مرد	22برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	چک 198 ج ب، امین پور بنگلہ	ـ	روزنامہ جنگ
26اپریل	افضل سیال	مرد	17برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ٹھل، جیکب آباد، سندھ	ـ	روزنامہ کاوش
26اپریل	شازیہ اوگاہی	خاتون	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	غوث پور، کندھ کوٹ، کشمور	ـ	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26اپریل	اسلام	مرد	20برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع اگومنڈا،شکرگڑھ	ـ	روزنامہ نئی بات
26اپریل	لبھا	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شکرگڑھ	ـ	روزنامہ نئی بات
26اپریل	افتخار	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	ملانوالا،قصور	ـ	روزنامہ نئی بات
26اپریل	گلزار	مرد	22برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آکر	چک188رب،فیصل آباد	ـ	روزنامہ نئی بات
26اپریل	کشور بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	7ج ب،نشاط آباد،فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
26اپریل	عطیہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	جڑانوالہ،فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
26اپریل	اسلم	مرد	ـ	ـ	ـ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	جوھروالا گاؤں،قصور	ـ	روزنامہ جنگ
26اپریل	زاہد	مرد	22برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	چک198ج ب،امین پور بنگلہ	ـ	روزنامہ جنگ
27اپریل	غلام مرتضی	مرد	16برس	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	61ای بی،ساہیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
27اپریل	سرمد بی بی	خاتون	17برس	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	61ای بی،ساہیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
28اپریل	امیرنواز	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے آکر	راہوالی،گوجرانوالا	ـ	روزنامہ نوائے وقت
28اپریل	معراج دین	مرد	55برس	ـ	ـ	ذہنی معذوری	پھندالےکر	چک42 گ ب،فیصل آباد	ـ	روزنامہ نوائے وقت
28اپریل	ـ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	حیدرآباد،تھل	ـ	روزنامہ نوائے وقت
28اپریل	شہباز حسین	مرد	35برس	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	گجرات	ـ	روزنامہ جنگ
28اپریل	جمعہ گل	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	پھندالےکر	چکے جنیدے،تنگی،چارسدہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
29اپریل	سفینہ	خاتون	30برس	ـ	ـ	ـ	پھندالےکر	محمودآباد،کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
29اپریل	عابد	مرد	30برس	ـ	ـ	ـ	خودکوآگ لگاکر	بہارکالونی،کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
29اپریل	امجد اقبال	مرد	35برس	ـ	ـ	ـ	خودکوگولی مارکر	امریکی سفارت خانہ،لاہور	ـ	روزنامہ نیوز
29اپریل	ثامیہ	خاتون	20برس	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	مناواں،لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
29اپریل	رفعت بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چیراڑ،اگوئی،سیالکوٹ	ـ	روزنامہ جنگ
29اپریل	فدا حسین	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کلر،گوجرانوالہ	ـ	روزنامہ جنگ
29اپریل	مدثر حسین	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	پھندالےکر	تھرپال،چکوال	ـ	روزنامہ جنگ
29اپریل	عثمان	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑ	خودکوگولی مارکر	تالاب سرائے،مانگامنڈی	ـ	روزنامہ جنگ
29اپریل	فرقان	مرد	16برس	ـ	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	منصورآباد،فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
30اپریل	جاوید	مرد	50برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	شادباغ،لاہور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
30اپریل	نائلہ	بچی	13برس	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	موضع بروال،ظفروال	ـ	روزنامہ نوائے وقت
30اپریل	عبدالرحمان خان	مرد	65برس	ـ	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندالےکر	محلّہ آہیرانوالا،جنڈانوالہ	ـ	روزنامہ نئی بات
30اپریل	لیاقت حسین	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گاؤں5/8آر،خانیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
30اپریل	اعجاز احمد	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	ٹھیکرکماں،ڈھڈرانجھا	ـ	روزنامہ نئی بات
30اپریل	خلیق	مرد	ـ	ـ		ـ	خودکوگولی مارکر	اسلام آباد	ـ	روزنامہ نئی بات
30اپریل	حاجی لیاقت	مرد	ـ	ـ	شاید شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گاؤں5ایٹ آر،میاں چنوں	ـ	روزنامہ جنگ
یکم مئی	قراۃ العین	خاتون	40برس	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	ـ	الکرم اسکوائر،کراچی	ـ	روزنامہ جنگ
یکم مئی	خلیل الرحمٰن	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	ورسک روڈ،کبابیان،پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
کیم مئی	سرور	مرد	–	–	غیر شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	غالیب مارکیٹ، لاہور	–	روزنامہ جنگ
کیم مئی	اشرف	مرد	55برس	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ظہور حیات کالونی، بھلوال	–	روزنامہ جنگ
کیم مئی	شاہد	مرد	–	–	–	–	خود کو گولی مار کر	چک نمبر 1 ایم ایل، لیاقت آباد	–	روزنامہ جنگ
کیم مئی	شہباز	مرد	–	–	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	تاندلیانوالا، فیصل آباد	–	روزنامہ جنگ
کیم مئی	مدثر	مرد	–	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	143 گ ب، فیصل آباد	–	روزنامہ نئی بات
2 مئی	–	مرد	–	–	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خود کو گولی مار کر	اسلام آباد	–	روزنامہ نوائے وقت
2 مئی	سجاد	مرد	25برس	–	–	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	خیر پور ٹامیوالی	–	روزنامہ جنگ
3 مئی	شفقت	مرد	40برس	–	–	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	رائیونڈ، لاہور	–	روزنامہ جنگ
3 مئی	وسیم	مرد	–	–	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	کوٹلی کھیرا، ڈسکہ	–	روزنامہ جنگ
3 مئی	ماریہ آرائیں	خاتون	–	–	–	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ مشتاق میمن، کنڈیارو، نوشہرو فیروز	–	روزنامہ کاوش
3 مئی	جنت گل	مرد	50برس	–	شادی شدہ	ذہنی معذوری	خود کو گولی مار کر	لانگکوٹ، بحرین، سوات	–	روزنامہ ایکسپریس
4 مئی	رشیدہ	خاتون	–	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بستی پولی سیت پور، علی پور	–	روزنامہ جنگ
4 مئی	محمد نسیم	مرد	30برس	–	–	–	خود کو گولی مار کر	منگھو پیر، کراچی	–	روزنامہ جنگ
4 مئی	ثمینہ	خاتون	–	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مصطفیٰ آباد، قصور	–	روزنامہ دنیا
4 مئی	شہناز	خاتون	40برس	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	غلام محمد آباد، فیصل آباد	–	نوائے وقت
4 مئی	مدثر علی	مرد	20برس	–	–	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 143 گ ب، فیصل آباد	–	نوائے وقت
4 مئی	–	مرد	30برس	–	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	تاندلیانوالا	–	نوائے وقت
4 مئی	ساجد	مرد	26برس	–	–	–	زہر خورانی	بھٹو نگر، ساہیوال	–	نوائے وقت
4 مئی	وارث علی	مرد	–	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	گیلانی چوک، بصیر پور	–	روزنامہ دنیا
4 مئی	محمد علی	مرد	–	–	–	بیروگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	کھاریانوالا، شیخوپورہ	–	روزنامہ نئی بات
5 مئی	محمد ریحان	مرد	25برس	–	–	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	گلستان جوہر، کراچی	–	روزنامہ جنگ
5 مئی	شاکر	مرد	24برس	–	–	–	پھندا لے کر	اورنگی ٹاؤن، کراچی	–	روزنامہ جنگ
5 مئی	حسیب اللہ	مرد	–	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	رنگ محل، لاہور	–	روزنامہ دنیا
5 مئی	احتشام	مرد	–	–	–	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	ظہور حیات کالونی، بھلوال	–	روزنامہ نئی بات
5 مئی	اعجاز احمد	مرد	45برس	–	–	گھریلو جھگڑ	ٹرین تلے آ کر	چک 41، کاموکی	–	روزنامہ جنگ
5 مئی	علی عصمت اللہ	مرد	–	–	غیر شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	رکھ رالہ، دلے والا	–	روزنامہ جنگ
6 مئی	اخلاق	مرد	–	–	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	سرگانہ ہاؤس	–	روزنامہ جنگ
6 مئی	سلیمان	مرد	23برس	–	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	سرسید ٹاؤن، فیصل آباد	–	روزنامہ جنگ
6 مئی	ث	خاتون	–	–	–	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع بھگت، ڈسکہ	–	روزنامہ جنگ
7 مئی	سعدیہ	خاتون	20برس	–	شادی شدہ	رخصتی نہ ہونے پر دلبرداشتہ	زہر خورانی	جوہر ٹاؤن، لاہور	–	روزنامہ جنگ
7 مئی	حنا	خاتون	–	–	شادی شدہ	اولاد نہ ہونے پر دلبرداشتہ	زہر خورانی	شاد باغ، لاہور	–	روزنامہ جنگ
7 مئی	گلزار	مرد	–	–	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندا لے کر	20 جی ڈی، اوکاڑہ	–	روزنامہ جنگ
7 مئی	اسلم	مرد	60برس	–	–	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	قصبہ مسن کا، اوکاڑہ	–	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
7مئی	زینب	خاتون	30برس	-	-	-	زہرخورانی	کورنگی، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
7مئی	اقراء	خاتون	20برس	-	-	-	زہرخورانی	لانڈھی، کراچی	-	روزنامہ ایکسپریس
8مئی	عمران	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گاؤں مانانوالہ، حویلی لکھا	-	روزنامہ جنگ
8مئی	مظہر	مرد	18برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چنی گوٹھ، احمد پور شرقیہ	-	خواجہ اسداللہ
8مئی	رئیسہ	خاتون	55برس	-	-	ذہنی معذوری	-	اجمیر نگری، کراچی	-	روزنامہ جنگ
8مئی	زاہد	مرد	24برس	-	-	-	پھندا لے کر	ایف بی ایریا، کراچی	-	روزنامہ جنگ
8مئی	شوکت قریشی	مرد	40برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	بلدیہ ٹاؤن، کراچی	-	روزنامہ جنگ
9مئی	یاسمین	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ظہیر آباد کالونی، قصور	-	روزنامہ ایکسپریس
9مئی	محمد رمضان	مرد	20برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کود کر	موضع ملیانہ، جھنگ	-	روزنامہ نئی بات
9مئی	شکیلہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع پڑالی، منڈیکی گورائیہ	-	روزنامہ نئی بات
9مئی	کرن	خاتون	-	-	-	-	نہر میں کود کر	جاکے، سیالکوٹ	-	روزنامہ جنگ
9مئی	صائمہ	خاتون	25برس	-	-	-	زہرخورانی	گجرات	-	روزنامہ جنگ
9مئی	ملک محمد عمران	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ماتاں، حویلی لکھا	-	روزنامہ جنگ
10مئی	ظہراں	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	جوہر ٹاہون، لاہور	-	روزنامہ خبریں
10مئی	صباء	خاتون	25برس	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	بستی شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ خبریں
10مئی	شاہد لطیف	مرد	43برس	-	-	-	زہرخورانی	نشاط کالونی، لاہور	-	روزنامہ خبریں
10مئی	سمیع اللہ	مرد	40برس	-	-	-	پھندا لے کر	لائنز ایریا، کراچی	-	روزنامہ جنگ
11مئی	فرزانہ	خاتون	30برس	-	-	-	پھندا لے کر	لائنز ایریا، کراچی	-	روزنامہ جنگ
11مئی	شہزاد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو آگ لگا کر	چائنہ سکیم، لاہور	-	روزنامہ نئی بات
11مئی	محمد احسان	مرد	35برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 82/5ایل، ساہیوال	-	روزنامہ نئی بات
11مئی	شمیم بی بی	مرد	-	-	شادی شدہ	-	خودکو آگ لگا کر	ہری پور	-	راولپنڈی نیوز
11مئی	محمد شہباز	مرد	26برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	نوکرنئی آباد، فاروق آباد	-	روزنامہ دنیا
12مئی	آفتاب	خاتون	23برس	-	-	-	پھندا لے کر	کورنگی، کراچی	-	روزنامہ امت
12مئی	سلیم	مرد	65برس	-	شادی شدہ	بیوی کی موت پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	مزنگ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
12مئی	دلدار	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	شادی نہ ہونے پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	ٹھیکری والا، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
12مئی	ظہور احمد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	گاؤں 546 گ ب، ماموں کانجن	-	روزنامہ جنگ
12مئی	زہرا	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جلال پور بھٹیاں	-	روزنامہ خبریں
12مئی	عمران	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	مغلپورہ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
12مئی	یاسمین	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ظہیر آباد کالونی، قصور	-	روزنامہ نئی بات
13مئی	فیصل	مرد	20برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مانگا منڈی	-	روزنامہ مشرق
13مئی	منور ظہیر	مرد	58برس	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	شادی باغ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
13مئی	بابر	مرد	22برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہرخورانی	بھٹو نگر، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
13مئی	شہلا	خاتون	-	-	-	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	گکھڑ منڈی	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
13 مئی	فوزیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیخوپورہ	-	روزنامہ جنگ
13 مئی	طارق	مرد	34برس	-	-	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	محلّہ شاہ میر حجرہ، اوکاڑہ	-	روزنامہ جنگ
13 مئی	-	مرد	-	-	-	-	-	پاک کالونی، کراچی	-	روزنامہ نیشن
14 مئی	اللہ وارث	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موہلانوالا مندر، لاہور	-	روزنامہ نیوز
14 مئی	نسرین بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کھڈیاں خاص	-	روزنامہ دنیا
14 مئی	کوثر بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	بجلی کے تار چھو کر	قصبہ 40/2ایل، اوکاڑہ	-	روزنامہ جنگ
14 مئی	عرفان	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	136/6آر، فقیر والی	-	روزنامہ جنگ
14 مئی	نبیلہ	خاتون	30برس	-	شادی شدہ	-	دریا میں کود کر	بیرون کوہاٹی گیٹ، پشاور	درج	روزنامہ آج
14 مئی	دولت خان	مرد	18برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گاؤں میرہ کچوڑی، پشاور	درج	روزنامہ آج
15 مئی	-	خاتون	-	-	-	-	پل سے کود کر	دھرمپورہ، لاہور	-	روزنامہ خبریں
15 مئی	عابد حسین	مرد	-	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	خود کو گولی مار کر	عسکری فلیٹ، لاہور	-	روزنامہ خبریں
15 مئی	سلمان ریاض	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بلال پارک، مریدکے	-	روزنامہ ایکسپریس
16 مئی	رضیہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جنڈیانوالا روڈ، شیخوپورہ	-	روزنامہ نوائے وقت
16 مئی	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	کنجوانی	-	روزنامہ نوائے وقت
17 مئی	مسرت بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سمندری، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
17 مئی	مقصود مسیح	مرد	-	-	شادی شدہ	-	ٹرین تلے آ کر	امامیہ کالونی، فیروزوالا	-	روزنامہ نوائے وقت
17 مئی	-	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راوی پار، فیروزوالا	-	روزنامہ نوائے وقت
17 مئی	پروین بی بی	خاتون	40برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ہجویری ٹاؤن، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
17 مئی	امجد	خاتون	44برس	-	-	-	زہرخورانی	مائی دی جھگی، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
18 مئی	سیف	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کلر آبادی، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
18 مئی	کلثوم	خاتون	15برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیروزوالا	-	روزنامہ نوائے وقت
18 مئی	محمد اقبال	مرد	65برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	مفتیاں، دینہ	-	روزنامہ نوائے وقت
18 مئی	-	خاتون	55برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	چکوال	-	روزنامہ نوائے وقت
18 مئی	ذوالفقار	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گاؤں گل محمد والا، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
18 مئی	-	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیخوپورہ	-	روزنامہ جنگ
18 مئی	محمد عاشق	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	تھانہ کینٹ، ڈی آئی خان	درج	روزنامہ ایکسپریس
19 مئی	-	خاتون	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محمدی کالونی، سرگودھا	-	ایکسپریس ٹریبون
19 مئی	صائمہ	خاتون	28برس	-		-	زہرخورانی	نشتر کالونی، لاہور	-	روزنامہ جنگ
19 مئی	حق نواز	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	پھندا لے کر	میاں چنوں	-	روزنامہ جنگ
19 مئی	جگدے	مرد	22برس	-	غیرشادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	امین پور بنگلہ	-	روزنامہ جنگ
19 مئی	عابد علی	مرد	70برس	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	اسلام آباد	-	ایکسپریس ٹریبون
19 مئی	بابر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	منڈی احمد آباد، بصیر پور	-	روزنامہ نئی بات
20 مئی	عبدالرحیم	مرد	50برس	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	گاؤں تورک، وسطی کرم ایجنسی	درج	روزنامہ ایکسپریس

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
20 مئی	عبداللہ	مرد	18برس	–	غیرشادی شدہ	دوست کی خودکشی کرنے پر	خودکوگولی مارکر	گاؤں گنداؤ، وسطی کرم ایجنسی	درج	روزنامہ ایکسپریس
20 مئی	ماجدخان	مرد	–	–	غیرشادی شدہ	–	خودکوگولی مارکر	گاؤں گنداؤ، وسطی کرم ایجنسی	درج	روزنامہ ایکسپریس
20 مئی	اقبال خان	مرد	–	–	–	–	خودکوگولی مارکر	علاقہ کوچی، لوئرکرم ایجنسی	درج	روزنامہ ایکسپریس
20 مئی	منصب	مرد	57برس	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	ٹیکسلا	–	ایکسپریس ٹریبون
20 مئی	صلاح خاتون	خاتون	50برس	–	شادی شدہ	ذہنی معذوری	زہرخورانی	موضع کرڑ، جوہرآباد	–	روزنامہ نئی بات
20 مئی	صفیہ بی بی	خاتون	–	–	–	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	ڈیرہ گجراں، منڈیکی گورائیہ	–	روزنامہ نئی بات
21 مئی	علی شاہ	مرد	19برس	–	غیرشادی شدہ	–	خودکوگولی مارکر	سیکٹر جی 2-6، اسلام آباد	–	راولپنڈی نیوز
21 مئی	سمیرا	خاتون	30برس	–	شادی شدہ	اولاد نہ ہونے پر دلبرداشتہ	زہرخورانی	جڑانوالہ، فیصل آباد	–	روزنامہ نئی بات
22 مئی	محمدحمزہ	مرد	–	–	غیرشادی شدہ	–	خودکوگولی مارکر	گاؤں میروزئی، ضلع کوہاٹ	درج	روزنامہ آج
22 مئی	ذ	مرد	–	–	شادی شدہ	–	خودکوگولی مارکر	گاؤں میروزئی، ضلع کوہاٹ	درج	روزنامہ آج
22 مئی	زہرہ بی بی	خاتون	–	–	–	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروزوالہ	–	روزنامہ نوائے وقت
22 مئی	ممتاز	خاتون	–	–	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	چک 47ایم بی، جوہرآباد	–	روزنامہ جنگ
22 مئی	محمدنواز	مرد	–	–	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹ شیرسنگھ، کوٹ رادھاکشن	–	روزنامہ جنگ
23 مئی	سلمان	مرد	–	–	غیرشادی شدہ	–	خودکوگولی مارکر	نصری بھرت منڈا، بنوں	درج	روزنامہ ایکسپریس
23 مئی	–	خاتون	–	–	–	–	زہرخورانی	جہانگیرللوزئی، بنوں	درج	روزنامہ ایکسپریس
23 مئی	حنیف	مرد	22برس	–	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	ٹھٹھی اوتاڑ، پھولنگر	–	روزنامہ نوائے وقت
23 مئی	عبدالقدوس	مرد	–	–	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	سورانی، بنوں، خیبرپختونخوا	–	روزنامہ مشرق
23 مئی	–	خاتون	–	–	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	سورانی، بنوں، خیبرپختونخوا	–	روزنامہ مشرق
23 مئی	اکرم	مرد	–	–	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	شاہ دیور، بنوں	–	روزنامہ مشرق
24 مئی	آمنہ بی بی	مرد	18برس	–	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سرگودھا روڈ، چک 2، فیروزوالا	–	روزنامہ جنگ
24 مئی	منیر	مرد	–	–	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کالاشاہ کاکو، شیخوپورہ	–	روزنامہ جنگ

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26مارچ	عابد پاہی	مرد	17برس	–	–	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ٹھل، جیکب آباد، سندھ	–	روزنامہ کاوش
28مارچ	علی شیر بڑدی	مرد	–	–	–	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گمبٹ، خیرپورمیرس، سندھ	–	روزنامہ کاوش
26مارچ	احسان	مرد	30برس	–	–	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں بڈھا، ننکانہ	–	روزنامہ خبریں
28مارچ	محمدسجاد	مرد	–	–	–	–	–	تھانہ سٹی، دیپالپور	درج	روزنامہ ایکسپریس
29مارچ	گل بہار لغاری	مرد	25برس	–	–	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ گلن لغاری، گھوٹکی، سندھ	–	روزنامہ کاوش
29مارچ	امیراسلم	مرد	–	–	–	–	خودکوآگ لگاکر	لاہور پریس کلب	–	روزنامہ نیشن
29مارچ	محمدفاروق	مرد	–	–	–	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	کمالیہ	–	روزنامہ دنیا
29مارچ	جمیلہ بی بی	خاتون	–	–	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	چک 24 عباسیہ، لیاقت پور	–	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
30مارچ	نصرت بی بی	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	باغبانپورہ، لاہور	۔	روزنامہ خبریں
30مارچ	عامر	مرد	۔	۔	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	گلشن راوی، لاہور	۔	روزنامہ خبریں
31مارچ	آصف	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو آگ لگا کر	گلشن راوی، لاہور	۔	روزنامہ جنگ
31مارچ	۔	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ملک پور، لاہور	۔	روزنامہ خبریں
3اپریل	نورحسین نصیرانی	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	۔	ماکا گوٹھ، سکھر	۔	روزنامہ کاوش
4اپریل	حمزہ وہاب	مرد	۔	۔	غیر شادی شدہ	۔	خودکو گولی مار کر	فیز1 حیات آباد، پشاور	درج	روزنامہ آج
5اپریل	بابرہ لوہر	خاتون	۔	۔	۔	۔	۔	گوٹھ پیر محمد بھٹو، ڈہرکی، گھوٹکی	۔	روزنامہ کاوش
6اپریل	محمد علی	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	شالیمار، لاہور	۔	روزنامہ نوائے وقت
6اپریل	۔	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	لیہ	۔	روزنامہ دنیا
7اپریل	ارباب جسکانی	مرد	۔	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	نظر محلّہ لاڑکانہ، سندھ	۔	روزنامہ کاوش
7اپریل	ش	خاتون	16برس	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	راہوالی، گوجرانوالہ	۔	روزنامہ جنگ
7اپریل	عرفان	مرد	۔	۔	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	تاج باغ، لاہور	۔	روزنامہ جنگ
9اپریل	شوکت	مرد	۔	۔	غیر شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	موضع گوئندکے، منڈیکی گورائیہ	۔	روزنامہ نئی بات
10اپریل	سہیل	مرد	۔	۔	غیر شادی شدہ	۔	خودکو گولی مار کر	نوارشریف، جنڈانوالہ	۔	روزنامہ نئی بات
14اپریل	ریاض	مرد	۔	۔	غیر شادی شدہ	۔	خودکو گولی مار کر	آخون آباد پھندو روڈ، پشاور	رج	روزنامہ آج
19اپریل	حسن علی	مرد	48برس	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محمود بوٹی، لاہور	۔	روزنامہ ایکسپریس
22اپریل	ساجد	مرد	۔	۔	۔	۔	چھت سے کود کر	ملت پارک، لاہور	۔	روزنامہ خبریں
22اپریل	شگفتہ	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پیروالا روڈ، قصور	۔	روزنامہ دنیا
22اپریل	شبیر احمد	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو آگ لگا کر	رینالہ خورد، اوکاڑہ	۔	روزنامہ نوائے وقت
26اپریل	فاروق	مرد	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خودکو آگ لگا کر	حافظ آباد	۔	روزنامہ نئی بات
27اپریل	۔	خاتون	20برس	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک جی ڈی55، ساہیوال	۔	روزنامہ نئی بات
27اپریل	آسیہ	خاتون	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	9/99ایل، ساہیوال	۔	روزنامہ نئی بات
27اپریل	عبدالرحمان	مرد	10برس	بچہ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 6/87آر، ساہیوال	۔	روزنامہ نئی بات
30اپریل	سرفراز	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	لکھیانی، بھلوال	۔	روزنامہ نئی بات
یکم مئی	عباس کھوکھر	مرد	۔	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع محبوب شاہ، اوکاڑہ	۔	روزنامہ ایکسپریس
3مئی	ف	خاتون	۔	۔	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈسکہ	۔	روزنامہ نئی بات
3مئی	ماریہ آرائیں	خاتون	۔	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ مشتاق میمن، نوشہروفیروز	۔	روزنامہ کاوش
3مئی	سمیرہ مغیری	خاتون	15برس	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ گھنور مغیری، لالو رانک قمبر	۔	روزنامہ کاوش
4مئی	اکرام	مرد	35برس	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلّہ فرید آباد، پاکپتن	۔	روزنامہ ایکسپریس
4مئی	اللہ دتہ	مرد	25برس	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	15ایس پی، پاکپتن	۔	روزنامہ ایکسپریس
5مئی	صغراں بی بی	خاتون	28برس	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک5 گ ب، ننکانہ صاحب	۔	روزنامہ خبریں
5مئی	احسان موریجو	مرد	45برس	۔	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	نزد کندھرا، سکھر، سندھ	۔	روزنامہ کاوش
5مئی	شبانہ بی بی	خاتون	13برس	بچی	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پہاڑپور کوٹ سلطان	۔	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
6 مئی	واجد سومرو	مرد	28برس	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	بھانڈو قبو، رتوڈیرو، لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
6 مئی	قیصرہ	خاتون	28برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	اچھرہ، لاہور	-	روزنامہ ڈان
6 مئی	اللہ وسائی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 33 ایس پی، ننکانہ صاحب	-	روزنامہ نیوز
6 مئی	اشفاق	مرد	-	-	-	-	شہ رگ کاٹ کر	120 ای بی، پاکپتن	درج	روزنامہ نیوز
7 مئی	اکبر علی	مرد	-	-	-	-	-	تھانہ گوجرہ سٹی، اوکاڑہ	-	روزنامہ ڈان
7 مئی	شبیر احمد	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	چک 109، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
7 مئی	اختر حسین	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
8 مئی	صاحب بی بی	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	موضع کھڈالی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
8 مئی	عطا حسین ملک	مرد	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گوٹھ رانو ملک، یارولنڈ، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
8 مئی	عظمیٰ	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	چک 16 پی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
8 مئی	مریم	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	کوٹ سبزل، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
8 مئی	شبانہ	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	اقبال آباد، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
8 مئی	حمیراں	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	لیاقت پور، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
8 مئی	نواز	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	خان بیلہ، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
9 مئی	حاجی محمد پیرل	مرد	65برس	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	گمبٹ، خیرپور میرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
9 مئی	عاشق لغاری	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	-	میروخان، قمبر، سندھ	-	روزنامہ کاوش
10 مئی	-	خاتون	9برس	بچی	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالا	-	ایکسپریس ٹریبون
10 مئی	-	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالا	-	ایکسپریس ٹریبون
10 مئی	محمد رضوان	مرد	20برس	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 19، ننکانہ	-	روزنامہ خبریں
10 مئی	-	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالا	-	ایکسپریس ٹریبون
10 مئی	عاشق لغاری	مرد	-	-	-	تنخواہ نہ ملنے پر دلبرداشتہ	خود کو آگ لگا کر	میروخان، لاڑکانہ	-	روزنامہ دنیا
10 مئی	نسیم پنہور	خاتون	22برس	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	وگن، قمبر، سندھ	-	روزنامہ کاوش
11 مئی	بابر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع اگ چک، منڈی کی گورائیہ	-	روزنامہ نئی بات
11 مئی	محمد دین	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع کلہ، منڈی کی گورائیہ	-	روزنامہ نئی بات
11 مئی	عبداللہ کیرو	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	قریشی گوٹھ، سکھر، سندھ	-	روزنامہ کاوش
12 مئی	شاہدہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کرتارپور گندھیاں، پاکپتن	-	روزنامہ ایکسپریس
14 مئی	سمیرہ پتافی	خاتون	16برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	میرپور ماتھیلو، گھوٹکی، سندھ	-	روزنامہ کاوش
14 مئی	ریاض علی اجن	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کنڈیارو، نوشہرو فیروز	-	روزنامہ کاوش
15 مئی	نسیمہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک مراد خان، پاکپتن	-	روزنامہ ایکسپریس
15 مئی	اللہ ڈتو سنجرانی	مرد	66برس	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	سٹی شکارپور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
19 مئی	خ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	پھان محلہ مدیجی، شکارپور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
20 مئی	علی اصغر	مرد	16برس	-	شادی شدہ	ذہنی معذوری	خود کو گولی مار کر	گڑھی یاسین، شکارپور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
21 مئی	گل محمد مگنہار	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	میرپور ماتھیلو، گھوٹکی	-	روزنامہ کاوش
23 مئی	محمد یوسف جتوئی	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	خانپور، شکارپور، سندھ	-	روزنامہ کاوش

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

ایڈیٹر کے نام

کراچی میں آج آپ کی توجہ ایک ایسے مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو شاید پہلی دفعہ سننے میں اور پڑھنے میں اتنا اہم نہ ہو مگر اگر ذرا سی توجہ سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو میرے انداز ے سے آدھے مسئلے حل ہو جائیں گے کیونکہ میں جس جگہ پر ہوں یہ وہ جگہ ہے جہاں پر تمام مسائل کی جڑوں کو جمع کیا جاتا ہے مگر ان جڑوں کو پھل دار پودوں میں تبدیل کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہے جس کی وجہ سے نہ تو جرائم ختم ہوتے ہیں اور نہ ہی جرائم کرنے والے۔ دنیا بھر میں جیل اس لیے بنائی جاتی ہے کہ وہ لوگ جو کسی وجہ سے برائی کی طرف راغب ہو گئے ہوں یا جنھوں نے جانے انجانے میں کوئی جرم کیا ہو وہ اس کی سزا کاٹے اور اسے اپنے کئے ہوئے عمل پر پچھتاوا ہو اور جب وہ سزا کاٹ کر معاشرے میں واپس آئے تو وہ بھی معاشرے کا ایک کارآمد فرد بن کر اپنی اور اپنے ملک کی ترقی میں حصہ ڈالے کیونکہ فرد کا جرم تو واحد ہی ہوتا ہے مگر اس سے بہت سے دیگر لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں وہ اگر شادی شدہ ہے تو اس کی بیوی اگر بچوں والا ہے تو اس کے بچے بھی اس کے جرم کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے یہاں جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی اور ان کا کھانا پانی ریاست کی ذمہ داری ہے مگر ریاست عام لوگوں کو یہ چیزیں نہیں دے سکتی تو قیدی تو کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ اس کو جیل میں سوائے دو وقت کے کھانے کے اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ قیدیوں کو اکثر نہانے کے لیے پانی سے لے کر دیوار پر چونا کرانے تک کا خرچہ اٹھانا پڑتا ہے۔ قیدی اپنے کپڑے خود خریدتا ہے، نہانے کے لیے، بال بنوانے، شیو بنوانے، کپڑے اور برتن دھونے کا صابن، دانت صاف کرنے کے لیے پیسٹ، برش یہ سب چیزیں بھی خود خریدنا پڑتی ہیں۔ جیل مافیا اتنا طاقتور ہے کہ کوئی اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ جب بھی کوئی بڑا حکومتی اہلکار جیل کا دورہ کرنے باہر سے آتا ہے تو تین چار دن پہلے سے ہی جیل میں صفائی مہم شروع ہو جاتی ہے اور اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ تمام خرچہ بھی قیدیوں سے وصول کیا جاتا ہے اور جو نہیں دے سکتا اس کو مختلف طریقوں سے پریشان کیا جاتا ہے۔ اب اس ساری صورتحال آپ کے سامنے رکھنے کے بعد میرا آپ سے سوال ہے کہ کوئی سزا یافتہ قیدی کس طرح سے اپنی اصلاح کرے؟ مجھے یہ سب کچھ لکھنے کی ہمت بھی آپ کے ایک لائن کے جواب سے ملی ہے۔ اس سے مجھے یہ امید ضرور ہوئی کہ میرا لکھنا ضائع نہیں ہوا اور آخر میں آپ کا شکریہ بھی ادا کروں گا اور آپ سے درخواست بھی کروں گا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ کسی طرح منسلک کریں۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے مگر امید ہے کہ آپ کے پاس ضرور کوئی نہ کوئی راستہ ہو گا جس سے میں بھی کسی نہ کسی طرح اس کارِ خیر میں حصہ ڈال سکوں۔

(سید بلال علی، قیدی سزائے موت، سنٹرل جیل کراچی)

طبی سہولیات کے بغیر ہسپتال

ٹانک ڈسٹرکٹ ہسپتال ٹانک میں طبی سہولیات کا شدید فقدان ہے۔ ہسپتال میں تعینات اکثر ڈاکٹرز اور عملہ ہسپتال میں ڈیوٹی سرانجام نہیں دیتے جس کے باعث ہسپتالوں میں چیک اپ کے لیے آنے والے مریضوں کو نجی ہسپتالوں سے علاج کروانا پڑتا ہے جو کہ غریب افراد کی دسترس سے باہر ہے۔ مریضوں کو ادویات کی شدید قلت کا بھی سامنا ہے۔ ادویات ناپید ہیں اور جو ہیں وہ ہسپتال کا عملہ اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ طبی آلات کی قلت کی وجہ سے بھی مریضوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اعلیٰ حکام سے اپیل ہے کہ ڈاکٹرز اور عملے کو ہسپتال میں ڈیوٹی سرانجام دینے کا پابند بنایا جائے اور ہسپتال میں تمام طبی سہولیات کا بندوبست کیا جائے۔

(محمد ارشاد محمود)

سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار

باغ، آزاد کشمیر 26 کروڑ 60 لاکھ روپے سے تعمیر ہونے والی وہاڑی گہل تا شجاع آباد سڑک ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔ 2014ء کی بارشوں کا ملبہ ابھی تک اسی جگہ پڑا ہوا ہے۔ یہ سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ سڑک پر لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے ایک نجی تعلیمی ادارہ اس کی زد میں آ چکا ہے۔ خطرہ ہے کہ کسی بھی وقت سلائیڈنگ کی وجہ سے یہ ادارہ دب جائے گا اور سینکڑوں بچے اور بچیاں موت کے منہ میں جا سکتے ہیں۔ اہل علاقہ اور سکول کے بچوں کے والدین نے ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر کو بتایا کہ سڑک کی تعمیر میں ناقص میٹریل استعمال کیا گیا۔ انتظامیہ کے علاوہ محکمہ شاہراہ کے ذمہ دار خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

(راجہ منیر احمد)

نکاسی آب کے ملازمین کا حفاظتی آلات کی فراہمی کا مطالبہ

ٹوبہ ٹیک سنگھ پنجاب حکومت کی جانب سے حفاظتی سامان مہیا نہ کیے جانے کے باعث سیورمینوں کی زندگیاں داؤ پر لگ گئیں۔ سیوریج لائنوں کی صفائی پر مامور عملے کو گیس ماسک، سلنڈر، لانگ بوٹ، لائف جیکٹ، بیلٹ اور دوسرا حفاظتی سامان فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سیوریج سسٹم کی دیکھ بھال اور مین ہولز کی صفائی پر مامور 15 سیورمینوں کو کسی قسم کا حفاظتی سامان فراہم نہیں کیا گیا اور وہ جدید دور میں بھی محض ڈنڈوں سے لیس ہو کر مین ہولز کی صفائی کا کام کرنے پر مجبور ہیں۔ حفاظتی سامان نہ ملنے کے باعث سیور مین نہ صرف لاتعداد طبی مسائل کا شکار ہیں بلکہ ان کے بے ہوش ہونے کے واقعات بھی آئے روز رونما ہوتے رہتے ہیں۔ سیورمینوں نے مطالبہ کیا ہے کہ انہیں حفاظتی سامان کی فوری فراہمی یقینی بنائی جائے۔ اس سلسلے میں ٹی ایم او اظہر نبی دیوان سے رابطہ کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ حفاظتی سامان خریدنے کی خاطر دو ماہ قبل حکومت پنجاب کو 25 لاکھ روپے جمع کرائے گئے تھے لیکن سامان تا حال نہیں مل سکا۔

(اعجاز اقبال)

بنیادی سہولیات کا فقدان

باجوڑ ایجنسی باجوڑ ایجنسی کی تحصیل سالارزئی کا علاقہ کا فرگٹ اور اس کے اردگرد واقع تین گاؤں قدم چینہ، گیرو اور تنگو جو کہ ہزاروں نفوس پر مشتمل علاقے ہیں اب تک زندگی کی بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ ان علاقوں میں گرلز اور بوائز پرائمری سکول موجود نہیں۔ اس کے علاوہ یہ علاقے صحت کی سہولیات سے بھی محروم چلے آ رہے ہیں اور حکومت نے بنیادی صحت کا کوئی مرکز قائم نہیں کیا۔ سڑکیں بھی کچی ہیں اور مذکورہ علاقے بجلی کی سہولت سے بھی محروم ہیں۔ علاقے کے مکینوں نے اپنی مدد آپ کے تحت دو کچی سڑکیں تعمیر کی ہیں اور اس کے علاوہ رکن قومی اسمبلی حلقہ این اے 44 شہاب الدین خان کی جانب سے ایک پراجیکٹ کے زیر اہتمام عارضی سکول قائم کیا گیا ہے تاہم سکول کے لیے کوئی عمارت نہیں ہے۔

(شاہد حبیب)

In Badin, in February, a journalist wrote against extremists in a local newspaper. He was threatened by an unidentified person who walked up to him and told him that doing so again “will not be good for” him. The police was investigating this incident. In May, two reporters launched an awareness campaign about a drug mafia in Badin. The drug peddlers allegedly had support of the police and a case FIR was registered against the reporters. The police also threatened them of the consequences unless they dropped the case. In June, the police registered what was generally know to be a false case against a senior journalist because he had spoken against the local land mafia. He was said to have been threatened by police that more cases would be registered against him. Two other journalists in Badin were also threatened and told by an employee of the Irrigation Department, Sindh to stop reporting on water shortages “or face dire consequences”.

In August, two journalists were threatened and warned against reporting about human rights violations in Badin. One of them, who often reported on religious minority issues, was threatened by unidentified persons, who stopped him on the street and warned him against reporting on such issues. Local journalists condemned the incident in a press conference. The journalist also mentioned that he had been threatened earlier by religious extremist groups when he reported extensively on the Bhoro Bheel incident, when a mob had dug up the body of a Hindu man after stating that he could not be buried in a graveyard for Muslims. A few days later in the same month, another journalist in Badin received an anonymous phone call threatening to kill him. The journalist had earlier reported on a man's murder by influential people. In December, a journalist was given a death threat on his cell phone by the head of a drug mafia because one of his reports about the drug mafia was published in daily Sobh, a local newspaper.

In Jacobabad, in February, members of a Muslim sect threatened a local cleric from another sect with violence if he did not stop uttering some words before the call to prayer that members of the other sect did not approve of. The police refused to lodge an FIR against the accused who had given the threats, stating that doing that would cause this to become a serious issue that could lead to sectarian violence. In March, a man belonging to the Shia sect was given a death threat by an unidentified person who walked up to him. According to him, he received this threat because he was from the only Shia family living in that area. The police refused to register a case. On March 25, a person associated with the Jeay Sindh Qaumi Mahaz (JSQM) nationalist political party was threatened on the phone. The police refused to lodge a case and reportedly stated that a threat on phone was not reason enough to file cases. In June, a man affiliated with a nationalist party of Sindh was threatened on the phone by unidentified persons. He was told that he was risking his life by undertaking political activities.

In April, in separate incidents two persons belonging to a nationalist party were threatened in Jacobabad to halt political activities or face dire consequences. One person was given the threat in a letter while the other received a phone call. The person who received the threat on the phone alleged that intelligence agency personnel had made the call. On November 26, Nazar Muhammad Brohi, affiliated with nationalist political party JSQM was threatened by an unidentified caller on the phone. The caller asked him to refrain from arranging and participating in protests of nationalists and said that he would come to harm if he did not heed the warning.

In Naushero Feroze, in November, Aslam Nagor, a journalist affiliated with local daily newspaper Sathi, reported that the Town Municipal Officer (TMO) at Taluka Municipal Office had called him on the phone and threatened to have him beaten up for writing a story about corruption at the TMO office. The journalist said that he did not register a case because the TMO had tendered an apology following journalists' protest.

The threatened individuals generally stated that such threats to violate human rights had become prevalent in Sindh because a large number of the perpetrators had not been punished for making the threats. The police often ignored or downplayed the seriousness of the cases. In some cases, police allegedly did not act because they sided with the perpetrators.

Such cases emerging in Sindh can only be reduced by shredding the cloak of impunity for the perpetrators. The provincial government also needs to make sure that all cases with police involvement are thoroughly investigated and the perpetrators brought to justice. In the short-term, security should be provided to those facing serious threats. However, rather than merely protecting the threatened person, the priority should on prosecuting the individual making the threat. While the authorities must ensure that cases involving all serious threats are followed up by the concerned departments, special attention must be paid to the security concerns of professionals whose work is jeopardized by these threats.

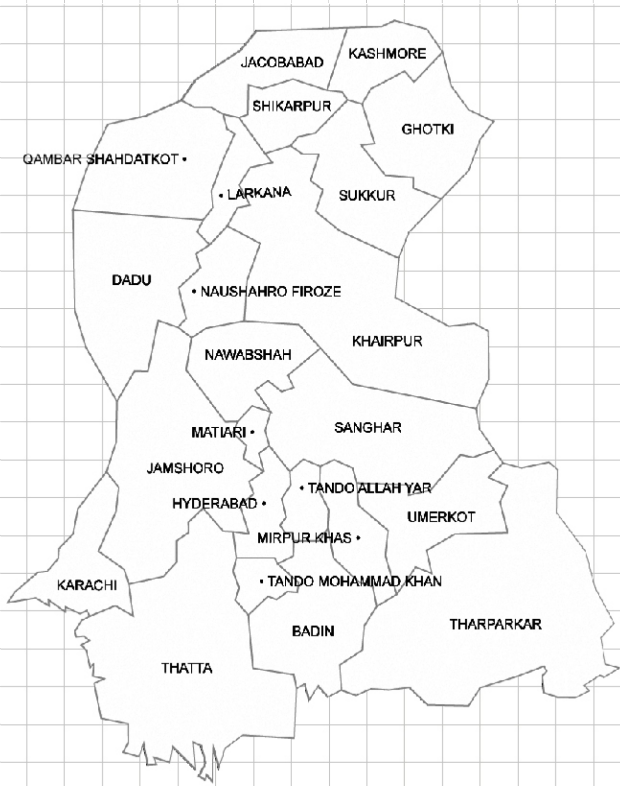
--Correspondents

Of threats to violate rights in interior Sindh

Since late 2013, when the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) decided to monitor and document more closely the human rights violations and denial of rights by organised actors across six regions of Pakistan, numerous such cases have been reported from the interior Sindh districts. Besides acts of violence, there have been numerous threats by organised actors against journalists, political activists, and members of sectarian groups to violate human rights.

Monitoring from the interior Sindh districts noted that 17 cases of threats made to violate human rights had been reported from there in 2014. The highest number of reported threats emerged from Badin district, followed by Jacobabad.

The objective behind such threats has often been to deter people from undertaking work and activities that could harm the interests of the perpetrators.



2014: Threats made in selected districts of interior Sindh	
Districts	**Threats**
Badin	8
Jacobabad	7
Naushero Feroze	1
Total	16

Most of the people threatened were journalists. Some political activists and individuals from minority religious communities were also threatened on account of their political or religious identity. The threats were either made face to face or telephonically. Journalists were often threatened for submitting reports that the perpetrators wanted them to stop writing. Five political workers affiliated with nationalist political parties were threatened and instructed to halt their political activities during 2014 in the interior Sindh districts. In one case, the only Shia family living in an area was threatened in order scare them into relocation. While most of the perpetrators warned the victims that they would face a range of consequences if they continued working against them, some were even given death threats.

The perpetrators who made these threats included the land mafia, drug mafia, police personnel, intelligence agencies staff and members of local administration.

2014: Threat faced by professionals and groups in interior Sindh	
Threats	**Frequency**
Journalists	9
Political workers	5
Religious minorities	2
Total	16

Faith-based attacks

The extensive faith-based violence perpetrated in Quetta predominantly targeted the Shia Hazara community. The Hazaras, distinguishable due to their unique facial features, were targeted by banned sectarian groups such as Lashkar-e-Jhangvi (LeJ). In the year 2014 in Balochistan alone, three major terrorist attacks were carried out against the Hazara community with dozens of casualties.

- On January 22, 2014, a bus carrying Hazara Shia pilgrims returning from Iran to Quetta was targeted in a powerful bombing. Lashkar-e-Jhangvi claimed responsibility for the attack. At least 24 pilgrims were killed while 40 others were wounded. The bus was part of a convoy travelling with official security escort. Earlier in the same month, a suicide bomber had targeted another pilgrims' bus in Quetta, resulting in the death of two persons.
- On October 4, 2014, five people were killed and 26 injured in a suicide attack that took place near a girls' school in Quetta's Hazara Town, a neighbourhood that is predominantly populated by Hazara Shias, many of who have moved there to find safety in numbers amid attacks against them in other parts of the province as well as in other areas of Quetta. At the time of the bombing a lot of residents of the area were out shopping for Eid. Banned sectarian militant organisation Lashkar-e-Jhangvi claimed responsibility.
- On October 23, 2014, militants shot and killed eight members of the Hazara community in Quetta. Barely an hour later, another member of the Hazara community was shot and killed. Both attacks were claimed by the LeJ.
- In April 2015, sectarian organisation Jaish-ul-Islam claimed responsibility for killing two persons in Quetta belonging to the Hazara Shia sect of Islam. Unidentified armed gunmen had opened fire on the two men at Karachi Bus Stop.

Enforced disappearance

Enforced disappearance have been a persistence problem in the province. Quetta has been no exception.

- On March 18, 2014, Zahid Baloch, chairperson of Baloch Student Organisation (BSO-Azad), a student organization working to educate and organise youth politically, was abducted from Quetta by plainclothesmen believed to be security forces personnel. He remains missing after more than one year. BSO-Azad members held hunger strikes outside Karachi Press Club for 45 days for his release.
- On February 5, Alamgir Qambrani was picked up by security forces personnel from his house at Killi Chakar Khan at Quetta's Arbab Karam Khan Road at 6 am. He had been working with an NGO called Poverty Alleviation Authority Organisation. He was picked up along with a friend named Jaleel Zehri who had been residing with him at the time of the security forces' raid at his house. Jaleel was released on February 17 but refused to share any information regarding the incident.

Incidents of human rights violations and crime across Balochistan, especially in the insurgency-hit districts, are old news. However, the fact that even in Quetta there has been high incidence of rights violations and crime despite considerable presence of security forces personnel highlights the gravity of the challenges for the people in other troubled areas of the province. It also demonstrates that the authorities need to do much more to promote, protect and prevent from violations the rights of the people and ensure that any measure of conflict or bigotry is not allowed to hold citizens' lives hostage. What the authorities should be able to do almost instantly is to ensure that rights violations by agents of the state come to a halt. Pursuing political solutions to the problems in the province is also more likely to pay dividends.

Blood and tears in Quetta

The province of Balochistan has suffered violence in varying degrees in the last few decades. The provincial capital, Quetta, which was once considered among the most scenic and peaceful cities in Pakistan, has in recent years presented a grim picture of insecurity and bloodshed.

Since September 2013, HRCP has been monitoring more closely the human rights situation in 50 volatile districts across six regions in Pakistan. Since January 2014, at least 70 incidents of serious human rights violations and crime in Quetta have been reported.

Violations	Reported cases (Jan 2014-May 2015)
Targeted attacks	48
Enforced disappearances	15
Attack on religious minorities	4
Suicide attack	1
Torture	1
Attacks on journalists	1



Attacks by separatist militants

The category with the highest number of reported cases from Quetta has been attacks against the citizens and the security forces by separatist militants. Some of the reported incidents are as follows.

- Five people were killed and 12 injured in February 2014 when a barbershop and a photo studio were attacked with hand grenades and guns in February 2014. The attacked enterprises were owned by settlers mainly members of the Punjabi, Pakhtun and Sindhi ethnic groups. Insurgent group United Baloch Army (UBA) claimed responsibility for the attacks. The attacks were in continuation of a trend of violence by Baloch insurgents targeting the so-called settlers, many of whom had been living in Balochistan for generations.
- On March 14, 2014, as many as 11 people were killed and 37 other injured when a planted bomb exploded at Science College Chowk, Quetta. A rickshaw, a bus and two cars were destroyed in the blast, Ahrarul Hind and UBA both claimed responsibility for the attack and said their target was a vehicle of the Frontier Corps paramilitary force, which was not affected in the explosion.
- On August 12 2014, sixteen people were injured when an explosive device blew up near a shop selling national flags ahead of Independence Day on August 14. Unidentified assailants had planted the bomb under a table in the shop and the bomb was detonated with a remote-controlled device. Balochistan Liberation Army (BLA), an insurgent group, claimed responsibility.
- On 23 September, 2014 members of UBA gunned down a barber in his shop, accusing him of being a spy for the state.
- A 13-year-old boy was killed and 29 people were injured, including two guards of a judge of the anti-terrorism court in Quetta, in a remote-controlled roadside bombing in Zarghoon Road on November 11, 2014. The bomb disposal squad reported that the 40-kg bomb had been planted in a parked car. The judge and the rest of his security detail was unhurt. A spokesman for the banned separatist group UBA claimed responsibility for the attack, stating that the bomb was aimed at targeting the security forces.

Charter of demands adopted at the Islamabad consultation

The May 7 consultation in Islamabad, titled 'Towards greater protection for HRDs' concluded with the adoption of an 11-point charter of demands. The charter read:

“We, the participants of the consultation “Towards greater protection of Human Rights Defenders” organised by HRCP demand that the following measures must be taken to ensure the safety and protection of human rights defenders, for enhancing an understanding of their role and for facilitating their work:

1. The state should recognize the dangers and grave security challenges that human rights defenders face in all parts of Pakistan on account of their work from both state and non-state actors. It must take meaningful steps in consultation with the civil society under its Constitutional and international obligation to protect human rights defenders and to ensure their security and safety.
2. An effective legislative framework and safety protocols must be put in place to safeguard the lives and work of all human rights defenders. Towards that goal, the government should be guided by the United Nations Declaration on Human Rights Defenders (1998) and the recommendations that it received from other countries which were accepted by the government of Pakistan in its Universal Periodic Review at the UNHRC in 2012.
3. Registration of cases against human rights activists on account of their work, especially on charges of sedition as has been noticed in Gilgit-Baltistan in recent months, is a disturbing development. Such intimidation and violence has further aggravated the work environment for defenders. Lodging of such cases against rights defenders must cease immediately and the cases already lodged must be withdrawn.
4. It is imperative that the state ensuresas per its obligation under the Constitution and numerous international human rights treatiesdue process of law for all citizens. Thorough, prompt and impartial probes must be conducted into arbitrary and illegal detentions, enforced disappearances, and other threats and attacks against human rights defenders.
5. The continued impunity for almost all perpetrators of violence, both state or non-state actors, against human rights defenders plays a significant role in the pervasive and growing intimidation, violence and threats of violence directed against the defenders. The authorities must confront, investigate and prosecute threats and violence against rights defenders on priority basis. Appropriate resolve and commitment in pursuing that objective would also serve as a deterrent to targeting of rights defenders.
6. Human rights defenders must not be prevented from accessing information and should have complete freedom of expression and freedom of movement, including the right to move freely in any part of the country and to leave and return to Pakistan. The practice of placing arbitrarily and without due process the names of human rights defenders on the Exit Control List (ECL) must be discontinued forthwith.
7. Freedom of information is a fundamental human right that is essential not only for rights defenders' work but also for holding the government accountable, ensuring transparency and indeed for availing a range of human rights. All policies and practices that hamper the freedom to seek, receive and impart information and ideas through any medium must be ended.
8. While the civil society deeply respects and has a very firm stand on the freedom of expression, it must call upon professional media organisations for self-regulation to ensure that the media is not used to incite violence and hatred against human rights defenders and also does not trivialize the civil society organisations and rights defenders. Propaganda via the social media that demonizes human rights defenders and civil society must be checked.
9. There is an urgent need to enhance awareness and understanding of the significant role that human rights defenders play in society and why it is important to protect, preserve and facilitate that role. It is particularly vital to train members of the police force and the security forces on how to treat rights defenders and to facilitate their work. They must also be coached on how to assist and respond to the safety challenges facing any rights defender.
10. It is vital that civil society organisations join hands to serve as watchdog proactively, drawing attention to address the safety needs of rights defenders and to draw attention to and call for removal of impediments in their work. The civil society needs to close its ranks and focus on their allies, adversaries and fence-sitters.
11. In the event of the state failing to perform its primary obligation to protect the right to lives for human rights defenders, the authorities must fulfuil their additional additional obligation to support the families of the slain human rights defenders. Civil society organisations should also evolve support mechanisms to assist the families and enable them to pursue the cases to get justice.”

force in Gilgit Baltistan was attended by human rights activists, lawyers and civil society representatives. The participants condemned the growing attacks against human rights defenders and called for making an organised push to safeguard the rights of human rights defenders. During the meeting, it was demanded that the government withdraw trumped up charges leveled against the human rights defenders, allow free access to information, and bring to justice perpetrators of violence against human rights activists. They demanded that political parties must include protection of HRDs in their manifestoes and agendas.

Discussion in Quetta: A consultative event organised in Quetta to Mark the day was attended by 40 representatives from civil society organizations and included lawyers and journalists. Along with paying rich tributes to the human rights defenders for the sacrifices they rendered, the discussion focused on recommendations to improve the working conditions for the HRDs. They demanded legislation for the protection of rights defenders and to bring the killers of HRDs to justice. They also demanded financial awards to the families of the slain human rights defenders. They suggested trainings for HRDs on ways to protect themselves while reporting on human rights.

Demonstration in Turbat: HRCP Turbat Task Force organised a demonstration in front of the press club in memory of the human rights defenders who were killed for defending human rights . Tributes were paid to the slain rights activists and the participants spoke at length about the need for greater protection for HRDs.

Synergies: HRCP thanked fellow civil society organisations for lending and support to the countrywide May 7 campaign for HRDs and for joining the call to demand protection and risk-free environment for rights defenders. The participants in the events across the country were in unison in demanding that civil society organizations should explore areas for synergy to make their efforts on behalf of HRDs more effective. They stressed the need for legislation to protect and preserve the lives and work of rights defenders. They also called for using the available channels to engage with international bodies, like the UN, to highlight and address the problems of rights defenders in Pakistan.



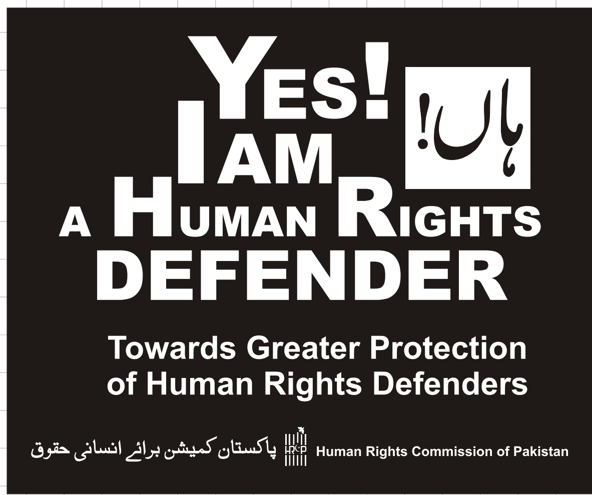


Standing united for human rights defenders in Hyderabad and in Turbat

was followed by a well-attended vigil in front of the Islamabad Press Club.

Vigil in Lahore: HRCP Lahore chapter organised a vigil at Liberty Roundabout to pay tribute to Rashid Rehman and others. The event was attended by human rights acti vists and members from civil society organizations.

Seminar in Multan: A seminar organised by HRCP Multan Task Force on May 7 pai d tributes paid to its former coordinator Rashid Rehman, who was killed for def ending a blasphemy accused. The seminar was attended by journalists and members of civil society organizations who stressed on the importance of providing protection to human rights defenders. The event was followed by a candle vigil in Rashid Rehman's memory.



Consultation in Peshawar: A consultation and vigil held in Peshawar discussed in detail the many challenges faced by the human rights defenders and suggested response to the challenges. The event was attended by representatives of civil society organizations and journalists. During the event, the need for a commission dedicated to the causes of human rights defenders was stressed. The participants also called for a network of human rights defenders at the provincial level.

Meeting in Karachi: A meeting organised at HRCP Karachi office to brainstorm on finding solutions to the challenges to human rights defence was attended by HRCP members, representatives of civil society, academics and journalists. Besides focusing on the need for protection of human rights defenders, the speakers expressed concern that the democratic culture of public speaking on human rights issues was being discouraged, especially in universities. . Emphasis was placed on synergies to ensure that the human rights defenders were effectively protected and their work facilitated.

Discussion in Hyderabad: Around 60 participants deliberated on the hurdles and hardship HRDs faced in their work. The meeting, attended by civil society representatives of various organizations, was followed by a demonstration to call for ensuring protection for HRDs.

Deliberations in Sukkur: A consultative event was held in Sukkur to condemn the growing attacks on human rights defenders and to discuss the challenges human rights defenders faced in their work.

Gathering in Gilgit Baltistan: A consultative meeting organised by the HRCP task



The vigil at Liberty Roundabout, Lahore

The participants stated that as the threats against the rights defenders grew ever more grave, the response from the state had not been adequate. Impunity for the perpetrators of violence and threats against the HRDs was flagged as one of the key reasons for the aggravating security situation for the defenders. The participants noted that the fact that the three people, including lawyers, who had threatened Rashid Rehman inside a courtroom had not even been booked, much less prosecuted, demonstrated the authorities' lack of commitment in protecting the HRDs from known and well publicized threats and perils.

The speakers stressed the importance of confronting hate campaigns in the media against HRDs which labelled them as traitors with a view to isolate them and their work. The need for enhancing the capacity of human rights defenders, especially for those operating in conflict areas, through proper training on security and protection issues, was emphasised. The speakers said the political parties must also join hands with the larger civil society to work towards the protection of human rights defenders. It was also noted during the meeting that Pakistan had accepted at least seven recommendations made to it by different countries with regard to human rights defenders and freedom of expression during its Universal Periodic Review in 2012 and that it was yet to implement those recommendations.

The consultation concluded with the adoption of an 11-point charter of demands and

am a human rights defender!" not only through the gatherings and discussions, but also through a short video message and a jingle, posters, banners, placards, car stickers, T-shirts and coffee mugs.

Towards greater protection for HRDs: Representatives of political parties and civil society organisations, members of parliament and journalists were among around 100 people who joined the consultation in Islamabad, titled 'Towards greater protection for HRDs'. HRCP Council Member, Nasreen Azhar presided over the proceedings.

The various sessions focused on raising awareness for greater understanding of HRDs' role and their challenges and work environment; actors that hindered and supported defenders' work; commitment among political parties and civil society organisations to protect defenders; and brainstorming for strategies to addressing threats, hurdles to work and ending impunity for perpetrators of violence against them.

The speakers included head of Center for Civic Education Zafarullah Khan, noted rights activist and HRCP council member Tahira Abdullah, Senator Afrasiab Khattak, Quaid-e-Azam University faculty member Dr. Farzana Bari, and journalist Naseer Memon. The event opened with one minute of silence to pay tribute to the fallen heroes of human rights in Pakistan.

The speakers noted that the protection and promotion of human rights in Pakistan had never been a risk-free enterprise. However, they said that the vulnerability and dangers for human rights defenders had never been greater. The risks were not confined to any one region of the country, and a long list of activists, journalists, lawyers and political workers had paid with their lives for raising their voice for human rights. Many more had to face violence and threats on account of their work as HRDs. It was not with concern that the assassination of Sabeen Mehmud, Rashid Rehman and Parween Rahman represented new risks and shrinking space for the work of human rights defenders.



Lighting candles for the slain rights defenders in Sukkur and a rally in Karachi

A rallying call to protect rights defenders

“The Human Rights Commission of Pakistan and the civil society do not demand any special protection for human rights defenders. We want all citizens to be protected against violence and intimidation. It is important to protect HRDs because if their voice is snuffed out there would be no one left to draw attention to human rights challenges.” These were among the opening remarks at a consultation HRCP organised in Islamabad to focus on challenges for human rights defenders (HRDs) in the country.

The consultation was held on May 7, 2015, exactly one year after the assassination of Rashid Rehman, HRCP's Task Force Coordinator in Multan. Rashid was murdered after he had refused to heed warnings to quit as the lawyer for a blasphemy accused.

HRCP chapter and task force offices across Pakistan commemorated May 7 as a day to draw attention to the challenges for rights defenders and to demand greater protection for them. The main events organised on the day included consultations and vigils to commemorate the sacrifices of rights defenders. With the assassination of social activist Sabeen Mehmud in Karachi just a fortnight earlier, security concerns for HRDs dominated the discussion at all the May 7 events. The speakers noted that rights defenders working across Pakistan had been facing increasing threats and violence on account of their work. HRCP alone had lost five human rights defenders over the last couple of years.

The campaign: It was in this context that HRCP felt compelled to launch a campaign on May 7 and through a range of activities aimed to raise with the various stakeholders its concerns for HRDs with a view to finding solution to the challenges they faced. During the May 7 event, all HRCP offices disseminated the main theme of the campaign, “Yes, I



Brainstorming on ways to protect human rights defenders, Islamabad

The Convention on the Rights of the Child in child-friendly language

Article 1
Everyone under 18 has these rights.



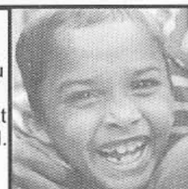
Article 2
All children have these rights, no matter who they are, where they live, what their parents do, what language they speak, what their religion is, whether they are a boy or girl, what their culture is, whether they have a disability, or whether they are rich or poor. No child should be treated unfairly on any basis.



Article 3
All adults should do what is best for you. When adults make decisions, they should think about how their decisions will affect children.

Article 4
The government has a responsibility to make sure your rights are protected. They must help your family protect your rights and create an environment where you can grow and reach your potential.

Article 5
Your family has the responsibility to help you learn to exercise your rights, and to ensure that your rights are protected.



Article 6
You have the right to be alive.



Article 7
You have the right to a name, and this should be officially recognized by the government. You have the right to a nationality (To belong to a country).



Article 8
You have the right to an identity – an official record of who you are. No one should take this away from you.



Article 9
You have the right to live with your parents, unless it does you harm. You have the right to live with a family who cares for you.

Article 10
If you live in a different country than your parents, you have the right to be together in the same place.

Article 11
You have the right to be protected from kidnapping.

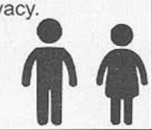
Article 12
You have the right to give your opinion, and for adults to listen and take it seriously.

Article 13
You have the right to find out things and share what you think with others, by talking, drawing, and writing or in any other way unless it harms or offends other people.

Article 14
You have the right to choose your own religion and beliefs. Your parents should help you decide what is right and wrong, and what is best for you.

Article 15
You have the right to choose your own friends and join or step up groups, as long as it isn't harmful to others.

Article 16
You have the right to privacy.



Article 17
You have the right to get information that is important for your well-being, from radio, newspapers, books, computers and other resources. Adults should make sure that the information you are getting is not harmful, and help you find and understand the information you need.



Article 18
You have the right to be raised by your parents if possible.



Article 19
You have the right to be protected from being hurt and mistreated, in body or mind.

Article 20
You have the right to special care and help if you cannot live with your parents.



Article 21
You have the right to care and protection if you are adopted or in foster care.



Article 22
You have the right to special protection and help if you are a refugee (if you have been forced to leave your home and live in another country), as well as all the rights in this convention.

Article 23
If you have a disability, you have the right to special education and care, as well as all the rights in this convention, so that you can live a full life.

Article 24
You have the right to the best healthcare possible, safe water to drink, nutritious food, a clean and safe environment, and information to help you stay well.

Article 25
If you live in care or in other situation away from home, you have the right to have these living arrangements looked at regularly to see if they are the most appropriate.

Article 26
You have the right to take help from the government if you are poor or in need.

Article 27
You have the right to food, clothing, and a safe place to live and to have your basic needs met. You should not be disadvantaged so that you cannot do many of the things other kids can do.



Article 29
Your education should help you use and develop your talents and abilities. It should also help you learn to live peacefully, protect the environment and respect other people.

Article 30
You have the rights to practice your own culture, language and religion. Minority and indigenous groups need special protection of this right.

Article 31
You have the right to play and rest.

Article 32
You have the right to protection from work that harms you, and is bad for your health and education. If you work, you have the right to be safe and paid fairly.

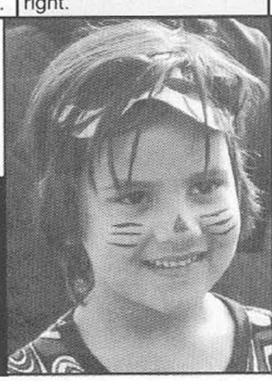
Article 33
You have the right to protection from harmful drugs, and from The drug trade.

Article 34
You have the right to be safe from sexual abuse.

Article 35
No one is allowed to kidnap or sell you.

Article 36
You have the right to the protection from any kind of exploitation (being taken advantage of).

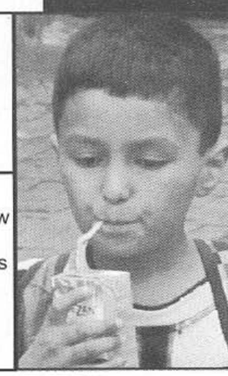
Article 37
No one is allowed to punish you in a cruel or harmful way.



Article 38
You have the right to protection against freedom from war. Children under 16 cannot be forced to go into the army or take part in war.

Article 39
You have the right to help if you have been hurt, neglected or badly treated.





Article 40
You have the right to legal help and fair treatment in the justice system that respects your rights.

Article 41
If the laws of your country provide better protection of your rights than the articles in the convention, these laws should apply.

Article 42
You have the right to know your rights. Adults should know about these rights and help you learn about them too.

Articles 43-54
These articles explain how government and international organizations like UNICEF will work to ensure that children are protected through these rights.

Text: Courtesy Unicef Canada

Human Rights Commission of Pakistan
جہد حق Monthly JEHD-E-HAQ

Monthly JEHD-E-HAQ - June 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 06 ...... جون 2015..... قیمت 5روپے



پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No.. LRL-15

HRCP

Monthly JEHD-E-HAQ - June 2015 - Registered No. CPL-13

جلد نمبر 22...... شمارہ نمبر 06 ...... جون 2015.....